حضرت محمد ﷺ کی عالمگیر نبوت

بیت المقدس کی تولیّت

اسلام اور الحاد

وحدتِ ادیان، ملحدین، مستشرقین، منکرینِ حدیث اور
مرزائیت کے نظریات کا تاریخی، عملی اور فکری جائزہ

اسلام اور گلوبلائیزیشن

خالد محمود
ایم فل علوم اسلامیہ

اِسلام اور اِلحاد

خالد محمود
ایم فِل علُوم اِسلامیہ

جملہ حقوق بحق اُمتِ مُسلِمہ محفوظ ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
شروع اللّٰہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

کتاب	:	اِسلام اور اِلحاد
ترتیب وتحقیق	:	خالد محمود، ایم فل علوم اِسلامیہ
اشاعت اوّل	:	جمعۃ المبارک، 15 جولائی 2022ء بمطابق 15 ذوالحجہ 1443 ہجری مقدس
ٹائٹل وفارمیٹنگ	:	وقاص شبیر
پروف ریڈنگ	:	حافظ احمد نعیم اسلم، رجسٹرڈ پروف ریڈر، پنجاب قرآن بورڈ، محکمہ اوقاف
مطبع	:	قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ)، لوئر مال، لاہور
تعداد	:	500
قیمت	:	Rs.400/-

اِنتساب

محمد عفّان حارث

اور

اسماء محمد خالد

کے نام

فہرست مضامین

1۔	تقریظ از ڈاکٹر حافظ محمد ابرار اعوان	07
2۔	حرفِ اوّل	09
3۔	اِسلام	12
4۔	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، اِسلام ہی ہے	14
5۔	دینِ اسلام کو تین شعبوں میں بیان کیا جاسکتا ہے	16
6۔	اللہ تعالیٰ کے حضور اِسلام کے علاوہ کوئی اور دین قابلِ قبول نہیں	25
7۔	اِلحاد	28
8۔	فطرتِ سلیمہ	29
9۔	لادینیت تاریخی طور پر ثابت نہیں	30
10۔	انسانی پیدائش اور آفاقِ عالم	32
11۔	دنیا کی قدیم تہذیبیں	40
12۔	مغرب میں اِلحاد	42
13۔	مسلم معاشرے پر اِلحاد کے اثرات	44
14۔	تصویر کا دوسرا رُخ	46
15۔	اِسلام اور وحدتِ ادیان	52
16۔	اِسلام اور گلوبلائزیشن	63
17۔	خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عالمگیر نبوت	67
18۔	مذاہبِ عالم کی کتب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ پاک	73
19۔	رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	79
20۔	حدیثِ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	88
21۔	فتنہ اِنکارِ حدیث	89

22۔ حدیث اور تاریخ میں فرق	103
23۔ اِسلام اور مستشرقین	113
24۔ تحریک اِستشراق کے مقاصد	118
25۔ مستشرقین کی بے انصافیوں کے مضمرات	123
26۔ تھامس کارلائل کا اعترافِ جرم	127
27۔ ایک وفادار جانور کا عجیب وغریب واقعہ	128
28۔ اہل کتاب کا مقدس دینی ادب	130
29۔ کیا کتابِ مقدس تورات محفوظ کتاب ہے؟	130
30۔ بنی اسرائیل اور یہود	134
31۔ بائبل کی کتابیں	135
32۔ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید	135
33۔ بیت المقدس	141
34۔ بیت المقدس کی تولیت کے تین دعویدار	141
35۔ آئین پاکستان، آرٹیکل 260:3، مسلم وغیر مسلم کی تعریف	150
36۔ آئین پاکستان اور مذہبی آزادی	150
37۔ مرزائیت	153
38۔ بانئ مرزائیت	154
39۔ مرزا قادیانی کا خاندان اور اخلاق وکردار	155
40۔ چندے کی آمدنی سے عیش وعشرت	158
41۔ دُشنام طرازی	160
42۔ ختم نبوت	162
43۔ اللہ تعالیٰ کے دستخط اور روشنائی کے قطرے	163
44۔ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی عصمت	165

45۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ژاژ خائی	168
46۔ قرآن کریم کے متعلق ہرزہ سرائی	171
47۔ مرزا قادیانی کی پیشگوئیاں، محمدی بیگم سے نکاح اور پادری آتھم کی موت	172
48۔ دینی جہاد کی مخالفت اور برطانوی استعمار کی وفاداری	175
49۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی	177
50۔ قادیان کا حج	178
51۔ مقامِ لُد سے مراد لدھیانہ	179
52۔ جہنم سے مراد طاعون	179
53۔ طاعون پھیلنے کیلئے دُعا	180
54۔ کدعہ سے مراد قادیان	180
55۔ دجال سے مراد	181
56۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق	182
57۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق	183
58۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا	183
59۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ	184
60۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق	185
61۔ یہودی، مرزائی گٹھ جوڑ	188
62۔ اسرائیلی ٹی وی رپورٹ کا جائزہ	188
63۔ مرزا قادیانی کو "صاحب" کہنا؟	194
64۔ مرزائیت ایک نظر میں	196
65۔ حرفِ آخر	199
66۔ مصادر و مراجع	202

تقریظ

(از ڈاکٹر حافظ محمد ابرار اعوان)

ہر زمانہ میں کسی نہ کسی فتنہ نے ہمیشہ سے سر اٹھایا ہے۔عصر حاضر کے دیگر فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ" الحاد" کا ہے جس کی سرکوبی کے لیے اللہ رب العزت نے ہمیشہ سے اپنے رجال کار سے کام لیا ہے جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 303ھ) نے اپنے زمانہ میں ناصبیت کو پروان چڑھتے دیکھا تو انہوں نے خصائص علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہونے والی جیّد اسناد سے مروی 188 روایات کو رقم طراز کیا۔اسی قسم کا کام بعد میں امام ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری المقری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633ھ) نے"اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی صورت میں تالیف کیا۔

اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تذکار و مناقب پر اُمت کے جیّد محدثین کی طرف سے بہت وقیع کام زیر تحریر لایا گیا ہے۔جیسا کہ " الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب" و " اُسد الغابہ فی معرفہ الصحابہ" وغیرھم۔

آج پھر مختلف فتنے سر اُٹھا رہے ہیں۔ایسے میں اہل علم لوگوں پر یہ فرض بنتا ہے کہ اُمت کو افراط و تفریط سے محفوظ کرنے کی سعی بجالائیں۔فتنہ الحاد عصر حاضر کے دیگر فتنوں سے زیادہ زہر آلود ہے۔اسلام کے دشمن پوری قوت سے اُمت کے ایمان کی کھیتی کو برباد کرنے کے درپے ہیں۔لہٰذا ان حالات میں اہل علم کی یہ ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ ان کا کما حقہ طور پر قلع قمع

کرنے کی مساعی کریں۔

زیر نظر کتاب" اسلام اور الحاد" کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور مؤلف کے حق میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بے ساختہ دعا نکلی۔ برادرم خالد محمود صاحب نے اس دور پرفتن میں الحاد کی ظلمات کو ختم کرنے کی عالمانہ سعی کی ہے جس سے اُمت مسلمہ یقینی طور پر مستفید ہوگی۔کتاب ہذا بہت زیادہ ضخامت کی حامل تو نہیں ہے لیکن مندرجات وحوالہ جات کی بنا پر وقیع اور معنیٰ خیز ہے۔اگر فنی اعتبار سے کتاب کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کہنا درست ہے کہ موصوف کو تحریر پر کمال قدرت اور تبویب و تفصیل پر ماہرانہ دسترس حاصل ہے۔فاضل مصنف نے اس سلسلہ میں بھی بڑی محنت کر کے مستند کتابوں اور مصادر اصلیہ سے حوالہ جات لیے ہیں۔خالد محمود صاحب کی اس اعلیٰ کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ اپنی بارگاہ میں اس ہدیہ کو شرف قبولیت بخشے اور عوام الناس کے لیے نافع بنائے اور اس کے مطلوبہ فوائد وثمرات حاصل ہوں جو فاضل مصنف کا مقصود ہے۔آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر حافظ محمد ابرار اعوان

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

موبائل نمبر۔0300-4915735

حرفِ اوّل

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے اور کروڑوں درود و سلام خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کا بندوبست فرمایا۔

زیرِ نظر کتاب کا پہلا حصہ اسلام کے بنیادی تصورات پر مبنی ہے اور اس کا دوسرا حصہ اِلحاد، تحریک اِستشراق، فتنہ انکارِ حدیث اور مرزائیت کے عقائدِ باطلہ کے ناقدانہ جائزے پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں مرزا غلام احمد قادیانی کے نبوت کے مختلف دعوے راقم السطور کی دوسری کتاب "آخری نبی ﷺ" میں تفصیل سے زیر بحث لائے گئے ہیں، اس لیے اُن مباحث کا یہاں اعادہ نہیں کیا گیا۔

اِس کتاب میں سابقہ آسمانی مذاہب، یہودیت، عیسائیت اور ان کے مقدّس دینی لٹریچر کے بارے میں بھی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان قوموں نے آسمانی کتابوں میں اس قدر تحریف اور ردّ و بدل کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک تعلیمات پس منظر میں چلی گئیں اور ان پر تحریف شدہ رجحانات غالب آگئے۔ نتیجتاً، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان شریعتوں کو یکے بعد دیگرے نہ صرف منسوخ کر دیا بلکہ ان قوموں کو مغضوب اور گمراہ قرار دے دیا، ان کی جگہ دین اسلام اپنی مکمل شکل میں قرآن کریم کی صورت میں اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرما کر شریعت مکمل کر دی اور قیامت تک کے لیے اسی کو ضابطہ حیات قرار دیا گیا۔

یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی شریعتوں کے ساتھ جو کھلواڑ کی ہے، اسی طرح کی کوشش برصغیر میں اُٹھنے والی اس سازشی تحریک نے دین اسلام کے ساتھ کی ہے، جس کو مرزائیت یا قادیانیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کریم کے مقابلے میں یہود و

نصاریٰ کے مقدس دینی ادب سے نہ صرف استدلال کیا ہے بلکہ ان کی پیروی میں انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق غیر اخلاقی زبان بھی استعمال کی ہے۔ مرزائیت اس لحاظ سے یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر اور دو قدم آگے ہے کہ ان اقوام کے کسی فرد نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں نبوت کا دعویٰ کرنے کی جسارت نہیں کی، حتیٰ کہ دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں سے بھی کسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا لیکن یہ روسیاہی صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے حصے میں آئی ہے۔

الحمدللہ اب پاکستان اور ساری اسلامی دنیا میں مرزائیوں کو ایک گمراہ کن گروہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مرزائیت کے عقائد سے متعلق اخبارات اور رسائل و جرائد میں بھی مضامین لکھے جاتے ہیں، علماء کرام منبر و محراب سے بھی مرزائیت کے متعلق بتاتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں، Confrences ہوتی ہیں، لیکن بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ عوام الناس کی ایک کثیر تعداد ابھی بھی مرزائیت کے عقائدِ باطلہ کے بارے میں بہت کم جانتی اور اس موضوع کو بہت کم اہمیت دیتی ہے۔

اس کے برعکس مرزائی نہ صرف آئین پاکستان کا فیصلہ، جس میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا، ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ خود کو مسلمان کہلوانے پر بھی مصر ہیں اور ان کی منفی سرگرمیوں میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ انٹرنیٹ پر ان کی تبلیغ کی ایک یلغار ہے جس میں وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں جبکہ حقیقت میں قطعاً ایسا نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی ختم نبوت کی تحریکوں میں ہزاروں مسلمان شہید ہوتے۔

حالات یہ ہیں کہ پاکستان کی نوجوان نسل کی ایک تعداد مرزائیوں کے نرغے میں ہے۔ وہ آخرت کے انجام سے بے پرواہ، دنیا کمانے کے لیے مرزائیت اختیار کر کے مغربی ممالک کا رخ کر رہی ہے۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی کہ مرزائیت کے عقائد باطلہ کے بارے میں عوام الناس کو آگاہ کیا جائے۔

اِس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام بخوبی جان سکیں گے کہ مرزائیت اور اسلام میں کیا فرق ہے اور مرزائیوں کو کیوں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا؟ اور یہ کہ قادیانیت کا بانی کس کردار

واخلاق کا مالک تھا؟ اُس کے پیروکار اُسے نبی کے درجے پر فائز کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ ایک بھلا آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ اسی طرح وحدتِ ادیان کے حامیوں، مستشرقین اور منکرین حدیث نے بھی دینِ اِسلام کے ساتھ سخت ناانصافیاں کی ہیں، جس کے نتیجے میں مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے والے بعض لوگ خفیہ طور پر Atheists ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ضروری خیال کرتے ہوئے ان گروہوں کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ عظیم میں دعا گو ہوں کہ وہ میری نیک نیتی کو شرف قبولیت بخشے اور اس تالیف کو مسلمانوں کے لیے نافع، میرے اور میرے والدین کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

وَمَا تَوۡفِيۡقِيۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ (ھود 88:11)

طالب شفاعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروزِ محشر

خالد محمود

جمعۃ المبارک, 15 جولائی 2022ء بمطابق

15 ذوالحجہ 1443ہجری مقدس

اسلام

دنیا میں کئی مذاہب اور ضابطے رائج ہیں۔ جن میں اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، سکھ اِزم، بدھ مت، بہائیت، جین مت، زرتشت اِزم، پارسی اِزم، شنٹو اِزم اور کنفیوشس اِزم وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے کچھ بہت قلیل تعداد میں موجود ہیں اور کچھ ناپید ہو چکے ہیں۔

دین اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے، بلکہ یہ وہی دین ہے جو رسول اللہ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا اور جس کی دعوت و تبلیغ ہر نبی مکرم علیہ السلام نے اپنے اپنے دور میں کی ہے۔

اسلام کے لغوی معنی گردن جھکانا، اطاعت کرنا، امن اور سلامتی کے ہیں۔ اصطلاح میں اسلام سے مراد وہ ابدی ضابطہ حیات اور ہدایت کا مجموعہ ہے جس کو لے کر انبیاء کرام علیہم السلام انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ بعثتِ انبیاء کا یہ مقدس سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہو گیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے حضرت محمد ﷺ پر بھی اسی طرح وحی نازل کی گئی جس طرح آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام پر وحی کی گئی تھی:

بیشک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسا کہ وحی بھیجی ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح (علیہ السلام) کے بعد آئے اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم (علیہ السلام) کی طرف اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کی طرف اور اسحاق (علیہ السلام) کی طرف اور یعقوب (علیہ السلام) کی طرف اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف اور ایوب (علیہ السلام) کی طرف اور یونس (علیہ السلام) کی طرف اور ہارون (علیہ السلام) کی طرف اور سلیمان (علیہ السلام) کی طرف اور دی ہم نے داوٗد (علیہ السلام) کو زبور کتاب۔[1]

---

[1] النساء 163:4

عبدالکریم اثری تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں:

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی لائی ہوئی ہدایت بھی وہی تھی جو دوسرے انبیاء کرام (علیہم السلام) لائے تھے۔قرآن کریم کا شروع سے آخر تک مطالعہ کر کے دیکھ لو کوئی بات بھی قرآن کریم کے صفحوں میں اس درجہ نمایاں نہیں ہے جس قدر یہ بات ہے کہ اس نے بار بار صاف اور قطعی لفظوں میں اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی نئی مذہبی گروہ بندی کی دعوت لے کر نہیں آیا... وہ بار بار کہتا ہے کہ جس راہ کی میں دعوت ہوں وہ کوئی نئی راہ نہیں ہے اور نہ سچائی کی راہ نئی ہو سکتی ہے۔ یہ وہی راہ ہے جو اوّل روز سے موجود ہے اور تمام مذاہب کے داعیوں نے اس کی طرف بلایا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوا:

> اور دیکھو اس نے تمہارے لیے دین کی وہی راہ ٹھہرائی ہے جس کی وصیت نوح (علیہ السلام) کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم تھا اور ان سب کی تعلیم یہی تھی کہ اللہ کا ایک ہی دین ہے اس کو قائم رکھو اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ (الشوریٰ 13:42)

سورۃ الانعام میں سارے انبیاء کرام (علیہم السلام) کے نام گنوا کر جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں بعد ازیں نبی اعظم و آخر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مخاطب کیا گیا اور فرمایا:

> ”یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے راہِ حق دکھلائی پس اے پیغمبرِ اسلام تم بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔ (الانعام 6:90)“[1]

اس مضمون میں قرآنِ کریم کی درج ذیل آیات مبارکہ بھی بڑی واضح ہیں:

(1) اور (اے مومنو!) کہہ دو ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہماری طرف اور اس پر جو نازل کی گئی ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف اور اس چیز پر (بھی ایمان لائے) جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو اور (اس چیز پر بھی) جو دی گئی پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے نہیں فرق کرتے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درمیان اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔[2]

---

[1] عبدالکریم اثری، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، تفسیر آیت النساء 163:4

[2] البقرہ 136:2

(2) کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے؟ کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ۔ اللہ کے پاس شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔[1]

مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کا دین اسلام ہی تھا۔ حضرت داؤد (علیہ السلام) نے جو شریعت پیش کی یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو شریعت پیش کی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو شریعت پیش کی وہ اسلام ہی کی شریعتیں تھیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آخری کتاب، قرآنِ کریم دے کر مبعوث فرمایا تو پہلی ساری شریعتیں تحریف شدہ ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دی گئیں۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین، اسلام کی کامل ترین شریعت ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے تاکہ پہلی شریعتوں کی طرح اس میں تحریف نہ ہو سکے۔ اب انسان کی کامیابی کا انحصار اسی دین پر ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، اسلام ہی ہے

قرآن مجید نے بہت ہی واضح اور صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، صرف اسلام ہی ہے اور دین اسلام کے علاوہ اُس کو کوئی اور دین قطعاً قابل قبول نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔[2]

اسلام، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور پوری تکمیل کے ساتھ نازل فرمایا گیا ہے، اس میں ترمیم و اضافہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور

---

[1] البقرہ 140:2

[2] آل عمران 19:3

تمہارے لیے بحیثیت دین، اسلام کو پسند کیا ہے۔[1]

اس آیتِ کریمہ کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر ہم پر یعنی یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید منا لیتے، امیر المومنین نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی بولا، (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ)[2] حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (یہ سن کر) کہنے لگے کہ بیشک ہم نے اس دن کو اور اس مقام کو یاد کر لیا ہے، جس میں یہ آیت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر نازل ہوئی آپ (اس دن) عرفہ میں مقیم تھے اور جمعہ کا دن تھا۔[3]

چنانچہ تکمیل دین کے ساتھ ہی نبوت کے مقدس سلسلہ کا بھی اختتام ہوا۔لہٰذا اب اسلام خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور پیروی کا نام ہے۔جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان اِقدس ہے کہ اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمانہ نبوت پاتے تو اُن کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی پیروی کرنی پڑتی:

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس تورات کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا، یارسول اللہ! یہ تورات کا نسخہ ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خاموش رہے۔پھر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (تورات کو) پڑھنا شروع کر دیا۔ادھر غصہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا (یہ دیکھ کر) حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا عمر! گم کرنے والیاں تمہیں گم کریں۔کیا تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے چہرہ اقدس (کے تغیر) کو نہیں دیکھتے۔حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے چہرۂ منوّر کی طرف نظر ڈالی اور (غصہ کے آثار دیکھ کر کہا) میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے

---

[1] المائدہ 3:5
[2] المائدہ 3:5
[3] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 44

قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے اگر موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے درمیان ظاہر ہوتے تو تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے (جس کے نتیجہ میں) تم سیدھے راستہ سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے اور (حالانکہ) اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے تو وہ (بھی) یقیناً میری (ہی) پیروی کرتے۔[1]

دینِ اسلام کو تین شعبوں میں بیان کیا جا سکتا ہے

(1) عقائد (2) عبادات (3) معاملات

1۔عقائد

اسلام میں ایمانیات یعنی عقائد کی کوئی بہت لمبی چوڑی فہرست نہیں ہے، اور نہ ہی ان عقائد پر عمل کرنے میں کوئی دشواری ہے۔ بلکہ اسلامی عقائد، چند سیدھے سادھے اصول ہیں، جن پر ایک مسلمان ہونے کے لیے ایمان لانا یعنی زبان سے اقرار کرنا، دل سے تصدیق کرنا (اور عمل صالح کرنا) ضروری ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ کے شروع میں ہی اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر ہوا ہے:

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں۔[2]

اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔[3]

اسی طرح اِس سورہ مبارکہ کی آخری آیت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد کا ہی ذکر فرمایا گیا ہے:
رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُتری ہے اور مومن بھی ایمان لائے یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان

---

[1] محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، جلد 1، حدیث 188

[2] البقرہ 3:2

[3] البقرہ 4:2

لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔[1]

آیت کریمہ میں بیان کردہ ان سب امور کا تعلق غیب سے ہے۔یعنی وہ حقیقتیں جو اس دنیا میں ہمارے مشاہدے اور تجربے میں نہیں آتیں۔ان بنیادی امور پر غیر مشروط اعتقاد۔ان اُمور کی تفصیل حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں بیان ہوئی ہے:

اللہ تعالیٰ پر ایمان

اسلام کے سارے عقائد وایمانیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی دنیا کا خالق و مالک اور پالنے والا ہے۔ یہ کائنات کسی حادثے کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے اور تخلیق کائنات کے بعد اس نے اس کو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس کا انتظام بھی خود کر رہا ہے۔اُس کی ذات میں، اُس کے اختیارات میں اور اُس کی صفات میں کوئی بھی شریک نہیں۔ساری مخلوقات اس کے در کی سوالی ہے۔چنانچہ قرآن کا سب سے پہلا مطالبہ انسان سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کو ایک مانے، صرف اسی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ تنہا ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔مختصراً یہ کہ اس کا کوئی مثل نہیں اور اس کے مانند کوئی شے بھی نہیں ہے، اور وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔[2]

رسولوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بعد رسالت کا مقام ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندے ہوتے ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ انسانیت کی ہدایت اور اصلاح کے لیے مبعوث فرماتا ہے اور ان کا انتخاب بھی خود فرماتا ہے۔وہ خالق کائنات اور مخلوق کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہوتے ہیں اور اپنے اعلیٰ ترین نسب، نیک فطرت، اخلاص، صالحیت، عصمت و پاکدامنی، شجاعت و بہادری، جرأت و استقامت، صبر، شکر، حلم و بردباری، قناعت، تقویٰ و پرہیزگاری، اخلاق، عبادات و

---

[1] البقرہ 285:2
[2] الشوریٰ 11:42

معاملات، حسن سیرت اور خالق کائنات سے بے حد خصوصی تعلق کی بنا پر عظمت و رفعت کے اس مقام و مرتبے پر فائز ہوتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دوسرا انسان ان کے برابر نہیں ہوتا۔

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ایک مسلمان کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ تمام سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور ان کی تعظیم کرنی بھی ضروری ہے۔وہ شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جو سابقہ اُمتوں کے لوگوں کی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان کسی قسم کی تفریق کرے یا کسی نبی مکرم پر ایمان لائے اور کسی پر نہیں۔جیسا کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔لیکن خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔مسلمان تمام سابقہ انبیاء کرام (علیہم السلام) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب پر ایمان لاتے ہیں،خواہ وہ کسی بھی قوم، ملک یا خطے کے لوگوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔

لیکن ہم ان کی شریعتوں پر عمل نہیں کرسکتے اور نہ ہی ہمارے (عوام الناس) کے لیے ان کی کتب کا مطالعہ جائز ہے۔کیونکہ وہ تحریف کا شکار ہوچکی ہیں۔حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے تو وہ (بھی) یقیناً میری (ہی) پیروی کرتے۔[1]

مزید برآں قرآن کریم کی درج ذیل آیت مبارکہ کی رو سے اللہ تعالیٰ، تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے عہد لے چکے ہیں کہ اگر ان کی شریعتوں کے وقت ایک رسول ﷺ تشریف لائیں تو ضرور بہ ضرور وہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد بھی کریں گے:

یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے،کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، (یہ ارشاد فرما کر) اللہ نے پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری

---

[1] محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، جلد 1، حدیث 188

اٹھاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔[1]

چنانچہ یہود و نصاریٰ اگر حقیقت میں اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو مانتے ہوتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس عہد کے تحت اپنے انبیاء کی پیروی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاتے۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر چار بڑی آسمانی کتابیں (زبور، تورات، انجیل اور قرآن کریم) اور صحائف نازل فرمائے وہ سب برحق اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں، ان پر ایمان لانا بھی اس طرح ضروری ہے جس طرح دیگر عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تاہم سابقہ کتب سماوی تحریف کا شکار ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو منسوخ کر دیا اور ان سب کتب کا آخری ورژن قرآن کریم کی صورت میں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا، جو قیامت تک کے لوگوں کے لیے منبہ رشد و ہدایت ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، لہٰذا یہ ناقابل ترمیم و تنسیخ ہے۔

قرآن کریم کی حقانیت کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز کے مصنف لیوس مور لکھتے ہیں:

غالباً کسی الہامی کتاب نے اپنے ایمان لانے والوں پر اس قدر اثر نہیں ڈالا جتنا کہ قرآن نے۔ یقیناً کوئی کتاب اتنی زیادہ نہ پڑھی گئی ہے اور نہ اسے حفظ کیا گیا ہے۔ عیسائی اور یہودی بائبل کو سنجیدگی سے لیتے ہیں، جبکہ انہوں نے صدیوں سے اس میں کئی ترامیم اور تنقید کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راسخ العقیدہ یہودی یا عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ بائبل کا موجودہ متن خدا تعالیٰ کا اصل کلام نہیں ہے۔ اسلام کے ساتھ یہ معاملہ نہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ ابدی یقینی اور ناقابل تنسیخ ہے۔ اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اور یہ کتاب نازل ہونے کے وقت سے لے کر آج تک اُسی حالت میں قائم ہے۔[2]

ملائکہ پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری اور اسلامی عقیدے کا حصہ ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک نوری اور روحانی مخلوق ہیں۔ ان کا کام اللہ عزوجل کی حمد و ثنا اور

---

[1] آل عمران 81:3

[2] لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا (اردو ترجمہ) ص 139

اطاعت وفرماں برداری ہے۔فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان پیغام رسانی کا ذریعہ ہیں۔جو من وعَن اس کے پیغام کو انبیاء کرام علیہم السلام تک پہنچاتے ہیں اور کوئی انحراف نہیں کرتے۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف کام سرانجام دینے کے لیے بھی مقرر کیے گئے ہیں اور ان کاموں کی بجا آوری میں کسی تساہل سے کام نہیں لیتے،اور نہ ہی اس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں،نہ تھکتے ہیں بلکہ رات دن اس کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔

تمام فرشتوں میں سے چار فرشتے اللہ تعالیٰ کے زیادہ مقرب ہیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام انبیاء کرام (علیہم السلام) پر وحی لانے پر مقرر تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام نبوت کیساتھ ہی وحی بھی منقطع ہوگئی۔حضرت میکائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں۔حضرت عزرائیل علیہ السلام مخلوق کو وفات دینے پر مقرر ہیں اور اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صور پھونکنے پر مقرر کیے گئے ہیں۔بعض فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے اور بعض فرشتے انسانوں کی حفاظت پر بھی مامور ہیں۔اور اسی طرح دیگر فرشتے بھی ہیں،جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف کام تفویض کیے گئے ہیں۔تاہم فرشتوں کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اگر کوئی شخص اللہ کا اس کے فرشتوں کا اس کے رسولوں کا اور جبرائیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔قرآن کریم کی تعلیمات کے روسے جس نے فرشتوں کا انکار کیا اس نے اسلامی عقائد کا انکار کیا۔لہٰذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

روزِ قیامت پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے روز جزاوسزا کا معاملہ کسی کے ہاتھ پر نہیں چھوڑا بلکہ خود اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔اس کے لیے اس نے قیامت کا دن مقرر کیا ہے۔جس کے وقوع پذیر ہونے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

بلاشبہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کچھ شبہ نہیں لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت پر) ایمان نہیں لاتے۔ [1]

قیامت کا دن جزاوسزا کا دن ہے۔جس پر ایمان لانا اسلامی عقیدہ کا لازمی جزو ہے۔جو شخص قیامت

---

[1] غافر 59:40

پر ایمان نہیں رکھتا وہ جزا و سزا کا منکر ہے، لہٰذا ایسا شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت انسان اُخروی زندگی کا انکار کر کے صرف ایک نظریہ کا انکار نہیں کرتا بلکہ وہ اُس ذمہ داری سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے، جو اُس کو سونپی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شترِ بے مہار اور دہریا بننے کے لیے دنیا میں نہیں بھیجا، بلکہ اُس نے انسان کو عزت دے کر اور ایک ذمہ دار مخلوق بنا کر نیکی اور بدی کا شعور دے کر بھیجا ہے:

پس (اس اللہ نے) نفس (انسانی پر) برائی اور تقویٰ اچھی طرح کھول دیا[1]

اُس کی یہ زندگی ایک آزمائش کی گھڑی اور ایک خاص مدت تک ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ پھر واپس اُس نے اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ اِس آزمائش کی گھڑی میں وہ جس طرح کے اعمال کرے گا اُن کے بارے میں اُس سے باز پرس ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سنو تم سب نگران ہو اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔[2]

دوسری حدیث میں فرمایا:

قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق پوچھ نہیں لیا جائے گا (1) اس نے عمر کس چیز میں صرف کی (2) جوانی کہاں خرچ کی (3) مال کہاں سے کمایا (4) مال کہاں خرچ کیا (5) جو کچھ سیکھا اس پر کتنا عمل کیا۔[3]

پس قیامت اسی لیے قائم کی جائے گی کہ انسان کو جزا و سزا کے مرحلے سے گزار کر ہمیشہ کی زندگی کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ بقول شاعر:

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں قیامت کی صداقت اور اہمیت

---

[1] الشمس 8:91
[2] ابوعیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، جلد 1، حدیث 1774
[3] ابوعیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، جلد 2، حدیث 312

پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان فرمادی گئی ہے۔قیامت کی ہولناکیاں بھی بیان کی گئی ہیں، جنت کی نعمتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے اور جہنم کی سختیوں کی بھی منظرکشی کی گئی ہے تاکہ انسان سرکش بن کر زندگی نہ گزارے بلکہ اپنے رب کی فرمانبرداری اختیار کرے اور جہنم کی آگ سے بچ جائے۔قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے،لیکن قرآن کریم میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین اقدس میں قیامت کی نشانیاں اور علامتیں تفصیل کے ساتھ بیان فرمادی گئی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت بطور خاتم النبیین، اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دُنیا اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے۔

تقدیرِ الٰہی پر ایمان

قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

اور اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کیئے ہوئے ہیں۔ [1]

کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ کے اذن سے۔ [2]

تقدیر کا تعلق علم غیب سے ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے..... پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم ہے پھر اس سے فرمایا کہ لکھ اس نے کہا کہ اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کی تقدیر لکھ..... [3]

گویا تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے، جو اس نے پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ایک مومن کے لیے تقدیر پر ایمان رکھنا بھی لازمی ہے۔جو لوگ تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے بارے میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والدِ گرامی حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان کرتے ہوئے قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اگر ان (منکرین تقدیر) میں سے کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دے تب بھی اللہ اس کی خیرات

---

[1] الاحزاب 38:33

[2] التغابن 11:64

[3] سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، جلد 3، حدیث 1296

قبول نہیں کرے گا تاوقتیکہ اس کا تقدیر پر ایمان نہ ہو۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقدیر کے بیان میں دعا کی بہت زیادہ اہمیت بیان فرمائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان اقدس ہے،کوئی چیز تقدیر کو نہیں ٹال سکتی مگر دعا:

حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا انسان بعض اوقات اس گناہ کی وجہ سے بھی رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس سے صادر ہوتا ہے اور تقدیر کو دعاء کے علاوہ کوئی چیز نہیں ٹال سکتی اور عمر میں نیکی کے علاوہ کوئی چیز اضافہ نہیں کر سکتی۔[2]

حضرت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا تقدیر کے آگے تدبیر و احتیاط کچھ فائدہ نہیں دے سکتی البتہ دعاء ان چیزوں میں بھی فائدہ مند ہوتی ہے جو نازل ہوں یا جو نازل نہ ہوں لہٰذا بندگان خدا! دعاء کو اپنے اوپر لازم کرلو۔[3]

مختصراً یہ کہ ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کا حکم تسلیم کرتے ہوئے اچھے اعمال کرتے رہنا چاہیے اور اپنے رب سے توبہ و استغفار اور معافی طلب کرتے رہنا چاہیے۔کیونکہ ہر شخص صرف اپنے اعمال کی بدولت نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں جائے گا۔بہر کیف اُس سے پوچھ گچھ اسی قدر رہے جس کا وہ مکلّف ہے یعنی جتنا اُس کا اختیار ہے۔یہ بھی واضح رہے کہ انسان اپنے اعمال و افعال میں خود مختار ہے۔

ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔[4]

چنانچہ تقدیر کا بہانہ بنا کر بے عملی کی راہ اختیار کرنا، اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور یہ مومن کا شیوا نہیں ہوسکتا۔قضا و قدر کا مسئلہ بہت نازک مسئلہ ہے، اس لیے حدیث میں اس پر بحث و تمحیث اور الجھنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

---

[1] مسلم بن حجاج نیشاپوری،صحیح مسلم،جلد 1،حدیث 96

[2] احمد بن حنبل،مسند احمد،جلد 9،حدیث 2426

[3] احمد بن حنبل،مسند احمد،جلد 9،حدیث 2107

[4] الدھر 3:76

بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

2۔عبادات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ [1]

دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے کچھ بنیادی اُمور ہیں: کلمہ توحید یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔اسی طرح عبادات کا ایک مربوط نظام ہے، جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان براہِ راست رابطہ ہے۔جس میں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔ان کو ارکانِ اسلام بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں جہاد کو بھی اسلام کا ستون فرمایا گیا ہے۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اقدس کے مطابق ......جہاد سے مراد ہے ''کافر سے آمنا سامنا ہونے پر قتال کرنا''...... [3] حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اس حال میں مر جائے کہ جہاد کیا ہو اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال آیا ہو وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔ [4]

حدیثِ جبرائیل (علیہ السلام) میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسان کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت (اس خشوع اور خلوص سے) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نہ (حاصل ہو) کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو خیال

---

[1] الذاریات 56:51

[2] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 9، حدیث 2110

[3] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 7، حدیث 205

[4] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 4، حدیث 1689

رہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے۔[1]

تمام عبادات کی غرض وغایت مسلمانوں میں اجتماعیت، اخوت، بھائی چارہ، صبر، شکر، ایثارو قربانی، قربِ الٰہی کا حصول، پاکیزگی، اتحاد اور تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ علماء کے مطابق تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو اللہ کے خوف سے گناہ کرنے سے باز رکھتی ہے۔

3۔ معاملات

لوگوں کے ساتھ معاملات، فرد کا فرد کے ساتھ تعلق، فرد کا معاشرے کیساتھ تعلق، احترامِ آدمیت، خرید و فروخت، لین دین اصولِ تجارت، حلال وحرام کے اصول وضوابط، نکاح، طلاق، حقوق العباد، پورا خاندانی نظام، غرضیکہ آدابِ معاشرت، معیشت اور سیاست وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ چنانچہ انسانی حقوق کا خیال رکھنا ہر شخص کے لیے نہایت ضروری ہے، ورنہ معاشرہ جنگ وجدل کا شکار ہو جائے گا۔ تاہم جو شخص انسانی حقوق کا خیال نہیں رکھتا اُس کو اِس دنیا میں بھی ذلیل ہونا پڑتا ہے اور وہ آخرت میں بھی نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور اِسلام کے علاوہ کوئی اور دین قابلِ قبول نہیں

اللہ کریم نے دوٹوک الفاظ میں یہ بھی فرمادیا ہے کہ اِس اکمل اور پسندیدہ دین کے علاوہ یہودیت یا نصرانیت یا کوئی اور دین قابل قبول نہیں بلکہ مردود ہے، اور آخرت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

جو شخص اِسلام کے سوا اور دین اختیار کرے گا، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔[2]

چنانچہ جو لوگ حضور ﷺ پر ایمان نہیں لائے، یا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک پیغمبروں کا انکار کیا یا ان میں فرق کیا، یا انہوں نے کہا ہم بعض کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے، ان کے بارے میں قرآن کریم کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 49

[2] آل عمران 3:85

جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔[1]

اس کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، ان کے بارے میں فرمایا:

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔[2]

یہی لوگ راہِ حق پر ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام) رکھا ہے۔[3]

حاصل بحث

دین اسلام ایک واضح اور روشن شریعت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ "مجھے یہودیت یا نصرانیت دے کر نہیں بھیجا گیا، بلکہ واضح اور روشن شریعت دے کر بھیجا گیا ہے..."[4]

جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے....."[5]

دین اسلام اتنا سادہ اور سادگی سے سمجھا جانے والا دین ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے لمبی چوڑی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک میں عرب کے طول وعرض

---

[1] النساء 150:4

[2] النساء 152:4

[3] الحج 78:22

[4] کنز العمال: جلد 2، حدیث 5583

[5] https://shamilaurdu.com

سے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور چند گھڑیوں یا ایک آدھ دن میں ہی اتنا اسلام سیکھ جاتے کہ اپنے قبیلے میں جا کر اسلام کی تعلیم دیا کرتے۔ اس کی کئی مثالیں ہیں۔ حدیثِ جبرائیل (علیہ السلام) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف تین جملوں میں دین سمجھا دیا۔ اگر آپ چند جملوں میں دین اسلام کو اختصار سے ساتھ بیان کرنا چاہیں تو اس کی واضح مثال حدیثِ جبرائیل (علیہ السلام) ہے۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم مسلمان گھرانوں میں پیدا ہو کر بھی ساری زندگی اسلام نہیں سیکھ سکے اور اس پر کماحقہ عمل نہیں کر سکے۔

مزید برآں صحیح طور پر مسلمان کہلانے کا حقدار وہی شخص ہے جو مذکورہ بالا تینوں شعبوں یعنی عقائد، عبادات اور معاملات میں perfect ہے کیونکہ یہ قرآن کریم کا مطالبہ ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ:

ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔[1]

یعنی ایسا نہ ہو کہ دین کے جو کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوں ان پر تو عمل کر لو، لیکن جو احکام تمہاری مرضی کے خلاف ہوں یا ان سے تمہارے مفادات پر زد پڑتی ہو، ان کو خوش دلی سے ادا نہ کرو بلکہ تنگی محسوس کرو یا سرے سے نظر انداز ہی کر دو۔

---

[1] البقرہ 208:2

اِلحَـاد

اِلحَاد کے عربی زبان میں لغوی معنی بے دینی اور کفر کے ہیں[1] اور ملحد وہ جو دین سے منحرف، خدا کے بارے میں شک کرنے والا اور طعنہ زنی کرنے والا ہے [2]

سورۃ الاعراف میں یُلۡحِدُوۡنَ [3] استعمال ہوا ہے جس کے معنی اکثر مفسرین نے کج روی اختیار کرنے کے کیے ہیں۔ اسی طرح آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا ؕ [4] کی تفسیر میں امام ابوعبداللہ محمد قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اس کا معنی کلام کو تبدیل کرنا اور بے موقع اسے رکھنا ہے۔[5]

سیّد انور شاہ کشمیری اِکفار المُلحدین میں لکھتے ہیں:

جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام فسق ہے اور ترک کرنے والے کا نام فاسق ہے بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو، صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح انہی تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف اور متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں (سلف صالحین میں سے) کسی بھی عالم دین نے نہ کی

---

1. فیروزُ اللُّغات عربی اُردو، ص 644
2. فیروزُ اللُّغات عربی اُردو، ص 644
3. الاعراف، 180:7
4. حٰم السجدۃ 40:41
5. ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر قرطبی، تفسیر قرطبی، جلد 6، صفحہ 385

ہوں، تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں الحاد ہے اور اس شخص کا نام ملحد ہے۔[1]

چنانچہ شرعی اصطلاح میں جو شخص اُمت مسلمہ کے اجماعی موقف سے انحراف کرے وہ ملحد ہے۔ موجودہ دور میں ملحدین کو لادین، دہریے، مادیت پرست یا atheists بھی کہا جاتا ہے۔

فطرتِ سلیمہ

اسلام کی نظر میں انسان پیدائشی طور پر گنہگار نہیں بلکہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

پس آپ یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔[2]

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو نیک فطرت پر ہوتا ہے۔ لیکن بچے کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے والدین اسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے کہ جانور کے پورے اعضاء والا جانور پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کٹے ہوئے عضو والا جانور معلوم ہوتا ہے پھر حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا اگر تم چاہو تو (مذکورہ) آیت (الروم 30:30) پڑھ لو یعنی اے لوگو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (دینِ اِسلام) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔[3]

یہی فطرت سلیمہ اس حدیث مبارکہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو بکریاں چرانے والی لونڈی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی:

راوی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو اُحد اور جوانیہ کے علاقوں میں میری

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری، اکفار الملحدین، تعارف ص 39

[2] الروم 30:30

[3] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 3، حدیث 2254

بکریاں چرایا کرتی تھی ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ ایک بھیڑیا میری ایک بکری کو اُٹھا کر لے گیا ہے آخر میں بھی بنی آدم سے ہوں مجھے بھی غصہ آتا ہے جس طرح کہ دوسرے لوگوں کو غصہ آجاتا ہے میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا پھر میں رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں آیا مجھ پر یہ بڑا گراں گزرا اور میں نے عرض کیا کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کردوں آپ (ﷺ) نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ میں اسے آپ (ﷺ) کے پاس لے آیا آپ (ﷺ) نے اس سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے اس لونڈی نے (فطرت سلیمہ کی بنا پر) کہا آسمان میں آپ (ﷺ) نے اس سے پوچھا میں کون ہوں اس لونڈی نے کہا کہ آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں آپ (ﷺ) نے اس لونڈی کے مالک سے فرمایا اسے آزاد کردے کیونکہ یہ لونڈی مومنہ ہے۔ [1]

لادینیت تاریخی طور پر ثابت نہیں

انسان کے بارے میں مغرب کا بنیادی تصور ہی درست نہیں ہے۔ مروجہ عیسائیت کے نزدیک ہر انسان پیدائشی گناہ گار ہے۔ ارسطو کہتا ہے کہ انسان فطرتاً ایک سماجی جانور ہے۔ کارل مارکس انسان کو معاشی جانور کہتا ہے۔ اسی طرح چارلس ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسانوں اور بندروں کے اجداد مشترک ہیں۔ جبکہ قرآن ان سب نظریات کی تردید کرتا ہے۔ اسلام کے مطابق انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' [2]

لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی انسانی تخلیق ہیں۔ آپ پہلے نبی اور انسانیت

---

[1] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 1194۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت روم و ایران کی طرح غلامی کی جڑیں خطہ عرب میں بھی بڑی مضبوط تھیں۔ غلامی نے ایک ادارے کی صورت اختیار کر رکھی تھی جس کو فوری طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اسلام نے نا صرف غلاموں سے اچھے سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا بلکہ غلامی کو ختم کرنے کے کئی اقدامات کیے اور غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی۔

[2] البقرہ 30:2

کے جدِّ امجد ہیں، جن کو وحی الٰہی سے آراستہ کر کے انسانیت کی رہنمائی کے لیے دنیا پر بھیجا گیا، جیسا کہ کریم قرآن میں ارشاد ہے:

ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے نیچے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے پس جو میری ہدایت پر چلیں گے ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے [1]

یوں آدم علیہ السلام کے نزول سے ہی زمین پر معاشرت کا آغاز ہوا۔ چنانچہ پیدائشی اور فطری طور پر انسان لادین اور خدا کا منکر نہیں ہے، اس کی چند ایسی بنیادی وجوہات ہیں جن کا انکار ممکن نہیں:

1۔ رب تعالیٰ کی ربوبیت کی صفت کا اقرار ہر بنی نوع انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اور جب آپ کے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا (اور پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں۔ [2]

یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اقدس میں بیان فرمائی گئی ہے: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔ [3]

2: اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی اپنی مخلوق کو اندھیروں میں بھٹکتا ہوا نہیں چھوڑا۔ اللہ کی دعوت کی آواز یقینی طور پر بالواسطہ یا بلا واسطہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ ہر اُمت کو پہنچتی رہی ہے تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں خبر نہ تھی۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد کتنا واضح ہے:

اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا (باخبر کرنے والا) ہادی نہ آیا ہو۔ [4]

3: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ، صفاتِ عالیہ اور اپنی نعمتوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ان سے تمام افراد فطری اور بشری طور پر نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ ان نعمتوں کے جاننے اور سمجھنے میں ان کو کوئی

---

[1] البقرۃ 38:2

[2] الاعراف 172:7

[3] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 1296

[4] الفاطر 24:35

دشواری وتنگی نہیں۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی پیدائش، کائنات اور اس میں جو کچھ ہے اس کی صنّاعی، طرح طرح کے پھل، پھول اور میوے، انسانوں کے لیے اجناس کا اُگانا، ضرورت کے مختلف پیشے اور رشتے ناطے، رنگ برنگے اونچے اونچے پہاڑ، سب اسی معبود برحق کے بنائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ اپنی صفات عالیہ اور نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، تاکہ لوگ اس کے وجود کو تسلیم کریں، اس پر ایمان لائیں اور اُس کے شکرگزار بندے بنیں اور ذوق وشوق اور رغبت سے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی۔[1]

انسانی پیدائش اور آفاق عالم

مقام افسوس ہے کہ انسان جانتے بوجھتے آفاق عالم، اپنی پیدائش، اپنے جسم کی ساخت اور اس میں نصب شدہ مشینری کو بھلا بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا بڑا بابرکت اور بہترین پیدا کرنے والا ہے کہ اُس نے انسان کو رحمِ مادر میں مختلف مراحل سے گزارا، نطفہ کو جمے ہوئے خون کی شکل دی، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکرا بنایا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیوں کی شکل دی، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اس کو ایسا وجود دیا کہ وہ جیتا جاگتا انسان بن گیا۔ ایسا شاہکار انسان، کہ اربوں انسانوں میں سے کسی انسان کے انگوٹھوں کے نشان بھی ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ دنیا میں اسے ناقابل تسخیر شناختی نشان قرار دیا گیا ہے۔

جہاں تک آفاقِ عالم کا تعلق ہے، تخلیق کائنات کا قرآنی نظریہ اتنا وسیع موضوع ہے کہ یہ صفحات اس کی تفصیل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق ومالک ہے،

---

[1] حٰم السجدۃ 53:41

جس نے آسمانوں اور زمین (اور دوسرے اجرام فلکی) کو چھ دنوں[1] میں پیدا فرمایا ہے۔اور کائنات کو پیدا فرما کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ خود ہی کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔اور آسمانوں میں اور زمین میں جتنے جاندار ہیں، اور جتنے فرشتے ہیں، اور سورج اور چانداور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دو دن میں زمین پیدا فرمائی اور دو دن میں زمین پر دیگر تمام اشیاء پیدا فرمائیں۔ یہ کام کل چار دن میں مکمل ہوا۔ دو دن میں ساتوں آسمان پیدا فرمائے گئے۔اس طرح کائنات کی تخلیق کل چھ دن میں مکمل ہوئی۔ پھر وہ عرش اِقتدار پر متمکن ہوا، جو اس کی شان کے لائق ہے، جس کی ٹھیک ٹھیک کیفیت نہ اُس کے سوا کوئی جانتا ہے اور نہ ہماری محدود عقل اس کا احاطہ کرسکتی ہے۔ پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ دھواں (سا) تھا۔اپنی ابتدائی خلقت میں آسمان اور زمین دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے (بند) تھے، پھر اُس نے انہیں الگ الگ کیا۔اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔وہ دن کو رات سے ڈھانپ دیتا ہے جو اس کے پیچھے دوڑی آتی ہے اور اس نے سورج اور چمکتا ہوا چانداور ستارے پیدا کیے ہیں جو اس کے حکم سے مسخر ہیں۔سورج اپنے ٹھکانے پر چلتا رہتا ہے، چاند کی اپنی منزلیں ہیں۔نہ سورج کی یہ مجال کہ چاند کو آ پکڑے اور نہ رات کی یہ طاقت کہ دن سے آگے نکل جائے۔سب اپنے اپنے فلک (مدار) میں تیر رہے ہیں اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں۔اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے اور دریا بھی بنادیے اور رستے بھی تا کہ (آتے جاتے وقت) راہ پاسکو۔اور پہاڑوں کے اندر بڑی برکت رکھ دی اور اس میں سامانِ معیشت مقرر کیا۔اور پانی سے

---

[1] (ادوار یا خدائی چھ دن) قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کی مقدار ہمارے شمار کے حساب سے ایک ہزار سال ہے (سورۃ الحج 47:22) دوسرے مقام پر فرمایا: فرشتے اور جبرائیلؑ اس کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے (سورۃ المعارج 4:70) (اس کا صحیح مفہوم اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) حدیث شریف میں زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کے درمیانی فاصلہ کو پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر فرمایا گیا ہے۔(مشکوۃ، جلد 5، حدیث 290)

تمام جاندار چیزیں پیدا کر دیں۔[1]

گویا کہ سائنس جو چیزیں آج ہمیں بتا رہی ہے یا مستقبل میں بتائے گی، قرآن نے اسے چودہ سو برس قبل بتا دیا تھا۔گو کہ قرآن سائنس یا فلسفے کی کتاب نہیں ہے۔قرآن کا مقصد انسانوں کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہے جس راستے کو خالق کائنات نے پسند فرمایا ہے۔لیکن زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کے لیے تمام علوم اس میں سمو دیے گئے ہیں۔اب تک سائنسدانوں نے جو تحقیق کی ہے، اس کے مطابق تا حال کائنات کی وسعتوں کا ادراک کوئی بھی نہیں کر سکا بلکہ موجودہ سائنسی نظریات کے مطابق ہم شائد ہی کبھی پوری کائنات کے نظام اور اُس کی وسعتوں کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو سکیں؟

قرآن کریم بار بار تسخیرِ کائنات کا ذکر کرتا ہے۔اسی تسخیر کے تحت ہی سائنسدانوں نے کائنات کے بنیادی ڈھانچے، ہماری گلیکسی اور نظام شمسی کے سیاروں کی گردش کی حالت کے بارے میں قیاس آرائیاں کی ہیں۔ان حیران کن اعداد و شمار کو قیاس آرائیاں ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ سائنسدان کائنات کے بارے میں اتنی تحقیق کے بعد بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نظام شمسی کے متعلق ان کے پاس بہت ہی کم معلومات ہیں۔باقی کائنات کی وسعتوں اور اسرار کا کیا حال ہوگا؟

بقول پروفیسر خادم علی خاں: (گلیکسی Glaxy) ہم جس میں رہ رہے ہیں، سائنس دانوں نے اس کا نام کہکشاں (Milky Way) رکھا ہے، جس میں اربوں ستارے ہیں جو اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں۔ہمارا گھر زمین، سولر سسٹم کا ایک چھوٹا سا سیارہ ہے۔اسی سولر سسٹم میں مشتری (Jupter) زمین کے مقابلے میں بہت بڑا سیارہ ہے، اس میں اندازاً 318 زمینیں سما جائیں اور اگر آپ سورج سے اس کا مقابلہ کریں تو 385 لاکھ زمینیں مل کر سورج کے برابر بن سکیں گی۔ہماری زمین سورج کے خاندان (سولر سسٹم) کا حصہ ہے۔جس میں آٹھ سیارے اور کوئی اسّی کے قریب چاند ہیں۔زمین کا ایک چاند ہے، پھر دم دار سیارے بھی ہیں۔بڑے بڑے پتھروں کی ایک Asteorids یعنی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الاعراف 54:7، یونس 3:10، ھود 7:11، النحل 16:16-15، الانبیا 30:21، الحج 18:22، الفرقان 59:25، الفرقان 61:25، یٰسین 40:36، حٰم السجدہ 10-11:41، الرحمٰن 6:55، الحدید 4:57، اور معارج 4:70، و دیگر آیات مبارکہ۔

ایسے چھوٹے سیارے جن کی سیارے کے طور پر درجہ بندی نہیں کی جا سکتی) کی ایک بیلٹ بھی ہے اور Meteorits چٹان یا دھات کے چھوٹے بڑے ٹکڑے) بھی اس کا حصہ ہیں۔ پھر بھی سورج کے اس خاندان کے بارے میں ہمارے پاس کم معلومات ہیں۔

سورج اور اس کا خاندان ہماری گلیکسی (Glaxy) کا حصہ ہے جس میں سو ارب کے قریب تارے موجود ہیں۔ سورج بھی ایک تارہ ہے اور یہ ہماری گلیکسی کا معمولی تارہ ہے۔ اس کے مقابلے میں جوائنٹ سٹارز اتنے اتنے بڑے ہیں جن میں کئی سولاکھ سورج سما جائیں اور سورج ہماری زمین سے اتنا بڑا ہے کہ اس میں ساڑھے تین سولاکھ زمینیں سما جائیں۔ سورج کے خاندان میں سیارے بھی ہیں، دم دار سیارچے بھی ہیں، چاند بھی ہیں اور چھوٹے بڑے پتھر بھی ہیں۔ پھر بھی ہم اپنے سولر سسٹم کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے ہیں۔ امریکہ نے اپنے سائنسی پروگرام کے تحت Voyager2 کے نام سے مصنوعی سیٹلائٹ (Spacecraft) خلا میں چھوڑا تھا۔ جس نے ہمیں یہ معلومات دیں کہ سولر سسٹم، سورج کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے، جو اس کی کشش ثقل کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور جن حصوں سے وہ نہیں گزرا ان کے بارے میں ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں ہیں۔

ہماری گلیکسی کا قطر (Diameter) ایک لاکھ بیس ہزار لائٹ ائیر (LightYear) ہے۔ روشنی ایک سال میں جو سفر طے کرتی ہے Light Year کہلاتا ہے۔ روشنی ایک سیکنڈ میں 186,000 میل یا 300,000 کلومیٹر سفر طے کرتی ہے۔ اس سپیڈ سے آپ ایک سیکنڈ میں زمین کے گرد ساڑھے سات چکر لگا سکتے ہیں۔ روشنی کا یہ سفر ایک سال میں $5.88 X 10^{12}$ ٹریلین میل یا 9.46 Trillion کلومیٹر بنتا ہے۔ اگر آپ کسی جہاز میں جس کی رفتار 800 کلومیٹر فی گھنٹہ ہو تو یہ سفر آپ تیرہ لاکھ پچاس ہزار (13,50,000) سالوں میں طے کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہماری گلیکسی کا قطر (diameter) ایک لاکھ بیس ہزار (120,000) لائٹ ائیر ہے۔ غور فرمائیے ہمیں اپنی گلیکسی میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانے کے لیے کتنے کھربوں سال درکار ہوں گے؟

ہمارا قریب ترین تارہ **Alpha Centauri** ہم سے 4.35 لائٹ ائیر دور ہے۔ ہمیں اس تارے تک جانے کے لیے اٹھاون لاکھ بہتر ہزار پانچ سو (58,72,500) سال درکار ہوں

گے۔سورج ہماری گلیکسی کا درمیانے سائز کا تارہ ہے۔اس سے بڑے بڑے تارے بھی ہماری گلیکسی میں موجود ہیں، جن میں کئی لاکھ سورج سما جائیں۔سورج ایسا روشن چراغ ہے جو ہماری زمین اور باقی سیاروں کو روشنی اور حرارت فراہم کرتا ہے۔

زمین پر زندگی کا دارومدار سورج کی روشنی اور حرارت پر ہے۔یہ سب سیارے الگ الگ مدار میں تیر رہے ہیں۔زمین چھیاسٹھ ہزار چھ سو (66,600) میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنے مدار میں گھوم رہی ہے اور ایک چکر 365.24 دنوں میں مکمل کرتی ہے۔ زمین سورج سے نو کروڑ تیس لاکھ (9,30,00000) میل دور ہے۔سورج کی روشنی کو زمین تک آنے میں 8 منٹ لگتے ہیں۔جب سورج طلوع ہوتا ہے ہمیں 8 منٹ بعد روشنی آتی ہے اور جب غروب ہو چکا ہوتا ہے تو روشنی 8 منٹ بعد تک آتی رہتی ہے۔ یہ سب تارے جہاں نظر آتے ہیں وہاں ہیں نہیں، ان کی روشنی کو آنے میں کئی سال لگتے ہیں۔چاند ہماری زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار (240,000) میل دور ہے۔ہماری زمین کا ایک ہی چاند ہے۔زمین اپنے محور پر 1042 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خط استوا پر گھومتے ہوئے 24 گھنٹے میں ایک دن مکمل کرتی ہے اور دن اور رات پیدا ہوتے ہیں۔جو حصہ سورج کی طرف آجاتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور جو گھوم کر سورج سے ہٹ جاتا ہے وہاں رات ہوتی ہے۔

سورج ایک تارہ ہے جس میں ہائڈروجن جل کر روشنی دیتی ہے اسی طرح باقی تارے بھی روشنی اور حرارت مہیا کرتے ہیں۔جبکہ سیارے ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں، ہماری زمین سورج سے جو روشنی اور حرارت حاصل کرتی ہے، وہ سورج کی کل حرارت کا $\frac{1}{\text{Billionth}}$ حصہ ہے۔ستاروں میں جب ہائڈروجن ختم ہو کر ہیلیئم میں تبدیل ہو جاتی ہے تو ستارہ روشنی دینا بند کر دیتا ہے۔اور بلیک ہول میں تبدیل ہو جاتا ہے پھر اس کی کشش ثقل سے روشنی بھی نہیں گزر سکتی۔اسی طرح سیارے بھی زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتے ہیں۔کائنات میں ستاروں کے بننے اور ختم ہونے کا عمل ہوتا رہتا ہے۔

اسی طرح سائنس کا اندازہ ہے کہ اربوں تاروں کے بھی اپنے نظام ہونگے جن کے اپنے سیارے ہونگے اور وہاں پر بھی مختلف قسم کی زندگی ہوگی۔سائنس میں UnIdentified Objects کا بھی ذکر ہے۔کہ ہم نے UFOs دیکھے ہیں۔لوگ تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم نے طشتری دیکھی ہے۔لیکن

ہمارے پاس اس کی کوئی معلومات نہیں اور نہ ہی سائنسدانوں نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ کیونکہ کائنات جتنی وسیع اور بڑی ہے انسان کا علم اور طاقت اتنے ہی کم اور محدود ہیں۔

کائنات میں ہماری Glaxy (کہکشاں) جیسی دو سو ارب کے قریب گلیکسیز ہیں اس کائنات کے بارے میں اندازے ہیں کہ اس کا ڈایا میٹر 30 ارب لائٹ ائیر ہے یعنی روشنی کو بھی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لیے 30 ارب سال درکار ہوں گے۔ ہماری کائنات میں کتنے تارے ہیں؟ اس بارے میں جدید اندازے کے مطابق کائنات میں 200 ارب ارب ($200x10^{18}$) سے زیادہ تارے موجود ہیں۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تارے بانٹنے لگے تو جتنے لوگ دنیا میں زندہ ہیں ہر ایک کے حصے میں 50 ارب تارے آئیں گے اور ہر ایک تارہ اتنا بڑا ہے کہ اس میں لاکھوں کروڑوں زمینیں سما جائیں۔

سائنسدانوں کے مطابق ہماری زمین سورج کا حصہ ہے۔ اور چھوٹا سا سیارہ ہے جس کا Diameter (قطر) 8000 میل کے قریب ہے۔ سورج اور ہماری زمین 4.6 ارب سال قبل وجود میں آئے۔ جبکہ کائنات اندازاً 15 ارب سال قبل وجود میں آئی۔ ہماری زمین مختلف ادوار سے گزری ہے۔ جب یہ وجود میں آئی تو ایک آگ کے گولے کی مانند تھی پھر پگھلی ہوئی چٹانیں آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہوئیں تو اس پر ایک ناہموار سطح وجود میں آئی۔ پھر وہ سخت چٹانیں لاکھوں کروڑوں سال میں شکست و ریخت کے بعد مٹی میں تبدیل ہوئیں۔ ہماری زمین پر کاربن ڈائی آکسائڈ اور آکسیجن گیس کے ملنے سے پانی وجود میں آیا تو (Plant Kingdom) اَن گنت نباتات اُگنے شروع ہوئے۔ نباتات کے بعد (Animal Kingdom) رینگنے والے کیڑے مکوڑے Reptiles، چھپکلیاں، ڈائنوسار اور چرند پرند وجود میں آئے۔ ان ادوار سے گزرتے ہوئے اندازاً 10 ہزار سال قبل حضرت آدم علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے اور زمین پر انسانی زندگی کا آغاز ہوا۔

پروفیسر خادم علی خاں کا مزید کہنا ہے کہ جب سے انسان کا زمین پر قبضہ ہوا ہے سائنسدان اس کو موجودہ حیاتیاتی عہد (Holocene Epoch) کا نام دیتے ہیں۔ کبھی زمین پر دیو قامت ڈائنوسار کی حکومت تھی۔ اب اس پر انسان شہر کے شہر بنا کر اس قدرتی زمین کو Man made میں تبدیل

کر رہا ہے۔آلودگی بڑھ رہی ہے، کاربن ڈائی آکسائڈ میں اضافہ ہو رہا ہے،گلوبل وارمنگ بڑھ رہی ہے Ozone کم ہو رہی ہے۔دنیامیں جو جانور شروع میں پیدا کئے گئے تھے،ان میں سے کچھ ایسے جانور ہیں جواب زمین سے ناپید ہو چکے ہیں اور کچھ ناپید ہو رہے ہیں۔اس طرح سائنس کا خیال ہے کہ ایک نہ ایک دن انسان بھی ختم ہو جائے گا۔زمین میں زلزلے،جنگیں، وبائیں،موسمی تغیرات، سیلاب اورطوفان آئیں گے،جو زمین پر تباہی کی وجہ بن جائے گی۔تب انسان کی زندگی اور اس کا دور بھی ختم ہو جائے گا۔اسی طرح ہماری زمین بھی ایک مقررہ مدت کے بعد ختم ہو جائے گی۔[1]

مختصراًیہ کہ کائنات (اور جو کچھ اس میں ہے) کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مرضی کے سوا کسی کا عمل دخل نہیں۔وہ اپنی قدرت کاملہ سے جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے۔جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو بس اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔پھر قرآن کریم میں انسان کی بے بسی کو واضح کر کے چیلنج کیا گیا ہے کہ تم نگاہ بھر کر تو دیکھو کیا تمہیں (اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں) کوئی کجی نظر آتی ہے؟ پھر دوبارہ نظر دوڑاؤ تمہاری نظر تمہاری طرف ناکام اور حسرت زدہ لوٹ آئے گی۔[2]

درحقیقت کائنات کا ذرہ ذرہ اُس وحدہ لاشریک کے وجود پاک کی گواہی دے رہا ہے۔شرط یہ ہے کہ انسان کے پاس بینا آنکھ موجود ہونی چاہیے۔

بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال:

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ ذرے ذرے میں ہے ذوق آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں
نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی
کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہائی

---

[1] تفصیل کیلئے دیکھئے یوٹیوب چینل Geography by Khadim Ali Khan

[2] الملک 4:67

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ اس قدر ہیں کہ نوع انسانی کے لیے ان کا احاطہ ممکن ہی نہیں ہے۔
قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اور اگر تمام درخت جو روئے زمین پر ہیں قلمیں بن جائیں اور یہ سمندر اور ان کے علاوہ سات سمندر اور بھی سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی (صفاتِ الٰہی شمار میں نہیں آسکتیں کیونکہ ان کا احاطہ ممکن نہیں)۔[1] لیکن لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے[2]

بالآخر ایک دن ایسا بھی آئے گا جس دن خالق کائنات کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ دنیا و مافیھا کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ قوانین فطرت تبدیل کر دیے جائیں گے۔ آسمان سے صاف طور سے دھواں نکلے گا، اور وہ بری طرح لرزنے لگے گا اور پھٹ کر تیل کی طرح سرخ و زرد ہو جائے گا۔ سورج لپیٹ لیا جائے گا، ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے۔ زمین بھونچال سے جھنجھوڑ کر ہموار کر دی جائے گی۔ بڑے بڑے پہاڑ چلائے جائیں گے اور رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ دریا آگ بن جائیں گے۔ لوگ ایسے ہو جائیں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ زمین ہموار کر دی جائے گی اور وہ اپنے بوجھ باہر نکال دے گی۔ انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ قیامت برپا ہو جائے گی۔[3]

قارئین کرام!

وجود باری تعالیٰ اور اُس کی وحدانیت کا علم فطری طور پر انسان کے اندر تھا۔ لیکن ہوا یوں کہ انسان اپنے منصب سے گر گیا وہ مادہ پرست ہو گیا، شیطان نے اس کو اغوا کر لیا اور وہ اس کے نقش قدم پر چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کرانے اور انسانیت کی ہدایت کے لیے جو انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے تھے، ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ لوگوں نے اپنے معبود حقیقی کے ساتھ اور بھی کئی شریک اور مددگار تو بنا لیے، لیکن باوجود اس کے تاریخ عالم میں

---

1. لقمان 27:31
2. الزمر 67:39
3. التکویر 11:81، الانفطار 1:82، الانشقاق 1:84، الطور 9:52، المعارج 9:70، المزمل 18:73، الکھف 47:18

کوئی بھی معتدل معاشرہ خدا اور مذہب کے تصور سے کبھی خالی نہیں رہا۔

دنیا کی قدیم تہذیبیں

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی دنیا کی قدیم تہذیبوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لادینیت یا سیکولرازم کا نظریہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ روزِ اوّل سے ہی دنیا کے تمام معاشروں میں مذہب اور خدا کا تصور ہمیشہ موجود رہا ہے:

سمیری تہذیب: دریائے فرات پر قدیم عراق بابل و نینوا کی تہذیب تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُر شہر سے تبلیغ کا آغاز کیا تھا۔ اُن کو مذہب اور بتوں کے خلاف بولنے پر آگ میں پھینکا گیا۔

مصری تہذیب: قدیم مصری تہذیب دریائے نیل کے کنارے آباد تھی، جہاں آج کا مصر آباد ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق اسی سرزمین سے ہے۔ یہاں کی تہذیب میں بھی مذہب اور ریاست یکجا تھے۔ فرعون کا عبرانی زبان میں معنی ہے سورج کا بیٹا یا سورج کا عکس۔ قدیم مصری تہذیب میں سورج کو بادشاہ کہا جاتا۔ اس کی پوجا کی جاتی۔ فرعون مذہب کے نام پر ہی حکمرانی کرتا اور خود کو اعلیٰ ربّ کہتا تھا۔

یونانی تہذیب: دنیا کی سب سے بڑی اور مضبوط ریاست تھی وہاں بت پرستی اور مجسمہ سازی کا رواج تھا۔ سقراط کو مذہب کے خلاف بولنے پر زہر کا پیالا پینا پڑا۔ وہ مجسمہ سازی کے خلاف آواز اٹھاتا تھا، دیوتاؤں کے حقیقی وجود سے انکار کرتا تھا۔ سرکاری مذہب کی مخالفت کرتا تھا۔ اس پر نوجوانوں کو بہکانے کا الزام بھی لگایا گیا۔

رومی تہذیب: رومی سلطنت نے مذہب کو سرکاری حیثیت دی دے تھی۔ رومی سلطنت سیکولر نہیں تھی، سارا نظام مذہب کے تابع تھا۔ رومی قانون کے مطابق سب سے بڑی سزا صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔[1] انجیل یوحنا (19:7) کے مطابق، یہودی حکام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹا

---

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی سزا یہود و نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ قرآن کریم اس کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں سورۃ النساء آیت (4:157-158)

الزام لگایا'' کہ اس نے کہا وہ خدا کا بیٹا ہے''، لیکن ان کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کو سزائے موت دینے کا اختیار نہیں تھا (یوحنا 18:31)، اس لیے وہ ان کو رومی گورنر (Pontius Pilate) کے پاس لے آئے، جس نے آپ علیہ السلام کو پھانسی دینے کی اجازت دی۔ اس طرح قوم یہود کے شیوخ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف رومی گورنر کو سزا پر مجبور کیا۔

یہود و نصاریٰ کی تہذیب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پانچ صدیوں تک تورات اور انجیل اکٹھی شائع ہوتی رہیں بنی اسرائیل کے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام جن میں حضرت یوسف علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام شامل ہیں، بادشاہ بھی تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں انبیاء حکومت کیا کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا اور میرے بعد تو کوئی نبی نہیں ہوگا اور البتہ خلفاء ہوں گے...'' یہود کی تاریخ میں کبھی سیکولرازم کا مرحلہ نہیں آیا، مذہب اور ریاست یکجا چل رہے تھے۔ یہی حال مسیحیت کا ہے۔ مسیحیوں کی ایک ہزار سال کی تاریخ میں مذہب اور ریاست زیادہ تر یکجا رہے۔''

مشرکین مکہ: شاید کسی کا خیال ہو کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اور اس کی صفات عالیہ کے منکر تھے، اس لیے قرآن کریم نے ان کو مشرک اور کافر کہا ہے۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق اور مالک مانتے تھے اور مصیبت میں لات ومنات اور ہُبل کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

> پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اللہ پر اعتقاد رکھ کر اس کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں[1]

بدقسمتی سے انسان خدا کو بھولا ہوا ہے، جس نے اس کو اور کائنات کے اندر موجود ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ انسان فریب میں پڑا ہوا ہے، جبکہ کلام الٰہی واضح طور پر یاد دلا رہا ہے: اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ اگر ہم اپنے خالق حقیقی

---

[1] العنکبوت 65:29

اور معبودِ برحق کو فراموش کر چکے ہیں یا اس کے ساتھ تعلق کی عملی تصویر نہیں ہیں، تو یقیناً ہم دھرتی پر بوجھ ہیں، ہمارے دلوں میں گڑبڑ ہے اور ہم روحانی بیماری میں مبتلا ہیں۔ جس کے لیے روحانی دوا کی ضرورت ہے۔ اور وہ دوا ہے "کلمہ طیبہ" پر کما حقہ عمل: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور (حضرت) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور پھر اس کلمے کے تقاضوں پر ثابت قدمی سے قائم رہنا۔

مغرب میں الحاد

خدا کے وجود کے بارے میں فلسفیانہ بحث کی مغربی روایت افلاطون اور ارسطو سے شروع ہوئی اس سے پہلے ہر کوئی خدا پر یقین رکھتا تھا۔ مغرب میں سائنس، آزادی فکر اور جدید خیالات نے جنم لیا تو بعض لوگ مذہب اور وجود باری تعالیٰ کے بارے میں نہ صرف شک و شبہ میں مبتلا ہوئے بلکہ الحاد کا بھی شکار ہو گئے۔ موجودہ دور میں عمومی طور پر یورپ کی حالت سے اس طرح لگتا ہے جیسے لادینیت ہی ان کا تازہ ترین مذہب ہے اور جیسے جیسے سیکولرازم بڑھتا جا رہا ہے، الحاد بھی بڑھتا جا رہا ہے اور ملحدین اپنی صفوں کو مزید وسعت دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مغرب میں سیکولرازم کی اصطلاح انیسویں صدی میں عام ہوئی۔ ملحدانہ حقوق نسواں کا آغاز بھی انیسویں صدی میں ہوا۔ لیکن اس سے بہت پہلے وہاں لبرل ازم کی تحریک کا بڑے زور و شور سے آغاز ہو چکا تھا۔

بقول پروفیسر مستفیض احمد علوی: لبرل ازم نے وحی الٰہی کا انکار کیا اور کہا کہ ریاست کو مذہب سے الگ ہونا چاہیے، یوں تمام ریاستی اداروں پر سے، مذہب کی فوقیت اور برتری ختم کر دی گئی۔ یہ مغرب کا گمراہی کی طرف پہلا قدم تھا۔ اس سے پہلے مغرب میں مذہب کا عمل دخل تھا گو کہ اخلاقی حالت ابتر تھی۔ مذہب کی بیخ کاری کر کے وحی الٰہی کی بجائے عقل کو بنیاد بنایا گیا اس سے زندگی کی روح بہت مجروح ہوئی۔ چنانچہ مغرب میں الحاد کا تصور ابتدائی طور پر روشن خیالی اور اصلاح کے

نام پر اُن فلسفیوں کے ذریعے اُبھرا جو ملحد تھے[1]۔ لبرل ازم کے ساتھ اس کی ارتقائی شکل، سیکولرازم کی صورت میں سامنے آئی، جس نے مذہب کو ریاست سے بے دخل کر دیا۔ جب ریاست سے مذہب بے دخل ہوتا ہے تو وہاں کے باشندوں کے دل و دماغ اور جسموں سے بھی نکل جاتا ہے۔ مغرب کے ساتھ یہی ہوا ہے۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

فسادِ قلب و نظر ہے فرہنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ نہ سکی عفیف

پروفیسر ایلک ریری (Alec Ryrie) مغرب میں الحاد کے حوالے سے اپنی لیکچر سیریز میں (The Origins of Atheism) ''الحاد کی ابتدا'' کے عنوان سے کہتے ہیں کہ نیا لفظ 'الحاد' ایک ثقافتی جنون بن گیا ہے۔ (یورپ کی) نشاۃ ثانیہ، پندرہویں سولہویں اور خاص طور پر سترہویں صدی، یہ وہ دور تھا جس میں جدید کفر و الحاد کے جذباتی اسکرپٹ لکھے گئے، وہی اسکرپٹ آج بھی دنیا میں چل رہے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب تمام سنجیدہ مفکرین عالمی سطح پر خدا کی حقیقت پر متفق تھے۔[2]

---

[1] میکیاولی (1527-1469)، تھامس ہوبز (1679–1588)، برطانوی ڈرامہ نگار اور شاعر کرسٹوفر مارلو (1593-1563) سپائنوزا (1677-1632)، کارل مارکس (1857-1798)، وولٹیئر (1778-1694)، ایڈم سمتھ (1790-1723)، فرانسیسی کیتھولک پادری جین میسلیر (1664۔ 1729)، سکاٹش روشن خیال فلسفی ڈیوڈ ہیوم (1776-1711)، فرانسیسی روشن خیال D'Holbach (1789-1723)، آرتھر شوپنہار (1860-1788)، فریڈرک نطشے (1900-1844) اور برٹنڈ رسل (1970-1872) وغیرہ۔

[2] https://www.gresham.ac.uk/watch-now/series/origins-atheism/

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی رقمطراز ہیں:

سولہویں صدی کے بعد، دیار مغرب میں، کچھ غیر معمولی فکری و عملی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مغرب کی اس نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے دوران میں، قدیم یونانی فلسفے نے، جدید دور کے تقاضوں کو سمو کر، ایک نئی زندگی حاصل کی۔ انسانیت پسندی (Humanism) کے مرکزی خیال نے، انسان کو معیار خیر وشر قرار دیا اور یوں کائنات کا مرکز، خدا کی جگہ بندۂ خدا ٹھہرا۔ انسانی زندگی کو انسانیت کی سطح پر پرکھنے کا طرزِ فکر پیدا ہوا۔ الٰہی ہدایت کی جگہ انسانی عقل نے لے لی۔ انسان کو صحیح اور غلط کے پرکھنے کا اختیار دیا گیا تو بات ذاتی مفاد سے شروع ہوئی اور قومی مفاد پہ جا کے رک گئی۔ لہٰذا انسانیت کا اجتماعی مفاد، ثانوی درجے پہ چلا گیا اور اولیت قومی مفاد کو حاصل ہوگئی۔[1]

وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارا

مسلم معاشرے پر الحاد کے اثرات

مغرب میں لادینیت کی سوچ کا آغاز تو ان کی نشاۃ ثانیہ کے بعد ہی ہوگیا تھا لیکن دنیا پر ان کے افکار کا تسلط یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد ہوا۔ بیسویں صدی کے دوران مغربی معاشروں میں ملحد اور زیادہ فعال ہوئے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انہوں نے جب سے غلامی کی زندگی پر قناعت کر کے مادیت اختیار کی ہے ان کے معاشروں کو بھی دہریت کی لہر کا سامنا ہے جس کا اندازہ mpc-journal Mashrq Politics and Culture میں شائع ہونے والی ان خبروں سے لگایا جاسکتا ہے کہ زیادہ مسلمان آبادی والے ممالک میں خفیہ طور پر Atheists پیدا ہو چکے ہیں جنہوں نے اپنے الحاد کو چھپایا ہوا ہے۔ مذکورہ Journal کے مطابق مصر کی ایک عدالت نے حال ہی میں جاری ہونے والے اعداد و شمار میں کہا ہے کہ ہزاروں مصری خواتین نے 2015ء میں طلاق کا دعویٰ دائر کیا کہ اُن کے خاوند ملحد ہیں۔[2]

---

[1] جدید سیاسی افکار کا تجزیہ قرآن کریم کی روشنی میں، ص 7

[2] https://mpc-journal.org/blog/2017/12/12/silent-atheists-in-muslim-majority

واشنگٹن ٹائمز میں چھپنے والے ایک مضمون کے مطابق 2011 میں، کردش خبر رساں ایجنسی "اے کے نیوز" نے ایک سروے شائع کیا جس میں عراق کے ملحدین کا ذکر کیا گیا ہے۔ امریکہ میں مقیم عراقی اور دیگر عرب ملحدوں نے عربی اور انگریزی زبان میں فری مائنڈ ٹیلی ویژن اور میگزین ویب سائٹس کا آغاز کیا، جو ملحدانہ نقطہ نظر کو فروغ دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے الازہر یونیورسٹی کے علماء کرام، جو کہ قاہرہ میں سنی مسلمانوں کا ایک ممتاز مرکز ہے، نے مصری صدر عبدالفتاح السیسی سے مطالبہ کیا کہ وہ ایسے آزاد ذہن کے لوگوں کو توبہ کرنے پر مجبور کریں یا وہ پھانسی کا سامنا کریں۔ مسٹر السیسی نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ مذہب کی توہین کرنے والوں کو مصری شہریت سے محروم کر دینا چاہیے۔[1]

اس سے پہلے 2007ء میں فلوریڈا، امریکہ میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس کا ایجنڈا تھا "اسلام اور قرآن کی سیکولر تشریحات، اسلامی معاشروں میں اظہارِ رائے کی آزادی، اسلامی فلسفہ کو تبدیل کرنے اور اسلامی ثقافت کی تشکیل۔"[2] اس کانفرنس میں سابقہ مصری انٹیلی جنس آفیسر کی بیٹی نونی درویش بھی شریک ہوئی جو عیسائی ہو چکی ہے۔ وہ مشرق وسطی میں جنگوں کا ذمہ دار، اسرائیل کی بجائے اُلٹا اسلامی ثقافت کو قرار دیتی ہے اور کہتی ہے کہ نفرت کا یہ پروپیگنڈا بچپن سے ہی خطہ کے بچوں کو سکھایا جاتا ہے۔ اسی کانفرنس میں ڈاکٹر وفا سلطان، شامی نژاد امریکی بھی شریک تھی، جو اسلام پر کڑی تنقید کے حوالے سے جانی جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن اسلام پر میرا ایمان نہیں، میں مسلمانوں کے خلاف نہیں، اسلام کے خلاف ہوں۔ اس کانفرنس میں اسلام پر حملہ کرنے والی ارشاد مانجی بھی شامل تھی جو خود کو اہل القرآن کہلاتی ہے لیکن قرآن کو پرانا اور بنیادی انسانی اقدار کے منافی سمجھتی ہے، جبکہ اُس کا اپنا کردار بھی مشکوک ہے۔

اسی طرح پاکستان جیسے نظریاتی اسلامی ملک میں بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر ایسے ملحد لوگ پیدا ہو چکے ہیں، جو سوشل میڈیا پر بہت متحرک ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اِس تباہی و بربادی کا ذمہ دار کس کو قرار دیں؟ گھریلو تربیت کے فقدان کو، مسلمان ریاستوں کی بے حسی کو، علماءِ اُمت کو،

---

[1] https://Gilgamesh Nabeel, special to The Washington Times, Tuesday August, 2017

[2] https://mpc-journal.org/blog/2017/12/12/silent-atheists-in-muslim-majority

نصاب مرتب کرنے والے ماہرین تعلیم واداروں کو یا مروجہ طریقہ تعلیم کو؟

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے اُمتِ مسلمہ کی نااہلی کو کس قدر افسوس کے ساتھ بیان کیا ہے:

تیرے محیط میں کہیں گوہرِ زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

بہر کیف مسلمان معاشروں میں دہریت کی لہر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان حالات میں سب سے زیادہ ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی کردار سازی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔ بچوں کے دوست ایسے نہ ہوں جو ان کی فلاسفی تبدیل کر دیں یا ان کو فکری طور پر اغوا کر لیں یا برائی کی راہ دکھا دیں۔ اسلامی ریاستوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں مناسب قانون سازی کریں اور اسلامی سزائیں نافذ کرنے میں تساہل سے کام نہ لیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ

جب کسی شخص کے عقیدے میں بگاڑ آتا ہے تو لازمی طور پر اس کے اثرات روح اور عمل پر پڑتے ہیں۔ فطرت سے بغاوت کر کے کسی شخص کا ملحد ہو جانا انسانی زندگی کا غیر معمولی واقعہ ہے۔ فطرت سے اس دوری کی بنا پر ملحد کی زندگی بے ترتیب اور بے مقصد ہو جاتی ہے، وہ خود سے نفرت کرنے لگتا ہے، اور ہر وقت سکون کی تلاش میں رہتا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا بھر میں لوگوں کی اکثریت ملحدوں اور آزاد سوچ رکھنے والوں کو فطری طور پر بھی اچھا نہیں سمجھتی۔ حتیٰ کہ جب یورپ میں مذہب کا عمل دخل تھا، جن فلسفیوں نے خدا کے وجود کے خلاف مہم چلائی یا الحاد کو فروغ دیا اور مذہب پر تنقید کی، ان کو سخت سزائیں سنائی گئیں۔

یہ درست ہے کہ دنیا میں دہریت کی تازہ لہر بہت شدید ہے اور ملحد، سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس پر اپنا دائرہ کار بھی بڑھا رہے ہیں جن میں وہ نوجوان نسل کو الحاد کی تعلیم دے رہے ہیں۔ موجودہ دور میں الحاد بڑھنے کی ایک بڑی وجہ انٹرنیٹ بھی ہے۔ لیکن انٹرنیٹ کا فائدہ بھی ہے کہ میڈیا کے ذریعے اسلام کی دعوت و تبلیغ دنیا کے کونے کونے اور گھر گھر پہنچ رہی ہے۔ علماء حق کی اس تبلیغ کی وجہ سے جو لاعلم لوگ دہریت کا شکار ہوئے وہ واپس لوٹ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ

انہوں نے اسلام، قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کا نیک نیتی سے از سرِنو مطالعہ کیا ہے۔ عیسائیت سے تعلق رکھنے والے ملحد بھی پلٹ رہے ہیں۔ خیال کیا جانا چاہیے کہ ایک تو یہ لہر عارضی ہے دوسری بہت ہی محدود اور وقتی ہے۔ دراصل دہریت ایک جہالت ہے جیسے جیسے دنیا زیادہ تعلیم یافتہ ہوجائے گی مذہب کی بالادستی قائم ہوتی جائے گی۔ دہریت کا خاتمہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بالآخر اس نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا ہے۔

لیکن یہ بات اپنی جگہ بہت ہی اہم، حیران کن اور ناقابل یقین ہے کہ ایک انسان عالم ارواح میں تو اپنے رب کی ربوبیت کا اقرار کرے لیکن دنیا میں پہنچ کر اس کے وجود کا ہی انکار کر دے۔ اسی لیے ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ جنگ ہو، کھیل کا میدان ہو، بیماری ہو، یا کوئی اور مصیبت، ہر انسان بالآخر نظریں اٹھا کر آسمان کی طرف ہی دیکھتا ہے۔ اس کی بیشمار مثالیں ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ڈاکٹر سیّد عبد الطیف نے اپنی کتاب ''The Mind Al-Qur'an Builds'' کے صفحہ 105 پر ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس جیسے کمیونسٹ فریم ورک میں کام کرنے والے معاشرے بھی خدا کے تصور کو اپنی زندگیوں سے نہیں نکال سکے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

مسٹر چرچل نے دوسری عالمی جنگ سے متعلق اپنی کتاب کی جلد 4 کے صفحہ 433 پر سٹالن کی زندگی سے متعلق ایک بہت اہم واقعہ لکھا ہے۔ 1942ء میں چرچل نے ماسکو کا دورہ کیا اس وقت روس موت وحیات کی کشمکش میں تھا۔ چرچل سٹالن کو اتحادی افواج کے ملٹری اپریشنز کے متعلق اپنے منصوبے کی تفصیلات بتا رہا تھا۔ منصوبے کی تفصیل کے ایک خاص مرحلے پر جب کہ سٹالن کی دلچسپی بہت بڑھ چکی تھی، کہنے لگا: ''خدا اس منصوبے کو کامیاب کرے''۔

سٹالن ایک سخت گیر ملحد تھا جس نے عیسائیت کو کچلنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اس کی بیٹی Svetlana نے اپنے والد کی مادیت اور تشدد کو یکسر مسترد کر دیا تھا۔ سویٹلانہ نے مکمل طور پر ملحدانہ ماحول میں پرورش پائی تھی لیکن اس نے الحاد کو خیر باد کہہ کر مذہب کی طرف رجوع کر لیا۔ وہ کہتی ہے مارکس ازم، لینن ازم کے جو طریقے اسے بچپن سے سکھائے گئے تھے، دھوئیں کی طرح غائب ہوگئے۔

انٹونی فلیو (Antony Flew) (1923-2010) دنیا کا سب سے مشہور اور بدنام زمانہ ملحد تھا۔اس نے یہ اعلان کر کے دنیا کو چونکا دیا کہ وہ خدا پر ایمان لے آیا ہے۔اس نے اپنی ایک کتاب میں اس تبدیلی کا ذکر کیا ہے، جس کا عنوان ہے (There is a God) ایک خدا ہے۔فلیو نے الحاد سے توبہ کی بڑی وجہ فطرت کے قوانین اور DNA کو قرار دیا ہے۔

حاصل گفتگو

گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ مغرب کے ملحد فلسفیوں کے خیالات کے برعکس یہ کائنات بے خدا نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی حادثے کی پیداوار ہے۔بلکہ یہ قادر مطلق کی تخلیق کردہ ہے جو عالمین کا رب ہے، نشوونما کرنے والا ہے، پالنے والا ہے، اپنی مخلوق کو روشنی، پانی، ہوا، اور دیگر وسائل مہیا فرمانے والا، حاکم مطلق ہے اور ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔

شیخ علی طنطاوی فرماتے ہیں تمام انسان مومن ہوں یا کافر، عبادت گزار ہوں یا فاسق و فاجر اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اور مایوسی اس انتہا کو پہنچ جائے کہ اس مصیبت سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کارگر نہ رہے تو ایسی حالت میں مصیبت زدہ شخص اس دنیا کی کسی مادی چیز کی پناہ تلاش نہیں کرتا بلکہ وہ کسی ایسی قوت کی پناہ تلاش کرنا چاہتا ہے جو اس کائنات سے ماوریٰ ہو جسے وہ دیکھ نہیں سکتا لیکن اس کی روح، اس کا دل اس کے جسم کا ہر ریشہ اس کے موجود ہونے کی گواہی دیتا ہے اور اس کی عظمت و جلال کا احساس رکھتا ہے۔[1]

چنانچہ دہریت فطرت کے برعکس ہے، ہٹ دھرمی ہے جہالت ہے، باغیانہ روش ہے۔ ایک شخص گھنے جنگل میں سفر کر رہا ہو، اچانک اس کی نظر ایک چھونپڑی پر پڑے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ شخص یہ خیال کرے گا کہ یہ چھونپڑی خود بخود وجود میں آئی ہے اور اسے بنانے والا کوئی نہیں؟ ایسا ہو ہی نہیں سکتا! یقیناً وہ شخص یہ خیال کرے گا کہ کہیں آس پاس کوئی نہ کوئی انسان ضرور موجود ہے جس نے یہ جھونپڑی تعمیر کی ہے۔اسی طرح ہماری دنیا میں ایک معمولی سی چیز میز یا کرسی، بڑھئی کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی تو ایک وسیع و عریض کائنات خود بخود کیسے وجود میں آسکتی ہے؟

---

[1] شیخ علی طنطاوی، تعریف عام بدین الاسلام، ص 79، اردو ترجمہ سیّد شبیر احمد

کائنات کی نشانیاں خالق کائنات کی قدرت کا پتہ دیتی ہیں۔بقول شاعر:

وَفِی کُلِّ شَیءٍ لَہُ آیَۃٌ
تَدُلُّ عَلیٰ اَنَّہُ وَاحِدٌ

دُنیا کی ہر چیز میں نشانیاں موجود ہیں۔جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسے بنانے والا ایک ہے۔

خالق کائنات نے یہ آسمان وزمین یوں ہی عبث اور بلا مقصد نہیں بنائے، بلکہ اس سے مقصود انسانوں (اور جنوں) کی آزمائش ہے کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے۔

چنانچہ دنیا میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنا کر تہذیب وتمدن کے آغاز کے لیے دنیا میں بھیجا اور فرمایا جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی، ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے[1] یہ ہدایت قرآن کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔جس کے بارے میں فرمایا گیا: یہ ایک بلند پایہ (بے مثال) کتاب ہے۔اس میں نہ باطل اس کے آگے سے داخل ہوسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔یہ نہایت اہتمام کے ساتھ اس ہستی کی طرف سے اتاری گئی ہے جو سراسر حکمت ہے۔[2] مزید فرمایا: اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے اور بار بار دہرائے جاتے ہیں۔جن سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے۔اس (قرآن) کے ذریعہ راہ راست پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔[3]

اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ یا تو اپنی قسمت کو خالق کائنات کے سپرد کردے یا خود کو خالق کی بجائے دوسروں سے وابستہ کرلے اور ان کے آگے سربسجود ہو جائے، یا پھر اپنی قسمت کا مالک خود

---

[1] البقرہ 38:2

[2] حٰم السجدۃ 42,41:41

[3] الزمر 23:39

اپنے آپ کو سمجھے اور دنیا میں مارا مارا ٹھوکریں کھاتا پھرے!

دنیا کے عظیم مفکرین نے ہمیشہ سے ایک ایسے مذہب کی تلاش میں گہری دلچسپی لی ہے جو بنی نوع انسان کی مادی اور روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہو۔ چنانچہ اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جو انسانیت کی روحانی اور مادی طور پر مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے انسان کی کوئی ایسی فکر باقی نہیں چھوڑی جس کا تسلی بخش جواب نہ دیا ہو۔ اسلام صرف مسجد تک محدود نہیں بلکہ کلاس روم، یونیورسٹی، دفتر، گھر، بازار، محاذ جنگ، صلح کا مقام اور حکومت کے ایوانوں تک ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اسلام ہی سچائی کا مذہب ہے، اسلام ہی زندگی کا صحیح طریقہ سکھاتا ہے۔ اس میں اطمینانِ قلب اور لوگوں کی زندگی تبدیل کرنے کی الہامی طاقت موجود ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے بھائی چارہ، محبت، رحمت اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اسلام والدین، بیوی، بچوں پڑوسی، رشتہ داروں سے لے کر معاشرے کے تمام افراد کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے۔ گویا کہ اسلام کا Family مینجمنٹ سسٹم Un-Challangeable ہے جس کو غیر مسلموں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی قوانین ہیں جن کی حکم عدولی کی صورت میں اس نے روزِ آخرت سے نہ صرف انسان کو خبردار کیا ہے بلکہ ایسی وقتی سزاؤں کو بھی قائم کیا ہے جو انسانیت کی بقا اور فلاح و بہبود کے لیے ناگزیر ہیں۔

اسی طرح رسولِ اقدس ﷺ کی زندگی مبارکہ کو مسلمانوں کے لیے Role Model قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ قرآن کا چلتا پھرتا عملی نمونہ ہیں، اور لوگوں سے وہ سارے بوجھ اور طوق اتار پھینکتے ہیں جو انہوں نے اپنی گردنوں میں ڈال رکھے ہیں۔ آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دُنیا میں جنت کی بشارتیں حاصل کیں۔

چنانچہ کوئی شخص بھی قرآنِ کریم اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارکہ کا نیک نیتی سے مطالعہ کرے گا تو اس کے ذہن میں دنیا کی وضاحت اور کائنات کی حقیقت کا ایک ذہنی خاکہ وجود میں آئے گا جس کو ورلڈ ویو (World View) کہا جاتا ہے۔ یہ ورلڈ ویو ایک انسان میں کائنات کو ٹھیک طور پر سمجھنے کی اہلیت پیدا کر دے گا لیکن یاد رکھیئے مغرب کا تعلیمی نظام صحیح ورلڈ ویو بننے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ جو لوگ اسلام کے بارے میں عام مغربی طرز فکر سے سوچنے کے عادی ہیں

ان کا World View کبھی درست نہیں ہوسکتا۔

درحقیقت اسلامی ریاستوں اور معاشروں میں رفتہ رفتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل ناپید ہوتا جارہا ہے۔گھر سے لے کر حکومت کے ایوانوں تک بچوں کی عملی تربیت کا کوئی باقاعدہ اور واضح ایجنڈا دیکھنے میں نہیں آیا۔جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ دن دیکھنے نصیب ہورہے ہیں۔ہم کفار کے ہاتھوں اپنی بربادی کارونا تو روتے ہیں ہمیں خلافت راشدہ کے سہانے خواب بھی نظر آتے ہیں لیکن ہم اپنی روش بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ہمارے زوال کے اسباب کا تذکرہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے جواب شکوہ میں تفصیل سے کیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی معاشرے کا ہر حصہ دار (Stake Holder) اپنی اپنی ذمہ داریاں کماحقہ پوری کرے اور معاشرے میں ایسا ماحول پیدا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرے جو اس کی بقا کے لیے ضروری ہے۔اس کے بغیر نہ ہمارے مسائل حل ہوسکتے ہیں نہ ہماری دل شکستگی دور ہوسکتی ہے کیونکہ مستقبل انہی کا روشن ہے جو اس کے لیے ضروری منصوبہ بندی کرتے ہیں۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے دھندلا سا ستارہ تو ہے

اسلام اور وحدتِ ادیان

تہذیبیں جب ایک دوسرے سے interact کرتی ہیں تو طاقتور تہذیب کمزور تہذیب پر لازمی اثر انداز ہوتی ہے۔عرب فاتحین پہلی صدی ہجری کے آواخر میں افریقہ سے نکل کر یورپ میں داخل ہوئے اور اسپین میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جو آٹھ سو سال تک قائم رہی۔ یہ پہلا موقع تھا جب یورپ کا اسلامی تہذیب سے براہِ راست واسطہ پڑا تھا۔ چنانچہ جس طرح اسلامی تہذیب وتمدن نے مغرب پر دوررس اثرات مرتب کیے اسی طرح موجودہ دور میں خاص طور پر مسلمان معاشرے بھی یورپی تہذیب وتمدن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ دنیا کی امامت وسیادت اب مغرب کے پاس ہے۔اس کے علاوہ کئی اور وجوہات بھی ہیں جن میں ایک وجہ مستشرقین ہیں جنہوں نے دین اسلام کا اپنی نظر سے مطالعہ کر کے اسے اس انداز سے پیش کیا کہ جہاں مغرب اسلام فوبیے کا شکار ہوا، وہاں ان کی تحریروں کا زہر کسی حد تک اسلامی معاشروں میں بھی پھیل چکا ہے۔لہٰذا ہمارے بعض جدت پسند اور روشن خیال مسلمانوں کو تہذیب مغرب نے اس قدر اپنا غلام بنالیا ہے کہ ان کو اپنی تہذیب میں سوائے عیب تلاش کرنے کے کچھ نظر نہیں آتا۔حالانکہ اسلامی تہذیب وتمدن کی اپنی خصوصیات ہیں جو اس کو اپنی آفاقی، عالمگیر اور انسان دوست تعلیمات کی بنا پر دنیا کی تمام تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

آزادیٔ افکار سے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر وتدبر کا سلیقہ

مغرب سے متاثر بعض روشن خیال مسلمان اپنی من مرضی سے قرآنی تعلیمات کی تشریح ایسے الفاظ میں کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فکری طور پر وہ اغوا ہو چکے ہیں۔مثال کے طور پر وہ

کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب ہی سچے ہیں اور ان مذاہب پر عمل کرنے والے جو نیک اور بھلے لوگ ہیں وہ بھی نجات پائیں گے۔ان کے خیال میں نجاتِ اُخروی کے لیے دین اِسلام پر ایمان لانا ضروری نہیں۔گویا کہ:

با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام

لیکن ان لوگوں کی یہ تشریح وتعبیر نہ صرف درست نہیں بلکہ قرآن کریم کی نصوص کے بھی سراسر خلاف ہے۔یاد رکھیے وحدتِ ادیان کی یہ سوچ الحاد کا پہلا زینہ ہے:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

یہ لوگ سورۃ البقرۃ کی آیت 62 سے استدلال کرتے ہیں، جس میں ارشاد ہے:

مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اداسی۔[1]

اسی مضمون کی ایک اور آیت سورۃ الحج میں بھی ہے جس میں مسلمان، یہودی، نصاریٰ اور صابیوں کے علاوہ مجوس اور مشرکین کا بھی ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابی اور عیسائی اور آتش پرست اور شرک کرنے والے، یقیناً اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمادے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔[2]

مذکورہ آیات میں جن گروہوں کا ذکر کیا گیا وہ کون ہیں؟

گروہ نمبر 1: مسلمان، یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اس کی کتابوں، روزِ آخرت، تمام انبیاء

---

[1] البقرہ 62:2
[2] الحج 17:22

کرام علیہم السلام اور نبی آخر الزماں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے

گروہ نمبر 2: یہود، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پیروکار کہلانے والے

گروہ نمبر 3: نصاریٰ، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پیروکار۔ موجودہ عیسائی نصاریٰ کی بجائے مسیحی کہلاتے ہیں اور اناجیل اربعہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جبکہ قرآن نے صرف ایک انجیل کا ذکر کیا ہے۔

گروہ نمبر 4: صابی

بقول علامہ عبدالکریم اثری: صابی کے لفظی معنی تو اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں چلے جانے کے ہیں۔ یا اپنے مذہب سے بیزار ہو کر دوسرے کی طرف مائل ہونے کے۔ (راغب) لیکن اصطلاح میں صابیوں کے نام کا ایک مذہبی فرقہ تھا۔ جو عرب کے شمال مشرق میں شام و عراق کی سرحد پر آباد تھا۔ یہ لوگ دین توحید اور عقیدہ رسالت کے قائل تھے اس لیے اصلاً اہل کتاب ہی تھے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ یحییٰ کہتے تھے گویا یہ لوگ حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی اُمت تھے۔ سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے مبصر و نکتہ رس خلیفہ راشد اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے محقق صحابی نے صابیوں کو اہل کتاب میں شمار کیا ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے اور تابعین میں سے بھی ایک جماعت اکابرین کی (ان کو) اہل کتاب اور موحد ہی مانتی ہے یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ اہل قبلہ تھے۔ نماز ادا کرتے تھے اور امام ابو حنیفہؒ چونکہ خود عراقی تھے اس لیے ان سے براہ راست واقفیت رکھتے تھے ان کا فتویٰ ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح درست ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عراق میں اسی نام سے یہ لوگ اب بھی موجود ہیں لیکن عراقی لوگ ان کو حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی اُمت کہتے ہیں۔[1]

گروہ نمبر 5: مجوس یعنی آتش پرست

گروہ نمبر 6: مشرکین۔

ان آیات سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہ سارے گروہ اسلام میں داخل نہیں بلکہ الگ الگ اُمت

---

[1] عبدالکریم اثری، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، تفسیر آیت البقرہ 62:2

ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب کا ذکر الگ الگ فرمایا ہے۔

قارئین کرام!

سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دینِ اِسلام میں کسی بھی مسئلے میں کوئی حکم لگانے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے سے متعلق تمام آیات یکجا کی جائیں پھر ان کو مدِنظر رکھ کر حکم لگایا جائے تاکہ اس موضوع پر کسی آیت مبارکہ کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔لیکن وحدتِ ادیان کے حامیوں نے سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت مبارکہ کے ساتھ تو یہ معاملہ کیا ہے، جیسے کوئی شخص نماز کے متعلق ایک آیت کا صرف یہ جز و اٹھائے لاتقربوا الصلوۃ (نماز کے قریب نہ جاؤ) اور سرے سے نماز ہی کا انکار کر دے اور نماز کی فرضیت پر دیگر بیشمار آیات کو نظر انداز کر دے۔

چنانچہ مذکورہ بالا دونوں آیات کی صحیح تفسیر معلوم کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔کیونکہ قرآن بھی اپنی تفسیر خود کرتا ہے اور حدیث مبارکہ تو ہے ہی قرآن کی تشریح و تفسیر بزبان رسولِ اقدس ﷺ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ مشروط کر دیا ہے:

1۔اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔[1]

2۔جس نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی، اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ (ﷺ) کو اس کا نگران بنا کر نہیں بھیجا۔[2]

قرآن کریم میں **اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ** متعدد مرتبہ آیا ہے۔ان آیات مبارکہ میں ہر جگہ یہی مطالبہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول (ﷺ) کی اطاعت بھی لازم و ملزوم ہے۔

اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت کا طلبگار ہے تو شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف اس سے محبت کرنے لگے گا بلکہ اس کے گناہ بھی معاف کر دے گا۔

---

[1] محمد 33:47

[2] النساء 80:4

1۔ کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

2۔ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔[2]

اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی اطاعت کی بجائے ایذا پہنچائے تو عام شخص تو کیا، حقیقی چچا کو بھی معافی نہیں ہے۔ چہ جائکہ یہودی، نصاریٰ اور صابی ہوں یا کسی اور مذہب کے پیروکار۔ فرمایا:

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا[3]

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی عہد لیا تھا۔

یاد کرو اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔[4]

یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو آپ نے ان پر ایمان بھی لانا ہے اور ان کی مدد بھی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کو بھاری ذمہ داری قرار دیا۔ جواب میں ان تمام نفوسِ قدسیہ نے اللہ تعالیٰ سے اس ذمہ داری اٹھانے کا اقرار کیا۔ ظاہر ہے ان پاک پیغمبروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مسیحی حضرت

---

[1] آل عمران 31:3

[2] آل عمران 32:3

[3] اللھب 111 :1

[4] آل عمران 81:3

عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب ان کے پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کرلیا تو قوم کے لیے راہ فرار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اگر یہودی اور عیسائی اپنے اپنے پیغمبروں کو ماننے کے دعوے میں سچے ہیں تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن انہوں نے اس سے صریحاً روگردانی کی، نہ اپنے پیغمبروں کی اطاعت کی، نہ ہی نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔[1]

اس آیت کی تفسیر میں غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اونٹنیوں کے گوشت اور ان کے دودھ کو مکروہ جانتے تھے، مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو انہوں نے کہا: ہم دونوں شریعتوں پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ تورات بھی اللہ کی کتاب ہے، آپ ہمیں اس پر بھی عمل کرنے دیں، تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی کہ تم اسلام میں ظاہراً و باطناً داخل ہو جاؤ اور نفاق کر کے شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو تیسرا قول یہ ہے کہ جو اہل کتاب، کتب سابقہ پر ایمان لائے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اصل مقصود ان کی شریعت پر اسلام لانا ہے ان سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ تم ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شریعت اور دین اسلام میں داخل ہو جاؤ یہی دین اسلام ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین اور شریعت کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

---

[1] البقرہ 2:208

تم اس حکم کی مخالفت کر کے اور متعدد شریعتوں میں متفرق ہو کر شیطان کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔[1]

درج ذیل آیت میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک لے کر آپ ﷺ پر نازل کی گئی کتاب قرآن پر ایمان لانے کا حکم فرمایا ہے:

اور جولوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا (دین) بھی وہی ہے، اللہ نے ان کے گناہ دور کر دیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔[2]

لہٰذا کسی بھی شخص یا اُمت یا قوم کے لیے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ عزّوجل کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے:

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی.........۔[3]

عبدالکریم اثری لکھتے ہیں:

ابن جریر نے مجاہد سے سلمان کا بہت بڑا قصہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلمان نے رسول اللہ (ﷺ) سے دریافت کیا کہ ان نصاریٰ کا کیا حال ہوگا جن کو ہم نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ نہایت ہی زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ اسلام پر تو نہیں مرے۔ سلمان کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی مجھ پر دنیا تاریک ہوگئی میں نے ان لوگوں کے ورع وتقویٰ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی یعنی زیرِ نظر آیت: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سے آخر آیت تک۔ رسول اللہ (ﷺ) نے سلمان کو طلب فرمایا اور کہا کہ تمہارے دوستوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے پھر فرمایا کہ

---

[1] غلام رسول سعیدی، تفسیر تبیان القرآن، تفسیر آیت البقرہ 208:2

[2] محمد 2:47

[3] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 2، حدیث 224

جو شخص دین عیسیٰ پر فوت ہوا اور میری اطلاع اسے نہیں ہوئی تو وہ حالت اسلام میں مرا اور جس کے پاس میری نبوت کی خبر پہنچ گئی اور پھر بھی وہ ایمان نہ لایا تو وہ یقیناً ہلاک ہوگیا۔اس شانِ نزول نے بتادیا کہ اس آیت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وقت بعثت تک موجود تھے اور حق وصداقت کو کھو نہیں بیٹھے تھے....[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزید ارشاد گرامی ہے:

(حضرت) ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے کہ اس اُمت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانا جہنم والوں میں سے ہوگا۔[2]

مفسرین کرام کے مطابق آیت بالا کی صحیح تفسیر یہ ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں یہود کی بدعملیوں اور سرکشیوں اور اس کی بنا پر ان کے مستحق عذاب ہونے کا تذکرہ فرمایا تو ذہن میں اشکال پیدا ہوسکتا تھا کہ ان یہود میں جو لوگ صحیح کتاب الٰہی کے پیروکار اور اپنے پیغمبر کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے والے تھے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا، یا کیا معاملہ فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرما دی صرف یہودی نہیں نصاریٰ اور صابی بھی اپنے اپنے وقت میں جنہوں نے اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھا اور عمل صالح کرتے رہے وہ سب نجات آخروی سے ہمکنار ہوں گے اور اسی طرح رسالت محمدیہ پر ایمان لانے والے مسلمان بھی اگر صحیح طریقے سے ایمان باللہ والیوم الآخر اور عمل صالح کا اہتمام کریں تو یہ بھی یقیناً آخرت کی ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں گے۔نجات اخروی میں کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا وہاں بے لاگ فیصلہ ہوگا۔چاہے مسلمان ہوں یا رسول آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے گزر جانے والے یہودی، عیسائی اور صابی وغیرہ۔[3]

---

[1] عبدالکریم اثری، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، تفسیر آیت البقرہ 208:2

[2] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 386

[3] یوسف صلاح الدین وصفی الرحمن مبارکپوری، تفسیر احسن البیان، تفسیر آیت البقرہ 208:2

حاصل بحث یہ ہے کہ دنیا کے دوسرے مذاہب کو بھی دین اسلام کی طرح سچا سمجھنا، اُن پر عمل کرنا، اُن کو بھی نجات کا ذریعہ سمجھنا، یا سب مذاہب، ادیان اور ضابطوں کو ملا کر ان کا ایک معجون مرکب، یا ملغوبہ تیار کرنا، اسی طرح یہ خیال کرنا کہ بیت اللہ شریف اور دین اسلام کی مساجد اور دیگر مذاہب کے معبد سب برابر ہیں، نہ صرف درست نہیں بلکہ ضلالت وگمراہی ہے۔ قرآن مجید نے دو ٹوک اور واضح الفاظ میں فرمایا دیا ہے کہ حق اور باطل کی آمیزش نہیں ہوسکتی: میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل [1]

سورۃ الکافروں میں بھی مشرکانہ مذاہب سے ابدی مفارقت اور بیزاری کا واضح پیغام ہے:

آپ فرما دیجئے کہ اے کافرو۔ نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں عبادت کرونگا جسکی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔ [2]

اس سورۃ کی تفسیر میں سیّد مودودی لکھتے ہیں:

یعنی میرا دین الگ ہے اور تمہارا دین الگ۔ میں تمہارے معبودوں کا پرستار نہیں اور تم میرے معبود کے پرستار نہیں۔ میں تمہارے معبودوں کی بندگی نہیں کرسکتا اور تم میرے معبود کی بندگی کے لیے تیار نہیں ہو۔ اس لیے میرا اور تمہارا راستہ کبھی ایک نہیں ہوسکتا۔ یہ کفار کو رواداری کا پیغام نہیں ہے، بلکہ جب تک وہ کافر ہیں ان سے ہمیشہ کے لیے براءت، بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان ہے، اور اس سے مقصود ان کو اس امر سے قطعی اور آخری طور پر مایوس کر دینا ہے کہ دین کے معاملہ میں اللہ کا رسول اور اس پر ایمان لانے والوں کا گروہ کبھی ان سے کوئی مصالحت کرے گا۔ [3]

قارئین کرام!

اسلام جو اپنی انفرادیت یہاں تک برقرار رکھتا ہے کہ اُن اوقات میں عبادات کی بھی اجازت

---

[1] یونس 41:10

[2] الکافرون 6:109

[3] سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، تفسیر سورۃ الکافرون، آیت 6

نہیں دیتا جو مشرکین و مجوس کے اوقات ہیں، نہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے، تو وہ وحدتِ ادیان کا کس طرح حامی ہوسکتا ہے؟ ماضی بعید میں بھی اس طرح کی کوششیں ہوتی رہی ہیں جیسا کہ ہندوستان میں مغل بادشاہ، اکبر کا دین الٰہی، داراشکوہ کا الحاد، اور مصطفی کمال پاشا کا ترکی میں اسلامی تشخص ختم کرنا وغیرہ۔ اسلامی ممالک میں اب بھی اربابِ اقتدار و اختیار اور عوام الناس میں ایسے نام نہاد دانشور موجود ہیں، جو روشن خیالی کی آڑ میں اسلام کا نیا Version تیار کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہیں جو یورپ سے تعلیم یافتہ ہیں یا فرنگی تہذیب و تمدن سے متاثر ہیں اور یورپ جیسا طرزِ زندگی اور بود و باش اپنانا چاہتے ہیں۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے مانگ لایا ہے فرنگی سے کفن

علاوہ ازیں مذہب بیزاری، حدود و قیود سے آزاد فکر اور یورپ کی تقلید میں بعض ایسے روشن خیال بھی ہیں جو اسلام کو فرد کا نجی معاملہ قرار دیکر اس کو خاندان، معاشرے اور ریاست سے بے تعلق کرنا چاہتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اسلامی عبادات میں بھی کلام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی فریضہ حج کی بات کرے تو فوراً تجویز پیش کرتے ہیں کہ اس رقم سے کسی غریب بچی کی شادی کرا دیں۔ اسی طرح قربانی کا معاملہ ہے۔ جس کا روحانی پہلو تو تقویٰ حاصل کرنا ہے لیکن اس کے مادی پہلو میں لوگوں کے لیے معاش کا بہت سا سامان ہے۔ اس سے معاشرے کے نادار اور غریب لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ جانوروں کے ہمدرد بن کر اسلام پر تنقید کرتے ہیں کہ یہ جانوروں پر ظلم ہے۔ حالانکہ قربانی تو سال میں صرف ایک مرتبہ ہے لیکن اس کے برعکس دنیا بھر میں روزانہ کروڑوں جانوروں کا گوشت Starbucks, McDonald, K.F.C، Subway اور Berger King میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہ ظلم نہ ان کو نظر آتا ہے نہ اس پر تنقید کی جاتی ہے۔ مزید برآں مغرب میں Pet Animals کی روزانہ خوراک کے لیے جن جانوروں کو قتل کیا جاتا ہے، کیا ان لوگوں کی نظر میں ایسے جانوروں کے بھی کوئی حقوق ہیں کہ نہیں؟

اسی طرح یہ لوگ اسلامی ریاست میں حدود و قیود سے آزاد اور شتر بے مہار معاشرے کی تشکیل کے خواہش مند ہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے قوم کی چند لبرل بیٹیوں کو بھی

اپنے ساتھ شامل کرلیا ہے، جنہوں نے حال ہی میں عوامی مقامات پر جمع ہو کر بڑے عجیب وغریب سلوگن لگائے ہیں۔ یہ سلوگن نہ صرف اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑانے کے مترادف ہیں بلکہ اسلامی معاشرے میں مغربیت، الحادیت اور عریانیت پھیلانے کی سوچی سمجھی سازش ہے:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مختصراً یہ کہ اگر وحدتِ ادیان کے حامیوں کے نظریاتِ باطلہ کو درست تسلیم کرلیا جائے تو کفر و شرک قابل قبول ٹھہرتے ہیں، قریش مکہ اور خیبر کے یہودیوں سے جھگڑا باقی نہیں رہتا، یہود و نصاریٰ کو قرآن کا کافر قرار دینا بے معنی قرار پاتا ہے، معرکہ بدر وحنین کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر سارا دین اور ساری دینداری بے معنی ہو کررہ جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ جو شخص اسلام کے سوا اور دین اختیار کرے گا، اس کا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانا جہنم والوں میں سے ہوگا۔[1] اس لیے وحدتِ ادیان کا تصور نہ صرف درست نہیں بلکہ ضلالت وگمراہی اور الحاد کی ہی ایک شکل ہے۔

---

[1] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 386

اِسلام اور گلوبلائزیشن

مغربی سکالرز اور ان کے ہم خیال لوگوں کا دعویٰ ہے کہ گلوبلائزیشن کا تعلق بنیادی طور پر معاشیات سے ہے:

Globalization is the integration of national economies through trade, investment, capital flow, labour migration and technology,[1].

گلوبلائزیشن تجارت، سرمایہ کاری، سرمایہ کا بہاؤ، مزدوروں کی نقل مکانی، اور ٹیکنالوجی کے ذریعہ قومی معیشتوں کا انضمام ہے۔

اُن کے خیال میں اس معاشی انضمام کا مقصد دنیا سے معاشی ناہمواری ختم کرنا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب سے دنیا جدید ٹیکنالوجی سے متعارف ہوئی ہے، اس نے ایک گلوبل ویلج کی صورت اختیار کر لی ہے، جہاں مختلف ممالک اور اقوام کے لوگ اپنی ثقافت اور شناخت کے اعتبار سے روزانہ ایک دوسرے سے رابطے میں ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک تاریخی عمل کے ذریعے تیزی سے ایک معاشرتی اکائی کی صورت اختیار کر رہے ہوتے ہیں۔

Globalization referes to the historical process by which all the world's people increasingly come to live in a single social unit.[2]

یعنی گلوبلائزیشن سے مراد وہ تاریخی عمل ہے جس کے ذریعہ دنیا کے تمام لوگ تیزی سے ایک ہی سماجی اکائی میں رہنے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

مغربی سکالرز کے مطابق اقوام عالم کے مابین رکاوٹوں کے خاتمے سے دنیا نے نا صرف ہر شعبے میں بے مثال ترقی کی ہے، بلکہ اس سے دنیا کو عالمگیر بننے میں بھی مدد ملی ہے۔

---

[1] https://www.igi.global.com/dictionery/education

[2] https://www.encyclopedia.com

لیکن مسلمان علماء اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ان کے خیال میں مغربی مفکرین کا یہ دعویٰ بظاہر تو معیشت سے متعلق ہے لیکن درونِ خانہ اس دعویٰ کے سیاسی اور تہذیبی مقاصد بھی ہیں۔حقیقت میں گلوبلائزیشن اسلام پر حملے کے مترادف ہے،جس کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ اسلام وہ واحد دین ہے جو مذاہب عالم کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔گلوبلائزیشن کے اصول اور اقدار لبرل ہیں، جبکہ اسلام کے اصول و اقدار عالمگیریت کی لبرل قدروں سے مطابقت نہیں رکھتے۔مزید برآں جس طرح مغربی تہذیب نے اسلامی تہذیب پر دوررس اثرات مرتب کیے ہیں اور مسلمانوں کی ایک تعداد نے رفتہ رفتہ بعض غیر اسلامی ثقافتی اقدار کو یا تو قبول کیا ہے یا ان کے ساتھ موافقت اختیار کرلی ہے۔اسی طرح گلوبلائزیشن بھی مسلمانوں کی مذہبی زندگی پر منفی اثرات مرتب کرے گی۔لہٰذا گلوبلائزیشن مغربی افکار کو فروغ دینے کی ایک منظم کوشش ہے۔ان حالات میں مسلم اُمہ پر اس سے کہیں زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جو فی الوقت وہ عالمگیریت کے منفی اثرات کے بارے میں محسوس کر رہی ہے۔

مسلمان سکالرز کے تحفظات اپنی جگہ بالکل درست ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔دوسری طرف اسلام بذات خود ایک طاقتور عالمگیریت اور یونیورسل اِزم اپنے اندر لیے ہوئے ہے، جس میں بلا امتیاز رنگ و نسل پوری دنیا کے سب باشندوں کو نمائندگی حاصل ہے۔آپ ﷺ نے ایک Tribal سوسائٹی کو ایک بین الاقوامی ملت میں تبدیل کیا۔جس میں کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی افریقی کو کسی یورپی پر، کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھائی بھائی بن گئے۔بلال حبشہ سے، سلیمان فارس سے، صہیب روم سے، ثمامہ بن اثال یمامہ سے، عداس نینوا سے، ضماد بن ثعلبہ ازد قبیلہ سے، طفیل بن عمرو دوسی تہامہ سے، عدی بن حاتم عراق سے، ابو ذر قبیلہ بنو غفار سے، سراقہ بن مالک مدلجی مکہ سے، یہ سارے اصحاب حضور ﷺ کے ادنیٰ غلام کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی مجلس اِقدس میں کوئی کسی کو نسلی تفاخر کا طعنہ دینے والا نہیں۔

آپ ﷺ کی بعثت کے وقت روم و ایران کی طرح غلامی کی جڑیں خطہ عرب میں بھی بڑی مضبوط تھیں۔غلامی نے ایک ادارے کی صورت اختیار کر رکھی تھی جس کو فوری طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا

تھا۔اسلام نے غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا اور غلامی کو ختم کرنے کے کئی اقدامات کیے۔اسلام نے غلام آزاد کرنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ فرمایا کہ اگر حبشی غلام بھی حاکم بن جائے تو اس کی اطاعت بھی لازم ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر حبشی غلام ہی حاکم کیوں نہ ہو جس کا سر کشمش کی طرح (یعنی چھوٹا سا) ہو۔[1]

سٹینلے لین پول لکھتا ہے:

جان براؤن (1859-1800 امریکی abolitionist) جس نے حبشی غلاموں کے لیے خوشی سے جان دے دی ،لیکن اپنی بیٹی کی ایک حبشی سے شادی ہوتے دیکھنے کی بجائے اسے جان سے مار دیتا۔لیکن ایک مسلمان ،حبشی (مسلمان) کو داماد، دوست یا بادشاہ کے طور پر قبول کرے گا۔(وہ اپنی قوم سے سوال کرتا ہے) کہ حبشی کو تو چھوڑ دیں ،کیا ہم میں سے کوئی ایسا ہے، جو ایک امریکی عیسائی کے لیے ایسا کرے؟ (پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ) یہ نظریہ بلکہ نظریہ سے بھی بڑھ کر ہے کہ تمام مسلمانوں کے بھائی چارے اور مساوات کی یہ حقیقت اسلام کا سب سے طاقتور عنصر ہے۔یہ ہر فرد کو ایک وقار اور آزادی اور عزت نفس فراہم کرتا ہے جو کسی دوسرے نظام میں تلاش کرنا مشکل ہے۔[2]

اسی طرح اسلام کے نظام عبادات میں بھی یہی روح کارفرما ہے۔نماز میں سب مسلمان شاہ و گدا کے تصور سے بالاتر ہو کر ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔حج جو مسلمانوں کا عظیم اجتماع ہے،اس میں حجاج ایک ہی میدان میں ،ایک ہی رنگ ،ایک ہی لباس ،ایک ہی وضع قطع اور ایک ہی چال ڈھال میں اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور ایک ہی کلمہ ان کے لبوں پر ہوتا ہے،لبیک اللھم لبیک۔یہ سب آپ ﷺ کی بدولت ہوا جو امام الانبیاء اور خاتم النبیین تھے،جن کو قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ گلوبلائزیشن کی اصطلاح جس کا مغرب نے بڑا چرچا کیا ہے،اس کی

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری: جلد 3: حدیث 2055

[2] Stanley Lane-Poole, Islam, Prelection Delivered before the university of Dublin March 10, 1903 : Page 37

اصل روح درحقیقت اسلام میں پائی جاتی ہے جس نے ذات پات، اونچ نیچ اور رنگ ونسل کے بغیر ایک سوسائٹی فارم کی ہے۔ جس میں دینی رشتے نسبی رشتوں کی نسبت زیادہ مضبوط ہیں۔ اور اس سوسائٹی کے تمام افراد ایک دوسرے کا دکھ درد اس طرح محسوس کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک ہی جسم ہیں، جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور دوستی وشفقت میں مومنوں کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہوجاتا ہے۔[1]

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 3، حدیث، 970

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر نبوت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے آخری پیغمبر ہیں۔ حضرت عرباض ابن ساریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب کہ آدم (علیہ السلام) اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں میرا پہلا امر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہے اور میری ماں کا خواب ہے جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، حقیقت یہ ہے کہ میری ماں کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا تھا جس نے ان پر شام کے محلات کو روشن کر دیا تھا۔[1]

حضرت میسرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یارسول اللہ آپ کب سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جبکہ حضرت آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان میں ہی تھے۔[2]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف اقوام اور علاقوں کی طرف مختلف انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ مقدس سلسلہ ختم فرما دیا گیا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۞ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی دنیا کے تمام انسانوں کے لیے بشیر (خوشخبری دینے والے) اور نذیر (ڈرانے والے) کی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تو آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔[3]

---

[1] محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ، جلد 5، حدیث 321

[2] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 9، حدیث 760

[3] السبا 28:34

❁ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے:

1۔اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔[1]

2۔اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔[2]

خواہ انسان ہوں، جن ہوں، جانور ہوں، چرند ہوں، پرند ہوں، نباتات و جمادات ہوں، غرض جہان میں جو کچھ بھی موجودات ہیں۔آپ ﷺ ان سب کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے:

1۔نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے نذیر ہو۔[3]

2۔اے محمد ﷺ! ہم نے تم کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔[4]

3۔حالانکہ یہ تو سارے جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔[5]

4۔اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔[6]

5۔اے محمد ﷺ کہو اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین و آسمان کی بادشاہی کا مالک ہے۔[7]

مذکورہ آیاتِ بینات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو صرف اہل حجاز کی ہدایت کے لیے یا کسی مخصوص قوم یا بستی کی طرف یا کسی خاص زمانہ کے لیے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ

---

[1] الانعام 19:6

[2] الانبیاء 107:21

[3] الفرقان 1:25

[4] النساء 79:4

[5] القلم 52:68

[6] الفتح 28:48

[7] الاعراف 158:7

آپ ﷺ کی بعثت و رسالت قیامت تک آنے والی تمام نوع انسانی کی طرف ہے۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت قومی یا علاقائی ہوتی تھی ایک نبی کسی ایک قوم یا بستی کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ھود کو بھیجا۔[1]

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔[2]

اور مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔[3]

یہی مضمون آپ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔جن میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

1۔حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا... ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام آدمیوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔[4]

2۔حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا...... مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اس لیے جو سرخ یا سیاہ رنگت والا میری امت میں شامل ہو جائے گا وہ اس میں ہی شمار ہو گا....[5]

3۔حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ)...خطبہ ارشاد فرماتے ....کہ قیامت کو اور مجھے اس طرح بھیجا گیا جس طرح یہ دو انگلیاں اور شہادت والی اور درمیانی انگلی ملا کر فرماتے....۔[6]

---

[1] ھود 50:11
[2] ھود 61:11
[3] ھود 84:11
[4] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 332
[5] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 2، حدیث 404
[6] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 1999

4۔حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالٰی نے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھا اور جہاں تک کی زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تھی وہاں تک ،عنقریب میری امت کی سلطنت وحکومت پہنچ جائے گی اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا کئے گئے........[1]

5۔حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا نہیں رہے گا جس میں اللہ اسلام کا کلمہ داخل نہ کر دے خواہ لوگ اسے عزت کے ساتھ قبول کر کے معزز ہو جائیں یا ذلت اختیار کریں جنہیں اللہ عزت عطا فرمائے گا انہیں تو کلمہ والوں میں شامل کر دے گا اور جنہیں ذلت دے گا وہ اس کے سامنے جھک جائیں گے[2]

6۔حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا مومن بندوں کی مثال ان کی آپس میں محبت اور اتحاد اور شفقت میں جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کے سارے جسم کو نیند نہیں آتی اور بخار چڑھ جانے میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔[3]

چنانچہ جب سے اللہ تعالٰی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیاد پر الگ الگ اقوام کا سلسلہ ختم فرما کر اِمامُ الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نبوت کا اختتام کیا ہے، تب سے دنیا اس کا بخوبی مشاہدہ کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد اقوام عالم دور دور واقع ہونے کے باوجود نزدیک تر ہوتی جا رہی ہیں اور ایسے ذرائع آمد و رفت میسر آ گئے ہیں کہ جن کی بدولت ان میں فاصلے بالکل سمٹ کر رہ گئے ہیں۔صدیوں پہلے لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ دور دراز کے ملک اور شہر اتنے قریب آ جائیں گے، کہ گاؤں اور محلے معلوم ہونگے۔چنانچہ جوں جوں دنیا کی آخیر یعنی قیامت قریب آتی

---

[1] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 3، حدیث 2757

[2] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 9، حدیث 3811

[3] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 3، حدیث 2085

جائے گی یہ فاصلے اور بھی سمٹتے جائیں گے۔

مجلس احرار کے شہہ دماغ اور سید عطا اللہ شاہ بخاری کے معتمد ساتھی چوہدری افضل حق لکھتے ہیں:

انسانوں میں گروہ بندی کرنے والے اور بھی محرکات ہیں ان سب سے بڑا ذریعہ مختلف نبیوں پر ایمان ہے، قومیں خدا پر ایمان کے نزاع پر مختلف نہیں بلکہ مختلف نبیوں پر ایمان لانے کے باعث الگ الگ ہیں۔ پہلے آمدورفت کی کمی کی وجہ سے ہر ملک ایک الگ دنیا تھی، الگ الگ پیغمبروں کے ذریعے ہر ملک کی روحانی تربیت ضروری تھی، محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین مکمل ہوا آپ نے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں کا اعلان کر کے دنیا کو اتحاد کا مژدہ سنایا کہ آئندہ نبیوں کی بنا پر قوموں کی تربیت ختم ہوگئی، آؤ ایک دین محکم کی طرف آؤ یہ سب کے حالات کے مطابق ہے۔ اسلام تمہارے سارے عوارض کا مکمل نسخہ ہے۔ زمانے نے دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بتدریج دور دور کے ملک آمدورفت کے سلسلوں میں آسانیوں کے باعث نزدیک تر ہوتے گئے۔ اب تو دور دراز ملک ایک شہر کے محلوں سے بھی قریب معلوم ہونے لگے ہیں۔ اس لیے ملک ملک کے لیے علیحدہ پیغامبر کی ضرورت نہ رہی تھی۔

چوہدری افضل حق مزید رقمطراز ہیں:

اب انسانی دماغ کافی نشوونما پا چکا تھا لوگ اپنا بھلا برا خود سمجھنے لگے تھے، اب ایک سچائی پیش کرنا کافی ہے، باقی معاملہ لوگوں کی سمجھ پر چھوڑنا کفایت کرتا ہے، مذہب کی سچائی اب سمجھ سے بالاتر نہیں بلکہ تعصب کے باعث اسے قبول کرنے سے دقت ہے، دنیا نے دیکھ لیا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آتے ہی اہل دنیا کی عقل اور علم نے حیرت انگیز ترقی کی۔ ختم نبوت، اُمت کی وحدت کی بنیاد ہے۔ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے معنی یہ تھے کہ اب انسانیت سن شعور کو پہنچ چکی ہے۔ جو لوگ دنیا کے حالات کا مطالعہ کر سکتے ہیں، سچی اور جھوٹی بات میں فرق کر کے وہ صحیح راہ تلاش کر سکتے ہیں، اب مکمل سچائی یعنی اسلام ہم تک پہنچ گیا، اب کسی نبی کی ضرورت نہ رہی اگر ہم نبوت کا سلسلہ ابھی تک جاری مان لیں تو پھر مختلف نبیوں پر ایمان کے باعث قوموں، ملکوں اور انسانیت میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رہے گا۔ پہلے تو ملک ملک ایک الگ دنیا تھی۔ الگ الگ نبیوں کی ضرورت تھی۔ اب جب دنیا سمٹ کر ایک کنبہ میں رہتی ہے تو نبوت کے مختلف دعویداروں کا آنا دنیا کو

تقسیم بلا ضرورت کرنے سے کم نہ تھا۔ رسول کریم ﷺ کا "لا نبی بعدی" کا ارشاد دنیا کے لیے رحمت کا پیغام اور انسانیت کے لیے خوش خبری تھی۔[1]

عرب سیرت نگار ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری لکھتے ہیں:

آخری رسالت نے اپنی وسیع آفاقیت کو ماضی تک پھیلایا اور تاریخ کے سابق انبیاء علیہم السلام کی رسالتوں کا اعتراف کیا۔ چنانچہ اپنے عموم کے ساتھ وہ پوری انسانیت کے لیے مختص ہے، وہ معین طور پر کسی خاص قوم کے لیے نہیں اور وہ حاضر و مستقبل کا دین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔[2]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ہر نبی مخصوص قوم کے لیے بھیجا جاتا اور میں عام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور مسلم کی روایت ہے: میں پوری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ تمام ہوا۔ لہٰذا رسالت خاتمہ توحید کے پرچم تلے وحدتِ انسانیت کی دعوت ہے جس کی شناخت طبقہ، قوم، رنگ، نسل اور زبان کا اختلاف نہیں بلکہ وہ اس سب کچھ سے گزر کر انسانوں کے درمیان کامل مساوات اور اللہ کی طرف جانے والی راہ کے کارواں کی وحدت کو حقیقت کا روپ دیتی ہے۔ اور اس چیز کے پیشِ نظر کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالتِ عمومی کی رسائی ہر اس مقام تک ہے جہاں دنیا آباد ہے اور زمانے میں اس وقت تک ہے جب تک کہ انسان باقی ہے۔[3]

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنی عالمگیر نبوت کا پیغامِ مبارک بین الاقوامی سطح پر فرما دیا تھا جس کا واضح ثبوت حضور ﷺ کے مختلف بادشاہوں کے نام مکتوباتِ گرامی قدر ہیں۔ جو آپ ﷺ نے شاہِ حبش، قیصرِ روم، پاپائے روم، ایران کے خسرو پرویز، یمن، مصر،

---

[1] چوہدری افضل حق، فتنۂ قادیان، ص 4، بحوالہ احتساب قادیانیت، ص 556۔557

[2] السبا 28:34

[3] اکرم ضیاء العمری، سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ، ص 737

دمشق، بحرین، عُمان، حضر موت، دومتہ الجندل وغیرہ اور دوسرے علاقوں کے فرماں رواؤں کے نام لکھے۔حدیث وسیرت اور تاریخ کی کتابوں میں 300 کے قریب مکتوباتِ نبوی ﷺ محفوظ ہیں۔[1]

کسریٰ کے نام تحریر فرمائے گئے خط مبارک میں تو **فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ**[2] کے الفاظ خاص طور پر ذکر فرمائے گئے ہیں۔

آپ (ﷺ) کا ارشاد گرامی ہے:

میرے لیے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنادی گئی اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔[3]

چنانچہ نیوزی لینڈ اور جزائر فجی سے لے کر کینیڈا اور الاسکا تک، پورے کرۂ ارض پر اذان دی جاتی ہے اور پھر نمازوں کا اہتمام ہوتا ہے تو جہاں جہاں خالق کائنات کا نام بلند ہوتا ہے وہاں اس کے حبیب ﷺ کا نام بھی بلند ہوتا ہے:

ہر ابتداء سے پہلے ہر انتہاء کے بعد
ذاتِ نبی ﷺ بلند ہے ذاتِ خدا کے بعد
دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں، مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد۔

مذاہب عالم کی کتب میں حضور ﷺ کا ذکرِ پاک

سابقہ کتب سماویٰ میں تو آپ ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں اور نشانیاں تسلسل کے ساتھ موجود ہیں جن کا اہل کتاب کسی صورت انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کی شہادت قرآن کریم نے دی ہے جو حق و باطل میں فرق کرنے والی آخری کتاب ہے۔ فرمایا:

جو اس پیغمبر، نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا

---

[1] سیّد محبوب رضوی، مکتوباتِ نبوی ﷺ، ص 252

[2] ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری جلد 2، ص 655

[3] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 1162

ملتا ہے۔[1]

بلکہ قرآن کریم نے تو یہاں تک فرما دیا ہے:

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے (یہود و نصاریٰ) وہ تو اسے (حضور ﷺ کو) ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے....[2]

تورات

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا، اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (کتاب استشناء، باب 18، آیات 15-19)

انجیل یوحنا

اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے، یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر رہے۔ (باب 14:16۔17)

میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔" (باب 14:25۔26)

اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (باب 14:30)

لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی سچائی کی روح

---

[1] الاعراف 7:157

[2] البقرہ 2 :146

جو باپ سے صادر ہوتا ہے، تو وہ میری گواہی دے گا" (باب 26:15)

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (باب 7:16) مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا" (باب 16:12۔15)

انجیل برناباس

انجیل برناباس حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواری برناباس کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ انجیل مختلف ادوار سے ہوتی ہوئی اس وقت منظر عام پر آئی جب 1958ء میں ایک عیسائی ڈاکٹر خلیل سعادت نے اسے عربی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس میں نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا تذکرہ آپ ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ انجیل حضور ﷺ کی بشارت دیتے ہوئے کہتی ہے:

(1) اور یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ اردن کے پار بیابان کو گیا۔

(2) پس جبکہ دن ڈھلے کی نماز گزر گئی یسوع ایک کھجور کے درخت کے پہلو میں بیٹھا اور اس کے شاگرد درخت کھجور کے سایہ تلے بیٹھ گئے۔

(3) اس وقت یسوع نے کہا "بھائیو! اس میں شک نہیں کہ برگزیدگی کا سابق میں ہو جانا ایک بڑا بھاری راز ہے تا آنکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اسے صاف طور پر نہیں جانتا مگر فقط ایک ہی انسان۔

(4) اور وہی انسان ہے کہ اس کی طرف قومیں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں، وہ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح و جلی ہوں گے۔

پس زہے نصیب ان لوگوں کے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے جبکہ وہ دنیا میں آئے گا۔

(5) اس لیے کہ اللہ اس پر سایہ کرے گا جیسا کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔

(6) ہاں بے شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی۔"

(7) شاگردوں نے جواب میں کہا اے معلم! وہ آدمی کون ہوگا۔ جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا؟

(8) یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا۔ "**بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے۔**"[1]

زبور:

زبور میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کی خبر اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔[2]

کتاب زند اوستا اور بدھ مت کی تعلیمات:

زرتشتیوں کی مقدس کتاب زند اوستا اور بدھ مت کی تعلیمات میں بھی ایسی مقدس شخصیت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ جس کی علامات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر پوری نہیں اترتیں۔

ہندوؤں کی مذہبی کتب:

ہندوؤں کی مذہبی کتب کے حوالے سے بھارت میں کالکی اوتار کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس نے دنیا بھر میں ہلچل مچادی ہے۔ اس کتاب کے مصنف پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے صاحب برہمن ہندو ہیں۔ جو سنسکرت کے معروف محقق اور اسکالر ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے مشہور و معروف محققین پنڈت سکالرز کے سامنے بھی پیش کیا ہے جو اپنے شعبے میں مستند گردانے جاتے ہیں۔ ان پنڈت صاحبان نے کتاب کے بغور مطالعے اور تحقیق کے بعد یہ تسلیم کیا ہے کہ کتاب میں پیش کیے گئے حوالہ جات مستند اور درست ہیں ان کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

مصنف پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے صاحب نے اس کتاب میں وید، جن کو ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے، کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہندوؤں کی مذہبی

---

[1] انجیل برنا باس، فصل 163

[2] جلال الدین ابوبکر سیوطی، خصائص کبریٰ، (اُردو ترجمہ) جلد 1، ص 71

کتابوں میں جن ''کالکی اوتار'' کا تذکرہ ہے، وہ آخری رسول حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ ہیں۔ لہٰذا موجودہ دور میں اس پیشین گوئی کے عمل میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ یہ دورِ ماضی میں وقوع پذیر ہو چکی ہے۔ چنانچہ تمام ہندو جہاں کہیں بھی ہوں، ان کو کسی ''کالکی اوتار'' کا مزید انتظار نہیں کرنا ہے، بلکہ محض اسلام قبول کرنا ہے۔

اُپادھیائے صاحب مزید لکھتے ہیں:

مجھے یقین ہے کہ حضرت محمد ﷺ ہی کالکی اوتار ہیں۔ جب اس بات کا سب کو علم ہو جائے گا تو اہلِ ہنود اور مسلمانوں کے طبقے مل کر ایک بہت بڑا معاشرہ بنے گا۔ سارے عالم میں توحید کی تبلیغ ہوگی اور بنی نوع انسان میں عالمی اخوت اور محبت پیدا ہوگی۔

غرضیکہ پوری انسانی تاریخ میں دنیا کے سکالرز اور عوام الناس سب سے زیادہ اگر کسی عظیم ترین شخصیت کے بارے میں جانتے ہیں تو وہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات بھی انتہائی آسان، قابلِ عمل اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔

حاصل گفتگو:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ سفرِ معراج میں نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کروائی تھی۔ آپ ﷺ کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کروانا، اس عہد و اقرار کی عملی تفسیر تھی، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ فرمایا: یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، (یہ ارشاد فرما کر) اللہ نے پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں [1] اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: کہ ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے [2] اور یہ فرمان: کہ اے محمد ﷺ کہو اے انسانو!

1۔ آل عمران 81:3

2۔ السبا 28:34

میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین و آسمان کی بادشاہی کا مالک ہے۔[1] ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کا تمام بنی نوع انسانوں سے مطالبہ ہے کہ وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی عالمگیر نبوت و رسالت کا اقرار کریں اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں، خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں رہتے ہوں۔

آپ ﷺ تاریخ عالم کی وہ واحد ہستی ہیں جن کا ذکرِ مبارک بطور آخری نبی و رسول دنیا کے تمام بڑے مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے۔ جس کی دنیا کے مختلف گوشوں سے صدائیں بھی آنا شروع ہو چکیں۔ لیکن دنیا اس اہم عقیدے اور مطالبے پر بصیرت سے کام نہیں لے رہی، پادریوں اور پروہتوں نے اپنی آنکھوں پر ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب کی عینک چڑھا رکھی ہے، وہ جان بوجھ کر حق بات کو خود بھی تسلیم نہیں کر رہے اور نہ ہی اپنے لوگوں کو اس طرف آنے دے رہے ہیں۔ تاہم جب یہ صدائیں مزید بلند ہو کر ساری دنیا میں پھیل جائیں گی، اُس وقت قوموں کی بیگانگی ختم ہو جائے گی۔ اقوام عالم میں اب تک جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں وہ تو حضور ﷺ کی امت ہیں۔ چونکہ آپ ﷺ کی دعوت تمام بنی نوع انسان یہودی، عیسائی، ہندو، بدھ، چینی وغیرہ سب کے لیے ہے، چنانچہ یہ سب لوگ آپ ﷺ کی اُمتِ دعوت میں شامل ہیں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور میں یہ بات فخر کے طور پر بیان نہیں کر رہا، مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اس لیے جو سرخ یا سیاہ رنگت والا میری اُمت میں شامل ہو جائے گا وہ اس میں ہی شمار ہو گا اور میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے۔[2]

---

[1] الاعراف 158:7

[2] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 2، حدیث نمبر 404

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت نگار گذشتہ چودہ سو سال سے مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کے مختلف گوشوں پر لکھ رہے ہیں ۔لیکن تا حال ایسا کوئی سیرت نگار پیدا نہیں ہوا جس کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت قلمبند کرنے میں کماحقہ کامیاب ہوا ہے ۔بلکہ سب یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ پر گلہائے عقیدت پیش کرنے کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک یہ دنیا باقی ہے ۔قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص ،شمائل ، اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کو مختلف پیرائیوں میں بیان فرمایا گیا ہے ۔اور سیرت نگاروں نے اپنی اپنی کتب اور ریسرچز کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان خصائص مبارکہ سے مزین فرمایا ہے، جن کی تعداد ان گنت ہے ۔اس سلسلے میں عربی ادب میں قاضی عیاض مالکی اندلسی کی ''کتاب الشفاء'' اور امام ترمذی کی ''شمائل ترمذی'' اور اُردو ادب میں قاضی سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ للعالمین'' اور علامہ شبلی نعمانی وسیّد سلیمان ندوی کی ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اور ڈاکٹر خالد علوی کی ''انسانِ کامل'' مقبول ترین اور بہترین کتب ہیں ۔

ڈاکٹر خالد علوی نے درج ذیل عنوانات کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات نہایت خوبصورتی سے بیان کی ہیں جن کی تفصیل ان کی کتاب انسان کامل میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی وقار شہری ،صادق و امین تاجر ،افصح العرب خطیب ،اُولو العزم مُبلّغ و داعی ، اعلیٰ ترین معلّم انسانیت ،کامیاب ترین داعئ انقلاب ،بے مثال مربّی ،سپہ سالارِ اعظم ،عظیم مدبّر و منتظم ، لاثانی مقنّن ،عدیم النظیر منصف و قاضی ،عظیم الشّان ،معاشی ومعاشرتی اسوۂ ،قابلِ تقلید سربراہِ

خاندان، خلق عظیم اور رسولِ رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی تھے۔

قاضی سلیمان منصور پوری رقمطراز ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک میں نوح (علیہ السلام) کی سی گرمی، ابراہیم (علیہ السلام) جیسی نرم دلی، یوسف (علیہ السلام) کی سی درگزر، داوٗد (علیہ السلام) کی سی فتوحات، یعقوب (علیہ السلام) کا سا صبر، سلیمان (علیہ السلام) کی سی سطوت، عیسیٰ (علیہ السلام) کی سی خاکساری، یحییٰ (علیہ السلام) کا سا زہد، اسمٰعیل (علیہ السلام) کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی۔

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں: خورشیدِ رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے۔ لیکن رحمۃ للعالمینی کا وہ نور تھا، جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ روشنی سے منور کر دیا[1]

چنانچہ یہاں صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی وصفِ اعظم کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق اعلیٰ ترین خاندان سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ ترین اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔ رحمۃ للعالمین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ ترین وصف تھا جیسا کہ قرآن کریم نے خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا ہے:

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کے بھیجا ہے۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی مبارکہ آپ کی رحمۃ للعالمینی سے عبارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی تو اقتدار کی زندگی نہیں تھی، لیکن مدنی زندگی تو اقتدار و اختیار کی زندگی تھی۔ اگر کسی کا اعلیٰ ظرف دیکھنا ہو تو اقتدار بہترین کسوٹی ہے۔ آیئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے عملی مثالوں کا مطالعہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ طوالت کے پیشِ نظر

---

[1] قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین، جلد 1، ص 36-37

[2] الانبیاء 107:21

یہاں صرف چند واقعات[1] ہی نقل کیے گئے ہیں:

1۔ ہجرت مدینہ میں سراقہ بن مالک بن جعشم کنعانی نے سو سرخ (عمدہ نسل کے) اُونٹوں کے لالچ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعاقب کیا۔ اُس کی ناکامی پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کو امان لکھ کر دی۔ سراقہ واپس ہونے لگا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا۔ سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہو گی جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے، سراقہ غزوہ احد کے بعد مسلمان ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (کسریٰ کے) کنگن پہنائے۔

2۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے دشمن اور کفارِ مکہ کی طرف سے سردار تھے۔ آپ کو فتح مکہ کے دن نہ صرف معاف کر دیا گیا بلکہ فرمایا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کو بھی امان ہے۔

3۔ عکرمہ، دشمن اسلام ابو جہل کے فرزند تھے اُن کو بھی معاف کر دیا گیا۔

4۔ ہبار بن اسود، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مارا تھا، اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی، معاف کر دیا گیا۔

5۔ عمیر بن وہب جو اپنی تلوار کی دھار تیز کرا کر اور زہر میں بجھوا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارادہ قتل سے مدینہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر دربارِ رسول میں پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے رہا کر کے اپنے پاس بٹھایا۔ اسی رحمت کی وجہ سے اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

6۔ طائف کی بستی جس نے دعوتِ اسلام کا جواب استہزاء اور تمسخر سے دیا تھا اور جس کے مکینوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے تھے، ان کے لیے بد دعا نہیں فرمائی کہ ان کی نسلوں سے لوگ ایمان لے آئیں گے۔

7۔ یمامہ کا گورنر ثمامہ بن اثال گرفتار کر کے لایا گیا اور مسجد نبوی کے ستون کیساتھ باندھ دیا گیا۔ اُس نے اسیری کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر کے بارے میں

---

[1] یہ واقعات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ماخوذ ہیں۔

نازیبا باتیں کیں، لیکن آپ ﷺ نے اس کو رہا کر دیا۔اسی معافی کی وجہ سے ایمان لے آیا۔

8۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ مکہ والوں کے اسی (80) آدمی جو کہ اسلحہ سے مسلح تھے آپ (ﷺ) کے اور آپ (ﷺ) کے اصحاب کے قتل کے ارادہ سے تنعیم کے پہاڑ سے فجر کی نماز کے وقت اترے۔لیکن آپ (ﷺ) نے ان کو زندہ سلامت پکڑ لیا اس کے بعد آپ (ﷺ) نے ان کو آزاد کر دیا...۔[1]

9۔(فتح مکہ 8ھ مقدس کے دن) خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبّارانِ قریش سامنے تھے۔ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے، وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کی تیغ و سنان نے پیکرِ قدسی ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہو لہان کر دیا کرتے تھے۔وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خونِ نبوت کے سوا کسی چیز سے بُجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر اُن کے سینوں پر آتشیں مُہریں لگایا کرتے تھے۔

رحمتِ عالم ﷺ نے اُن کی طرف دیکھا: تم کو کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔
یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقّی تھے، بے رحم تھے لیکن مزاج شناس تھے پکار اُٹھے کہ:

"تو شریف بھائی ہے اور شریف برادرزادہ ہے"

ارشاد ہوا:۔

لا تثریب علیکم الیوم

تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو"

یہ چند واقعات صرف ان مجرموں کے ہیں جو جان کے دشمن تھے ذرا سوچیے! ان جانی

---

[1] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 3، حدیث 182، ابوعیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، جلد 2، حدیث 1212، سلیمان بن اشعث، ابوداؤد، جلد 2، حدیث 922

دشمنوں کو معاف کر دینا رحمۃ للعالمین کا ہی کام نہیں؟

آپ ﷺ نے تو بچوں، عورتوں، غلاموں، مریضوں، حتیٰ کہ جانوروں تک کے لیے رحم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے جنگوں کے رواداری و انسانیت پر مبنی اصول وضوابط بھی ارشاد فرمائے اور امت کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا، کہ کسی کا ناحق خون نہ بہاؤ، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی کو اذیت دے کر قتل نہ کرو، معذوروں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، پھل دار درخت نہ کاٹو، قیدیوں سے حسن سلوک کا معاملہ کرو۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے۔ ان میں سے ایک کا بیان ہے خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل وعیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔[1]

چنانچہ حضور ﷺ کے غزوات میں گنتی کے لوگ شہید یا قتل ہوئے۔ بلکہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کی تمام جنگوں میں شہدا اور مقتولین کی تعداد مغرب کی ایک ایک جنگ کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

اہل مغرب کی بربریت

اس کے برعکس جب ہم اہل مغرب کا مزاج، ان کی جنگوں اور ان کے مظالم پر نظر ڈالتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ظلم و بربریت اور جبر وتشدد کی ایسی داستانیں رقم کی ہیں کہ انسان کو انسان کہلانے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔

سقوط اندلس (1492ء) کے وقت ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی نینڈ نے ابوعبداللہ کے ساتھ 67 دفعات پر مشتمل معاہدے میں مسلمانوں کو تحفظ دینے کی یقین دہانی کرائی تھی لیکن سفاکیت کی انتہا دیکھیے، ڈاکٹر حقی حق، مغربی محققین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سپین میں پندرہ لاکھ مور (مسلمان) قتل ہوئے۔[2]

ڈاکٹر حقی حق مزید لکھتے ہیں:

---

[1] قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، جلد 1، ص 265

[2] ڈاکٹر حقی حق، ہوئے تم دوست جس کے، ص 89

1494ء سے 1508ء تک کے درمیانی عرصے میں صرف جزائر غرب الہند میں 40 لاکھ سے زیادہ ریڈ انڈینز قتل کئے گئے۔ فاضل مصنف نے کولمبس پیپرز کے ایڈیٹر اور مورخ لاس کیس کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہسپانوی آباد کاروں نے ریڈ انڈینز کو اجتماعی پھانسی دینے کا سلسلہ شروع کیا، جبکہ یہ لوگ ان کے بچوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں کتوں کے سامنے خوراک کے طور پر پھینک دیتے تھے۔ نوجوان عورتوں کی اکثریت اُس وقت تک جنسی تشدد کا شکار رہتی جب تک وہ مرنہ جاتیں۔ ملکیت سے بے نیاز ان لوگوں کی معمولی قدر و قیمت کی اشیاء تک لوٹ لی جاتیں، گھروں کو آگ لگا دی جاتی، ریوڑ کی صورت میں بھاگتے ہوئے غیر مسلح اور ناقابل دفاع لوگوں کا تیز رفتار گھوڑوں سے تعاقب کیا جاتا اور انہیں تیر اندازی کی مشق کے لیے استعمال کیا جاتا۔ چند ہی گھنٹوں میں شہر کا شہر زندگی سے عاری ہو جاتا اور آبادی نابود ہو جاتی۔ اس طرح ہسپانوی آباد کار ریڈ انڈینز کی وسیع زمینوں پر تسلط حاصل کرتے چلے گئے۔"[1]

اہلِ مغرب نے صرف "Americas" میں 10 کروڑ ریڈ انڈینز اور دیگر اقوام کے باشندوں ہی کو قتل نہیں کیا، انہوں نے چار کروڑ افریقی سیاہ فاموں اور ایک کروڑ افریقی مسلمانوں کو بھی قتل کیا ہے۔[2] فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ عام لوگ سبزیاں، پتّے اور درختوں کی چھال اُبال کر کھاتے تھے۔ 1030ء کے قحط میں لندن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا تھا، اور فرانس کے ایک دریا "ساؤن" کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔[3]

آج تو ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ چڑیا گھر (Zoo) وہ جگہ ہوتی ہے جہاں جنگلی جانوروں کا مجموعہ رکھا جاتا ہے، لیکن مغرب کے ان نام نہاد مہذب معاشروں میں انسانی چڑیا گھر (Human zoo) بھی تھے۔

انسانی حقوق کے سب سے بڑے علمبردار امریکہ، جہاں باہر سے آنے والے ہر شخص کو

---

[1] ڈاکٹر حقی حق، ہوئے تم دوست جس کے، ص 157

[2] ڈاکٹر حقی حق، ہوئے تم دوست جس کے، ص 314

[3] ڈاکٹر حقی حق، ہوئے تم دوست جس کے، ص 301

نیویارک کی بندرگاہ پر آزادی کا ایک مجسمہ نظر آتا ہے، میں انسانی غلامی کی تجارت عروج پر تھی۔ کشتیوں میں نیگرو غلاموں کو جانوروں سے بھی بُرے طریقے سے بیڑیاں اور زنجیریں پہنا کر پنجروں میں بھر بھر کر لایا جاتا، جن میں سے کئی زندگی کی بازی ہار جاتے۔

سنہ 1641ء سے لے کر 1652ء تک، انگریزوں نے 500,000 آئرش قتل کیے اور مزید 300,000 کو غلاموں کے طور پر فروخت کیا گیا۔ آئرلینڈ کی آبادی ایک ہی عشرے میں تقریباً 1,500,000 سے 600,000 رہ گئی۔ اہل خانہ کو الگ الگ کر دیا گیا کیونکہ برطانیہ نے آئرش باپوں کو بحر اوقیانوس کے اس پار اپنی بیویوں اور بچوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ برطانیہ نے انہیں نیلام کرنا تھا۔

1650ء کی دہائی کے دوران، 10 سے 14 سال کی عمر کے ایک لاکھ سے زیادہ آئرش بچوں کو ان کے والدین سے چھینا گیا اور انہیں ویسٹ انڈیز، ورجینیا اور نیو انگلینڈ میں غلام کی حیثیت سے فروخت کیا گیا۔ اس دہائی میں 52,000 آئرش (جن میں زیادہ تر خواتین اور بچے شامل تھے) Barbados اور ورجینیا کو فروخت کیے گئے۔ اور مزید 30,000 آئرش مرد و خواتین بھی سب سے زیادہ بولی لگانے والے کو بیچے گئے۔ 1656ء میں، کروم ویل نے حکم دیا کہ 2000 آئرش بچوں کو جمیکا لے جایا جائے اور انگریز آبادکاروں کو غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا جائے۔[1]

برطانیہ کے شہر برسٹل میں تو باقاعدہ غلاموں کے تاجر ایڈورڈ کولسٹن کا مجسمہ فکس کیا گیا تھا، جو حالیہ دنوں نسلی منافرت کیخلاف احتجاج کے دوران مظاہرین نے گرا دیا اور اس کی گردن پر سوار ہو گئے۔ کولسٹن سترہویں صدی کا مالدار تاجر تھا۔ وہ اس وقت سیاہ فاموں کو غلام بنا کر ان کی تجارت کرنے والی برطانیہ کی واحد رائل افریقن کمپنی کے کلیدی افراد میں شامل تھا۔[2]

برصغیر میں اسی برطانیہ نے ایسٹ انڈیا تجارتی کمپنی کے ذریعہ مسلمانوں سے صدیوں کا اقتدار چھین کر غاصبانہ قبضہ جمایا، اور 1857ء کی جنگ آزادی میں اس کے فوجی افسروں خاص طور پر،

---

[1] https://www.globalresearch.ca.the-irish-slave-trade-forgotton-
[2] https://www.express.pk/story/2048979

بریگیڈئر جرنل جان نکلسن John Nicholson ، بریگیڈئر جرنل جارج سمتھ نیل George, Smith Neil اور میجر ولیم ہڈسن William Hodson وغیرہ نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ یہی ہڈسن تھا جس نے ہتھیار پھینکنے کے باوجود بہادر شاہ ظفر کے صاحبزادوں کو شہید کیا اور اُن مظلوموں کے کٹے ہوئے سر 82 سالہ بوڑھے باپ کو پیش کیئے گئے۔ اگلے ہی دن ہڈسن نے اپنی بہن کو خط لکھ کر اپنی کامیابی کی نوید سنائی اور کہا کہ شہزادوں کو قتل کر کے اُسے بہت خوشی ہوئی ہے، جس کی تفصیل William Dalrymple کی کتاب The Last Mughal کے باب THE CITY OF THE DEAD، میں موجود ہے۔[1]

لیکن اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی شدید ہے، یہ تینوں افسران جلد ہی خدائے منتقم وشدید العقاب کی پکڑ میں آ گئے۔ جرنل نکلسن 34 سال، جرنل نیل 47 سال اور میجر ہڈسن 36 سال کی عمر میں جنگ آزادی کے دِنوں میں ہی ہندوستان کی سرزمین پر اپنے انجام کو پہنچے۔[2]

قارئین کرام!

مغرب نے انسانیت کو دو عظیم جنگوں سے دوچار کیا ہے جس میں کروڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ مغرب کی آپس کی اندرونی جنگیں ان کے علاوہ ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اقوام کا اصل مزاج کیا ہے؟ صلیبی جنگوں میں ان اقوام نے مسلمانوں کے خلاف دینی تعصب کا روپ دھارا تھا لیکن جب انہوں نے دین کو اپنی زندگیوں سے نکال کر باہر پھینک دیا تو اب بھی ان کے وہ وحشیانہ، شرمناک، منافقانہ اور سنگدلانہ خصائص ان کی تہذیب میں نمایاں ہیں۔ انہوں نے بوسنیا، عراق، افغانستان، لیبیا اور شام میں لاکھوں نہتے مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔ لیکن آج بھی یہ اقوام مہذب کہلانے میں فخر محسوس کرتی ہیں اور دنیا بھی ان کو مہذب اور انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتی ہے۔

جنگ ایسا فعل ہے جس میں فریقین ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہوتے ہیں۔ کسی قوم یا فرد کے متعلق یہ جاننے کے لیے کہ وہ رحم دل ہے یا سفاک، جنگ سے بہتر کوئی پیمانہ نہیں ہوسکتا۔

---

[1] https://www The Last Mughal, by William Dalrymple Page 490
[2] https:// en.wikipedia.org/Timeline-of- the-Indian-Rebellion-of- 1857

گذشتہ صفحات کے مختصر جائزے سے واضح ہوا کہ مغرب کی جنگیں ظلم، جبر، درندگی، سفاکیت، بے دردی اور بربریت کی وحشت ناک شکلیں ہیں۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں میں رحمتہ للعالمینی، مقصدیت، کمزوروں کی دستگیری، دشمن پر رحم، انسانیت کی عزت و تکریم، عفوو درگزر اور ایفائے عہد پر مشتمل ایک جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی جذبہ کا ایک تسلسل ہے۔

حدیثِ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث، لغت میں کلام کو کہتے ہیں۔ حدیث شرعی یا اصطلاحی طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخرِ انبیاء، خاتم الانبیاء، سید المرسلین کی طرف منسوب قول، فعل یا تقریر یا آپ کی صفتِ خَلقی (حلیہ مبارک) اور خُلقی (اخلاقِ حمیدہ) کو کہتے ہیں۔ [1]

سیّد مناظر احسن گیلانی کے نزدیک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال وتقریر کو حدیث کہنا، یہ حدیث کی مدرسی اور مذہبی تعبیر ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حدیث مسلمانوں ہی کی نہیں، بلکہ انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد کی تاریخ کا معتبر ترین ذخیرہ ہے جس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلامی تحریک نے اپنے زمانۂ آغاز سے اس وقت تک مشرق ومغرب کے باشندوں کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی پہلوؤں کے انقلاب میں جو کام کیا ہے اور کر رہی ہے ان کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد مسلمان ہی نہیں کوئی نامسلمان بھی حدیث کی اس تاریخی تعبیر کا انکار نہیں کرسکتا۔

سیّد مناظر احسن گیلانی مزید لکھتے ہیں:

سچ یہ ہے کہ بالکلیہ یہ میری تعبیر ہے بھی نہیں، فن حدیث کے سب سے بڑے امام، امام الائمہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کا جو نام رکھا ہے اگر اسی پر غور کرلیا جائے تو باآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ میں نے جو کہا، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ سمجھنے والوں نے ہمیشہ اس فن کو اسی نگاہ سے دیکھا ہے۔ امام بخاریؒ کی کتاب آج تو صرف ''بخاری شریف'' کے نام سے مشہور ہے، لیکن یہ اس کتاب کا اصل نام نہیں ہے بلکہ خود امام نے اپنی کتاب کا نام اَلْجَامِعُ الصَّحِيحُ الْمُسْنَدُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ اُمُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِيَّامِهٖ رکھا ہے۔ اس میں امور اور ایام کے الفاظ قابل غور ہیں۔ جن سے

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد مدنی، اسلام کی بنیادی احادیث ص 29

صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی صحیح تعریف امام بخاریؒ کے نزدیک ان تمام اُمور کو حاوی ہے جن کا کسی نہ کسی حیثیت سے آنحضرت ﷺ سے تعلق ہو۔ آگے ایام کے الفاظ نے تو اس کی تعریف کو اور بھی وسیع کر دیا کہ فن حدیث دراصل اس عہد اور زمانہ کی تاریخ ہے۔ جس میں (خاتم النبیین) محمد رسول اللہ ﷺ جیسی ہمہ گیر عالم پر اثر انداز ہونے والی ہستی انسانیت کو قدرت کی جانب سے عطا ہوئی ہو۔ بہر کیف اگر اصطلاحی جھگڑوں سے الگ ہو کر پھل سے درخت کو پہچاننے کے اصول کو مدّنظر رکھا جائے تو حدیث کے موجودہ ذخیرہ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد بھی ایک معمولی آدمی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ حدیث کی صحیح حقیقت اور اس کی واقعی تعریف وہی ہو سکتی ہے جس کی طرف حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے نام میں اشارہ فرمایا ہے اور میں نے جس کی تشریح کی ہے۔[1]

فتنہ انکارِ حدیث

فتنہ انکارِ حدیث کی جڑیں تو بہت پرانی ہیں لیکن رفتہ رفتہ اس نے باقاعدہ ایک گروہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اب آپ کو سوسائٹی میں ڈھونڈے بغیر ایسے لوگ مل جائیں گے۔ جو خود کو قرآنسٹ کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دراصل ہم نے جو قرآن سے سمجھا ہے وہ اسطرح ہے، پھر خواہ مخواہ اپنا علم آپ پر ظاہر کریں گے یا یہ کہیں گے کہ قرآن میں سب رہنمائی موجود ہے، ہمیں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں یا کہیں گے کہ حدیث کی تدوین، حضور ﷺ کے سو سال بعد کی گئی، اس لیے یہ علم کا قابل اعتماد ذخیرہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ انہی لوگوں کو منکرین حدیث کہتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے منکرین حدیث کے افکار و اقوال کا کچھ حصہ پیش کیا ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے لکھا ہے کہ یہ طبقہ اب مٹ چکا ہے۔ صرف تاریخ میں ہی اس کا ذکر ملتا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے دور کے منکرین حدیث کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ وہ منکرین حدیث جو مطلق طور پر حجیّت سنت کا انکار کرتے ہیں۔

2۔ وہ منکرین حدیث جو صرف ان حدیثوں کو تسلیم کرتے ہیں جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہوں۔

---

[1] سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، ص 24-25

3۔ وہ منکرین حدیث جو صرف مستفیض اور مشہور حدیثوں کے قائل ہیں۔

امام شافعیؒ نے ان تمام اقوال کی مخالفت کی اور ان تمام گروہوں کا مقابلہ کیا۔[1]

برصغیر میں فتنہ انکار حدیث

لیکن ایسے گروہ نہ صرف دوبارہ پیدا ہو چکے ہیں بلکہ انہوں نے باقاعدہ ایک مسلک اور تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں فتنہ انکار حدیث کی سب سے زیادہ آبیاری غلام احمد پرویز (1985-1903ء) نے کی ہے۔ غلام احمد پرویز ہندوستان کے ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق انڈین سول سروس سے تھا۔ بانیٔ پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح سے تعلق کی بنا پر انہوں نے پاکستان کے ماڈرن طبقہ میں اپنے پیروکاروں کی ایک کھیپ تیار کر لی۔ بقول ان کے، صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان سے بھی ان کے خاص روابط تھے۔[2] ان کے ساتھیوں میں عبداللہ چکڑالوی، مولوی چراغ علی، مولوی محمد اسلم جیراج پوری اور نیاز فتح پوری و دیگر شامل ہیں۔

منکرینِ حدیث کے اعتراضات

غلام احمد پرویز نے "مقام حدیث" کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں حدیث کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے اور حدیث کو غیر مستند ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ علماء اسلام کو بھی تحقیر و استہزاء کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

یہ اعتراضات اسی نوعیت کے ہیں جس طرح کے مستشرقین نے قرآن حکیم اور حدیث پر اٹھائے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ اگر حدیثیں بھی جزو دین تھیں تو جس طرح آپ ﷺ نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو لکھوایا ...احادیث کے متعلق بھی یہی انتظام فرمانا چاہیے تھا۔[3]

---

[1] محمد ابُوزھرہ (مصر) ترجمہ سید رئیس احمد جعفری، آثارِ امام شافعی، ص 381

[2] غلام احمد پرویز، طلوع اسلام، ص, 47، جنوری 1984

[3] غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ص 4

2۔ حدیثوں کی تصحیح وتضعیف بھی ظن وتخمین پر مبنی ہے... صحیح قرار دادہ حدیثیں بھی ظنی ہیں ۔[1]

3۔ حدیث کا صحیح مقام دینی تاریخ کا ہے اس سے تاریخی فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن دین میں حجت کے طور پر وہ پیش نہیں کی جاسکتیں ۔[2]

4۔ ہماری شریعت خود ہمارے بادشاہوں کی پیدا کردہ ہے[3]

یہ ہیں چند بڑے اعتراضات جو حدیث پر اٹھائے گئے ہیں، لیکن ان اعتراضات کا جواب دینے سے پہلے پرویز صاحب سے کچھ سوالات ہیں:

1۔کہ نزول قرآن کے بعد قرآنی الفاظ وعبارات اور آیات اور اس کے اجمال کی تشریح کی ذمہ داری کس کی تھی؟

2۔مزید برآں قرآن مجید عربی زبان میں ہے، عرب اہل زبان تھے، قرآن آسمان سے نازل ہوتا اور سیدھا ان کے سینوں میں اتر جاتا۔ پھر معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

3۔اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مرتبہ یسئلونک (وہ آپ سے سوال کرتے ہیں) کے الفاظ کیوں آئے ہیں؟

4۔قرآن فہمی میں نبوت کا کیارول ہے؟

منکرین حدیث جس قرآن کریم کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اسی قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم دینا، اس کو کھول کھول کر بیان کرنا، اور اس کے رموز و اسرار کو سمجھانا اور اس کی تشریح وتفسیر کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ جیسا کہ درج ذیل آیات میں ارشاد ہے:

1۔جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے[4]

2۔یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ

---

[1] غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ص90

[2] غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ص91

[3] غلام احمد پرویز، طلوع اسلام، ص7، اکتوبر 1952

[4] البقرہ 129:2

اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شائد کہ وہ غور وفکر کریں۔[1]

چنانچہ قرآن کریم جزئیات احکام بیان نہیں کرتا وہ صرف احکام کے اصول بیان فرماتا ہے۔ جزئیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح وتفسیر اور تعلیمات پر چھوڑ دیے گئے ہیں۔

حجیت حدیث اور تعامل اُمت

اسلامی شریعت میں بالاتفاق قرآن کریم کے بعد قانون کا دوسرا ماخذ حدیث رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ شریعت کے یہ دونوں ماخذ اگر کسی مسئلے میں خاموش ہوں تو پھر اجماع اور قیاس کا درجہ ہے۔ حجیت حدیث پر تعامل امت ہے اور یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ اقدس کی روشنی میں ایسا شخص جو امت سے الگ راہ اختیار کرتا ہے وہ خود فیصلہ کر لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔

مزید برآں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ کو وحی غیر متلو کا درجہ حاصل ہے۔ قرآن کریم سے اس کی دلیل یہ ہے:

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔[3]

ان آیات مبارکہ سے واضح ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی وحی الٰہی کے تابع ہے۔ چنانچہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی غیر متلو (حدیث) کی حفاظت بھی منظور تھی۔ جس کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں ہی ہو گیا تھا۔ لیکن منکرین حدیث نے چند موضوع روایات کو بنیاد بنا کر تمام مجموعہ احادیث کو ہی رد کر دیا ہے جو سراسر

---

[1] النحل 44:16

[2] حافظ ابوبکر، ابن ابی شیبہ: جلد 9: حدیث، 7881، ابوعیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی: جلد 2: حدیث، 41، محمد عبد اللہ خطیب تبریزی، مشکوۃ: جلد 1, حدیث، 168

[3] النجم 3,4:53

ناانصافی اور غیر علمی بات ہے۔ حالانکہ محدثین نے ان موضوع روایات کی نہ صرف نشاندہی کر دی ہے بلکہ اُمت کی رہنمائی اور پہچان کے لیے ان کی ''موضوعات'' کے نام سے الگ سے کتب بھی مرتب کر دی ہیں۔

درج ذیل حدیث تو فتنہ انکار حدیث کی جڑ ہی کاٹ دیتی ہے۔

منکرینِ حدیث کے متعلق پیشگوئی

سیّد مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ آج تو جو کچھ کہا جا رہا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ مشہور پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے جو صحاح کی مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہے:

حضرت مقدام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معدیکرب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا کہ آگاہ رہو بیشک مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی دی گئی ہے خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنے تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا کہے گا کہ تمہارے ذمہ قرآن کو پکڑنا لازم ہے پس تم اس میں جو حلال پاؤ تو اسے حلال سمجھو اور جو اس میں تم حرام پاؤ تو اسے حرام سمجھو........[1] (خبردار) (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔.......[2]

مقام رسالت

جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں دراصل وہ مقام رسالت سے ناآشنا ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام و مرتبے کو کس انداز میں بیان فرمایا ہے:

☆ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے آخری اور قطعی حیثیت رکھتے ہیں اُن کے خلاف دنیا و مافیہا کی کسی عدالت میں نہ صرف کوئی اپیل نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے کے خلاف دل میں خلش اور تنگی

---

[1] سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، جلد 3، حدیث 1200

[2] ابوعیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی: جلد 2: حدیث: 573

محسوس کرنا بھی ایمان کے منافی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔[1]

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو پھر ان کا اس معاملہ میں (جس کا فیصلہ کیا گیا ہے) کچھ اختیار باقی رہ جائے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوا۔[2]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کو اُمت کے لیے رول ماڈل قرار دیا گیا ہے:

بلاشبہ تمہارے لیے (اے مومنو!) رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے (خصوصاً) ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے اللہ کی ملاقات اور آخرت کے دن کے آنے کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔[3]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن کریم میں تنبیہ موجود ہے:

اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔[4]

☆ امت میں اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی رجوع کرنے کا حکم ہے:

اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں، پھر اگر ایسا ہو کہ کسی معاملہ میں باہم جھگڑ پڑو تو چاہیے کہ اللہ اور اس کے

---

[1] النساء 65:4

[2] الاحزاب 36:33

[3] الاحزاب 21:33

[4] الحجرات 1:49

رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔[1]

☆ گمراہی سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کی سنت، تھامنا لازم ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے؛ اللہ کی کتاب اور میری سنت[2] واضح ہو سنت بھی حدیث کے ذریعہ امت تک پہنچی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي[3] اس حدیث کے راوی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو اپنے چند رفقاء کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بیس دن رہے اور آپ ﷺ کی امامت میں سو نمازیں ادا کیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور حکم دو اور نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس طرح حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کا طریقہ نماز، حدیث کے ذریعہ امت کو منتقل کیا۔

حدیث قرآن کے احکام کی معتبر تشریح ہے:

قرآن کریم میں عموماً احکام کی تفصیل کا ذکر نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر اسلام کے بنیادی ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو ہی لیجیے۔ انکے احکام کی پوری تفصیل قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے ان احکام کی تفصیل بحکم وحی خود بیان فرمائی ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں نماز قائم کرنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن "تکبیر تحریمہ" سے لے کر "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" تک نماز کی پوری تفصیل اور طریقہ کار قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے، کہ کس نماز کی کتنی رکعت ادا کرنی ہیں؟ قیام، رکوع اور سجدہ کیسے کیا

---

[1] النساء 59:4

[2] خالد علوی، حفاظت حدیث، ص 54، بحوالہ جامع بیان العلم، جلد 2، ص 180

[3] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 608

جائے گا، ان میں سورۃ کہاں پڑھی جائے گی، درود شریف کہاں پڑھا جائے گا؟ اسی طرح جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے کس وقت پکارا جائے؟ جمعہ کی نماز کے پڑھنے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

اسی طرح قرآن کریم میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا تو حکم ہے، لیکن زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیلات مذکور نہیں ہیں۔

اسی طرح قرآن میں حج کی فرضیت کا ذکر ہے، لیکن پانچ دن منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے میدانوں میں مناسک حج ادا کرنے کی تفصیل حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔

اسی طرح نماز کے بارے میں فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا دیکھتے ہو۔

غرضیکہ اگر احادیث نبویہ کو قرآن کی تشریح وتفسیر ماننے سے انکار کر دیا جائے تو قرآن کریم پر کما حقہ عمل کرنا ناممکن ہو جائے۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو تمہارے ساتھ قرآنِ حکیم کے شبہات کے ساتھ جدال کریں گے تو ان کو سنت کے ساتھ پکڑنا، اس لیے کہ سُنن والے اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم کی معتبر اور قابل حجت تفسیر وہی ہے جو حضور اکرم ﷺ نے اپنی لسان مبارک سے بیان فرما دی ہے، اور حدیث مبارکہ کی صورت میں اُمت کے پاس محفوظ ہے۔

جہاں تک منکرین حدیث کے اس الزام کا تعلق ہے کہ احادیث حضور ﷺ کے سو سال بعد لکھی گئیں، تو یہ بالکل ہی غیر علمی بات ہے۔ ذیل میں اس ذخیرہ احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جو صرف عہدِ نبوی میں لکھا گیا اور بعض تو بارگاہِ عالیہ میں پیش بھی کیا گیا۔

عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث

حدیث پر یہ اعتراض بڑی شد و مد سے کیا جاتا ہے کہ احادیث، رسول اللہ ﷺ کے سو سال بعد تدوین کی گئیں، یہ سب ظنی ہیں، دین صرف یقینی ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ بظاہر ایک عام اور کم پڑھے لکھے شخص کے لیے اس اعتراض میں کافی وزن ہو سکتا ہے لیکن جب ہم اس الزام کا تجزیہ حقائق کی بنیاد پر کرتے ہیں تو روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ منکرین حدیث کے اس الزام کی

حیثیت رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔حضور ﷺ کی نبوت سے پہلے کی زندگی اور تیئس سالہ نبوت کی زندگی ساری کی ساری documented ہے۔حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُمت سے مخفی رہا ہو۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس ایسی تحریریں کثرت کیساتھ موجود تھیں جن کو عہد نبوی میں ہی قلم بند کرنے کا پورا پورا اہتمام کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر خالد علوی ،منت اللہ رحمانی اور سید ابو بکر غزنوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عہد نبوی میں کتابت حدیث تین طریقوں پر ہوئی:

1۔ وہ احادیث جو خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھی گئیں۔

2۔ وہ احادیث جنہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی اجازت سے قلم بند کیا اور پھر دربارِ رسالت میں بغرض تصحیح پیش کیا اور آپ (ﷺ) نے سننے کے بعد اس کی تصدیق کی اور توثیق فرمائی۔

3۔ وہ ذخیرہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خود زبان مبارک سے سن کر مجلس برخاست ہونے کے بعد قلم بند کیا۔[1]

چنانچہ ذیل میں صرف عہدِ نبوی میں حفاظتِ حدیث، آپ ﷺ کے امان نامے، فرامین و معاہدات و ثیقہ جات اور بیع ناموں کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس میں عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین شامل نہیں۔

1۔ **زکوٰۃ، صدقات اور خون بہا کے احکام:** نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ، صدقات اور خون بہا کے احکام پوری وضاحت کے ساتھ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لکھوا دیے تھے۔ یہ تحریر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خاندان میں موجود تھی۔

2۔ **جہینہ کے نام خط:** عبداللہ بن عکیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی (لکھوائی ہوئی) ایک تحریر ہمارے قبیلے جہینہ کو پہنچی جس میں مختلف احادیث تھیں اور یہ حدیث بھی تھی کہ مردار جانوروں کی کھال اور پٹھے بغیر پکائے ہوئے کام میں نہ لاؤ۔

3۔ **صحیفہ وائل بن حجر:** حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں نماز،

---

[1] خالد علوی، حفاظتِ حدیث، ص 84

روزہ، شراب اور سود وغیرہ کے احکام تھے۔ یہ صحیفہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ حاضری کے وقت دیا تھا۔

4۔ **صحیفہ اہل یمن:** نبی کریم ﷺ نے یمن والوں کی طرف لکھ بھیجا کہ قرآن مجید صرف پاک آدمی چھوسکتا ہے۔ نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور غلام خریدنے سے پہلے اس کی آزادی نہیں۔

5۔ **کتاب الصدقہ:** رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عاملوں کو بھیجنے کے لیے کتاب الصدقہ لکھوائی تھی۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کتاب عاملوں کے پاس بھیجی۔ کتاب الصدقہ میں جانوروں کی زکاۃ کے متعلق مسائل تھے۔

6۔ **صحیفہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا تھا اس میں حریت اور قیدیوں کے آزاد کرنے کے احکام تھے۔

7۔ **میثاق مدینہ:** نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ کی پہلی اجتماعیت کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے میثاق مدینہ لکھوایا، (بقول ڈاکٹر حمید اللہ) جس کی 52 دفعات تھیں ابتدائی 25 دفعات مسلمانوں اور عرب قبائل سے متعلق ہیں اور آخری 27 دفعات یہودیوں سے متعلق۔ یہ معاہدہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔

8۔ **صحیفہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں کاتبوں میں سے تھے، نے ایک صحیفہ میں احادیث نبویہ جمع کی ہوئی تھیں۔

9۔ **صحیفہ سمرۃ بن جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** حضرت سمرۃ بن جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحیفہ میں حدیثیں جمع کی تھیں۔ ان کے بعد یہ صحیفہ ان کے بیٹے سلیمان کو ملا اور وہ اس کی روایتیں بیان کرتے۔

10۔ **صحیفہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحیفہ رقم کیا تھا۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ صحیفہ مناسکِ حج سے متعلق تھا۔ قتادہ تابعی کہا کرتے تھے کہ جابر کا صحیفہ تو مجھے سورۃ بقرہ سے بھی زیادہ ازبر ہے۔

11۔ **صحیفہ الصادقہ:** حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتب کیا تھا جو مسند احمد بن حنبل میں جوں کا

توں محفوظ ہے، جس میں ایک ہزار احادیث تھیں۔ انہوں نے یہ صحیفہ خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے سن کر لکھا تھا، وہ اسے بڑی اہمیت دیتے اور فرماتے دو چیزوں کی وجہ سے مجھے زندگی عزیز ہے ایک تو صحیفہ صادقہ کی وجہ سے دوسرے الوھطہ نامی زمین کی بنا پر جو مجھے میرے والد نے عطا کی ہے۔

12۔ **حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجموعہ احادیث:** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاں نثار خادم تھے، احادیث قلمبند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اصلاح و تصحیح کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کرتے تھے۔

13۔ **حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** جب فوت ہوئے تو ان کے پاس ایک اونٹ کے بوجھ جتنی کتابیں تھیں۔[1]

14۔ **مدینہ کی مردم شماری:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعمیل ارشاد میں مدینہ منورہ میں مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو شمار کیا گیا اور 1500 آدمیوں کے نام لکھے گئے۔

15۔ **دستاویزات امان:** امان برائے سراقہ بن مالک مدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، برائے اہل نجران بشمول جملہ مسیحیان عرب، امان بنی زرعہ و بنی ربعہ، امان نامہ قبیلہ جہینہ، امان نامہ برائے بنی جرمز، وثیقہ امان تیماوغیرہ۔

16۔ **وثائق عطائے جاگیر:** حضرت تمیم الدّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت بیت حبرون (موجودہ الخلیل) اور بیت عینوں۔ وثیقہ جاگیر برائے عوسجہ بن حُرملہ، خیبر سے آمدہ گندم برائے جملہ حرم و دیگر وثائق۔

17۔ **معاہدہ نجران:** جس کی 11 دفعات ہیں۔

18۔ **دربار رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے:** دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلوں پر مشتمل عبداللہ بن محمد فرج المالکی القرطبی نے باقاعدہ ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ دربارِ رسالت کے یہ فیصلے اُمت کے لیے واجب الاطاعت ہیں۔

19۔ **مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:** حدیث و سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں تین سو کے قریب

---

[1] خالد علوی، حفاظتِ حدیث، ص109

مکتوباتِ نبوی ﷺ محفوظ ہیں۔[1]

20۔ **معاہدہ حدیبیہ:** مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان مارچ 628ء کو ایک معاہدہ ہوا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

21۔ **حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط مبارک:** نبی کریم ﷺ کا خط جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا گیا تھا جو بنام نجاشی شاہ حبشہ کے نام لکھا گیا تھا۔

22۔ **خطبہ حجۃ الوداع:** خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا اوّلین اور مثالی منشور ہے۔ اسے تاریخی حقائق کی روشنی میں انسانیت کا سب سے پہلا منشور انسانی حقوق ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ حجۃ الوداع میں ابوشاہ یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ مبارک لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔

یہ تو ایک مختصر سا تعارف ہے[2] ورنہ اس موضوع پر تو ضخیم کتب تحریر کی گئی ہیں۔ بہر کیف غور فرمایئے اتنے شواہد کی موجودگی میں اگر کوئی شخص حفاظتِ حدیث پر اعتراض کرتا ہے تو اس کے اعتراض کی کوئی وقعت نہیں۔

کتابتِ حدیث کا تسلسل

سُنن ابوداوٗد میں ایک حدیث ہے جس کی سند یہ ہے۔: حدثنا احمد بن محمد بن حنبل، حدثنا عبدالرزاق، اخبرنا معمر، عن ھمام بن منبہ عن ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی امام احمد بن محمد بن حنبلؒ، عبدالرزاقؒ سے، وہ معمرؒ سے، وہ ھمام بن منبہؒ سے، وہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ وضو کرلے۔ مذکورہ بالا حدیث کی سند میں مندرجہ ذیل راوی ہیں: 1۔ ابوہریرہؓ، 2۔ ھمام بن منبہؒ، 3۔ معمرؒ، 4۔ عبدالرزاقؒ 5۔ احمد بن محمد بن حنبلؒ۔ ان تمام بزرگوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جمع کردہ احادیث کو کتابی شکل میں مرتب کرلیا تھا جیسا کہ درج ذیل تفصیل سے

---

[1] سید محبوب رضوی، مکتوبات نبوی ﷺ، ص 252

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے، سیاسی وثیقہ جات از ڈاکٹر حمید اللہ

ظاہر ہے:

1۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابی ہیں۔امام بقی بن مخلد اور علامہ خزرجی نے ان کی احادیث کی تعداد 5374 بتائی ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات ان کی اپنی زندگی میں ہی احاطہ تحریر میں آچکی تھیں جس کی تفصیل حافظ ابو بکر خطیب بغدادی کی کتاب "تقیید العلم" اور ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی کی" دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

2۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد ھمام بن منبہؒ کو حدیث کا ایک مجموعہ بھی اِملا کروایا تھا جو صحیفہ ھمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے۔اس میں 138 احادیث ہیں اور آج بھی وہ صحیفہ ھمام بن منبہ کے نام سے دستیاب ہے۔

3۔امام معمر بن راشد ازدی: ان کی کتاب 'الجامع' مصنف عبد الرزاق کے آخر میں مطبوعہ ہے اور علیحدہ بھی شائع ہو چکی ہے۔

4۔امام عبد الرزاق بن ھمام کا جمع کردہ مجموعہ حدیث مصنف عبد الرزاق کے نام سے مشہور ہے اور شائع شدہ ہے۔

5۔امام احمد بن حنبلؒ: آپ کا مرتب کردہ مجموعہ احادیث مسند احمد کے نام سے معروف ہے۔ اس میں تقریباً 27647، احادیث ہیں۔

صحیفہ ھمام بن منبہ کا ایک قلمی نسخہ مشہور و معروف محقق ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی نے سنہ 1933ء میں جرمنی کی کسی لائبریری سے حاصل کیا تھا۔اور دوسرا مخطوطہ دمشق کی کسی لائبریری سے۔ پھر انھوں نے ان دونوں مخطوطوں کا تقابل کر کے 1955ء میں حیدر آباد دکن سے اسے شائع کیا۔بعد ازاں جامعہ الازہر کے معروف عالم ڈاکٹر رفعت فوزی عبد المطلب کو تحقیق کے دوران مصر کی ایک لائبریری دار الکتب المصریہ سے صحیفہ ھمام بن منبہ کا ایک مخطوطہ ملا جو 557ھ کا مکتوب تھا یعنی آج سے 886 برس پہلے کا۔ان تینوں نسخوں کا آپس میں تقابل کر کے شائع کیا گیا۔جب یہ صحیفہ شائع ہوا تو اس کی احادیث کا مُسند احمد کی احادیث سے موازنہ کیا گیا جو امام احمد بن حنبلؒ نے تیسری صدی ہجری میں لکھی تھیں۔ان میں ذرا بھی فرق نہیں تھا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جہاں مسند احمد بن حنبلؒ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے بعد کی صدیوں کے محدثوں نے صحیفۂ ھمام کے دیانت دارانہ تحفظ میں کوئی کوتاہی نہ کی تو ساتھ ہی صحیفۂ ھمام کے نو دستیاب شدہ مخطوطوں سے خود اس کا بھی یقین ہو جاتا ہے کہ امام ابن حنبلؒ نے پوری دیانت داری سے صحیفۂ ھمام کے متعلق اپنی معلومات محفوظ کی ہیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی وفات کے ساڑھے گیارہ سو سال بعد ان کی علمی دیانت داری کی جانچ ہوگی۔ اگر انھوں نے صحیفۂ ھمام کی حد تک جعل سازی نہیں کی تو اپنی مسند کے باقی اجزا میں بھی عمداً کوئی ایسی بد دیانتی نہیں کی ہوگی۔

حفاظتِ حدیث کا اہتمام بذریعہ حفظ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بلا کسی شک وشبہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس اطہر میں احادیث سنتے، یاد کرتے اور لکھتے بھی تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو باقاعدہ عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر بچھا دو تو میں نے حکم کی تعمیل کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چادر کو اپنے سینے کی طرف سمیٹ لو، میں نے ویسا ہی کیا، اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو حدیث بھی سنی اسے نہیں بھولا [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مذکورہ حدیث بھی حفاظتِ حدیث کی دلیل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کتابتِ حدیث کے علاوہ حدیث کو محفوظ کرنے کے لیے حفظ بھی ایک اہم اور قابل اعتبار ذریعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن لوگوں میں مبعوث کیا گیا وہ کوئی عام لوگ نہیں تھے، وہ کرۂ ارضی میں سب سے بہترین جماعت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسّر آئی۔ آج بھی حفظ ایک قابل اعتماد ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ آج بھی قرآن کریم کی پروف ریڈنگ حفاظ کرام ہی کرتے ہیں۔ اس لیے حفظ کو اصل مقام نہ دینا انصاف کی بات نہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

ہندوستان میں سید انور شاہ کشمیری بے نظیر حافظہ کے مالک تھے۔ عرب بھی بے پناہ قوت

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد مدنی، اسلام کی بنیادی احادیث، ص236

حافظہ کے مالک تھے، ان کے شعراء، خطباء اور رواۃ ہزاروں اشعار، ضرب الامثال اور واقعات کے حافظ ہوتے تھے۔ شجرہ ہائے نسب کو محفوظ رکھنا ان کا معمول تھا، بلکہ وہ تو اپنے گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد رکھتے تھے۔ ان صلاحیتوں کی موجودگی میں جب اِن عربوں کو قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد محبت وعقیدت ہوئی تو انہوں نے قرآن و احادیث کو حفظ کرنا شروع کیا۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہوتے اور حدیث سنتے جب ہم اُٹھتے تو ایک دوسرے سے دہراتے حتیٰ کہ ہم اس کو یاد کر لیتے۔[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حدیث سنتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دورہ کرتے۔ یکے بعد دیگرے ہم میں سے ہر شخص ساری حدیثیں بیان کرتا۔ اکثر مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد ساٹھ تک ہوتی اور وہ سب باری باری بیان کرتے پھر جب ہم اُٹھتے تو حدیثیں یوں یاد ہوتیں گویا وہ ہمارے دلوں پر نقش ہوگئی ہیں۔[3]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے جو باتیں سنا کرتا تھا انہیں لکھا کرتا تھا یاد کرنے کے لیے۔ لیکن مجھے قریش نے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ہر بات کو جو سنتے ہو لکھ لیا کرتے ہو حالانکہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بشر ہیں اور آپ کبھی غصہ میں اور کبھی خوشی کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے کتابت سے ہاتھ روک لیا اور اس کا تذکرہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کیا، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ لکھا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا۔[4]

حدیث اور تاریخ میں فرق

حدیث ہر لحاظ سے تاریخ سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ حدیث پر

---

[1] خالد علوی، حفاظتِ حدیث، ص 57

[2] خالد علوی، حفاظتِ حدیث، ص 58، بحوالہ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ص 3

[3] خالد علوی، حفاظتِ حدیث، ص 58، بحوالہ مجمع الزوائد، جلد 1، ص 61

[4] سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، جلد 3، حدیث 253

اعتراض کرنے والوں نے لوگوں کو حدیث سے بدظن کرنے کے لیے حدیث کو عجمی سازش قرار دے کر تاریخ کے ہم پلہ بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

1۔ حدیث کا تعلق صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے۔ جبکہ تاریخ ایک ایسا مضمون ہے جس میں صرف ماضی میں پیش آنے والے واقعات اور لوگوں کے بارے میں معلومات ہوتی ہیں۔

2۔ حدیث بیان کرنے والے بنیادی لوگ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں جو سب کے سب عدول ہیں۔ ان کے مقام و مرتبہ کی گواہی قرآن وسنت نے دی ہے، اور ان کی مثالیں تورات و انجیل میں ہیں۔

3۔ محدثین سلسلہ سند کے ساتھ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ان کے مواد حاصل کرنے کا ذریعہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ جبکہ مورخ امراء کے ایوانوں میں بیٹھ کر تاریخ نویسی کرتے رہے ہیں۔

4۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک سو سال تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے خالی رہا ہو۔ آخری صحابی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 110ھ میں فوت ہوئے۔ گویا کہ اسلام کا پورا زمانہ ایک دوسرے سے متصل ہے۔

5۔ روایت حدیث میں صرف سلسلہ سند پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ حدیث کے راوی کا زُہد و تقویٰ، اس کا عادل ہونا اور دیگر اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہونے کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا۔ وضع حدیث اور اس کا سدّ باب کرنے کے لیے اصول وضوابط مقرر کیے گئے۔ علمِ اسماءُ الرِجال کے تحت پانچ لاکھ راویوں کے حالات زندگی مرتب کیے گئے۔ جس کو غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں۔

6۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مورخ پر کوئی قدغن نہیں ہوتی بلکہ عام طور پر تاریخ نویسی میں حاکم وقت اور مورخ کی اپنی پسند و ناپسند بھی شامل ہوتی ہے۔ جبکہ حدیث کے راوی کے لیے ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ اقدس ملحوظِ خاطر رہتا ہے کہ میرے اوپر جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ

بولے اس کاٹھکانا جہنم ہے۔[1]

7۔امام بخاریؒ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور فقہ کے بھی امام ہیں۔محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے۔امام بخاریؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ان کی صحیح بخاری مسلمانوں کے تمام مدارس میں خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں، طلباء کو پڑھائی جاتی ہے۔امام بخاریؒ کی حدیث لینے میں کڑی شرائط ہیں۔وہ اس وقت تک کسی راوی کی حدیث نہیں لیتے جس کی ملاقات اپنے شیخ سے ثابت نہ ہو۔

احتیاط حدیث کی چند مثالیں

حفاظتِ حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مساعی جمیلہ کو بھی نظر انداز کر کے منکرین حدیث نے اپنی علمی خیانت کا ثبوت دیا ہے۔اس سلسلے میں ایسے بیشمار واقعات ملتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک ایک حدیث کی تصدیق کے لیے مدینہ منورہ سے مصر تک کا سفر کیا ہے۔قارئین کرام کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ صرف ایک حدیث میں معمولی شک مٹانے کے لیے حضرت ابو ایوّب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ سے مصر روانہ ہوتے ہیں۔ابو ایوّب رضی اللہ تعالےٰ عنہ حدیث سنتے ہی اپنی سواری کی طرف پلٹے، سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، آپ نے مصر میں اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا۔[2] مشہور عالم صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ متوفیٰ 78ھ نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ باندھ کر ایک ماہ سفر میں رہے اور شام کے ملک میں پہنچ کر عبداللہ بن اُنیس سے قصاص کے بارے میں ایک حدیث دریافت کی۔[3] یہی حال تابعین کرام کا تھا۔دارمی نے ابو العالیہ سے روایت درج کی ہے۔ہم لوگ بصرہ میں ایک روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں کے حوالے سے سنتے تھے مگر ہم صرف اسی پر قناعت نہیں کر لیتے تھے جب تک سوار ہو کر مدینہ پہنچ

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 109

[2] سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، ص 54

[3] صبحی صالح، علوم الحدیث، ص 76

کر خود اُن صحابیوں کی زبانی بھی اس روایت کو نہ سن لیتے۔[1] غرضیکہ حفاظتِ حدیث اور جمع و تدوین حدیث کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کرام رحمتہ اللہ علیہم کے ایسے بیشمار واقعات ہیں جنہیں نظر انداز کرنا ظلم اور ناانصافی ہے۔

غلام احمد پرویز نے امام المحدثین امام بخاری پر بھی بے جا تنقید کی ہے حالانکہ امام بخاری نے کسی ایسے راوی کی حدیث قبول ہی نہیں کی جس کی اپنے شیخ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ امام صاحب صرف ہم عصر ہونا ہی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ دونوں کی ملاقات بھی ضروری خیال کرتے تھے۔ حدیث کے قبول کرنے میں اس سے کڑی شرط اور کیا ہو سکتی ہے؟

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ قرآن وسنت اور اجماع اُمت کے حوالے سے حدیثِ رسول اقدس، قرآن کریم کی صحیح، معتبر تفسیر اور اسلامی قانون کا قرآن کے بعد دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک سے لے کر آج تک خلفائے راشدین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماء اُمت حدیث کو حجت مانتے آئے ہیں اور آئمہ محدثین اور فقہاء کرام نے اسی ذخیرہ احادیث کی بنیاد پر اپنے فتاویٰ کی بنیاد رکھی ہے۔

لیکن منکرین حدیث نے انکارِ حدیث میں بڑا سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ غلام احمد پرویز اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تحریروں کو اس طریقے سے پیش کیا ہے کہ عام قاری اصل فتنہ پہچاننے کی بجائے حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اس بات پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے کہ حدیث کوئی ایسی چیز ہے جسے مسلمانوں نے بغیر کسی یقین اور تحقیق کے قبول کر کے اس پر دین کی عمارت کھڑی کر دی ہے۔

یہ درست ہے کہ نزولِ قرآن کے آغاز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وقتی طور پر حدیث لکھنے سے منع فرمایا تھا کہ کلامِ الٰہی اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکس نہ ہو جائیں۔ لیکن منکرین حدیث اپنا کام نکالنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو تو بڑے تکرار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ لیکن متعدد ایسی صحیح احادیث جن میں احادیث لکھنے کی ترغیب و تلقین موجود ہے اور حدیث کی حفاظت کے اہتمام کا تذکرہ ہے، اور حدیث کا عالی شان ذخیرہ موجود ہے، اس سے چشم پوشی کرتے

---

[1] سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، ص 54

ہیں، جو حد درجہ علمی خیانت ہے۔ یہ لوگ ایک طرف تو انہی احادیث سے استدلال کرتے ہیں دوسری طرف انہی احادیث پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ جس واسطے سے قرآن ہم تک پہنچا ہے، اسی واسطے سے حدیث پہنچی ہے۔ ان لوگوں کو اگر حدیث رسول اقدس قابل قبول نہیں تو قرآن کریم کس منہ سے قابل قبول ہے؟ مزید برآں اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت رہی ہے کہ حق تعالیٰ نے جب بھی انسانیت کی رہنمائی کے لیے کتاب نازل فرمائی ہے اس کے ساتھ ہی پیغمبر کی صورت میں اس کا معلم بھی مبعوث فرمایا ہے۔ تاکہ انسانوں کی رہنمائی کا بندوبست خالق کی منشاء اور حکمت کے مطابق ہو سکے۔ لیکن پرویز صاحب کی یہ بات ناقابل فہم ہے کہ وہ اہل کتاب کے مروجہ دینی ادب جو تحریف شدہ ہونے کی وجہ سے معلومات کے قابل اعتبار ذرائع بھی نہیں ہیں، سے تو استدلال کرتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ متواترہ، جس کی حفاظت کے لیے اتنا اہتمام کیا گیا، سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی عقل کے مطابق سلسلہ معارف القرآن، لغات القرآن اور تفسیر مطالب القرآن بھی لکھ دی ہیں، جب کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن تو اپنی تشریح خود بیان کرتا ہے۔ اگر وہ قرآن کے اس دعوے کو واقعی مانتے ہیں تو ان کو اپنی یہ من مانی تشریحات بیان کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

غلام احمد پرویز کے دیگر نظریات

عوام الناس میں عام طور پر غلام احمد پرویز منکر حدیث کے نام سے مشہور ہیں۔جس کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ صرف انکارِ حدیث تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس گروہ کے اکثر و بیشتر نظریات قرآن وسنت اور اُمتِ مسلمہ کے متفقہ و اجماعی عقائد کے بھی خلاف ہیں۔جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ غلام احمد پرویز معجزات کے قائل نہیں۔عیسائی سکالر کارلائل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کوئی معجزات نہیں دکھلائے۔[1]

2۔ قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت میں موجود تھے۔ان کی اطاعت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تھی...رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان کے بعد جو کوئی ان کے نام سے کچھ کہہ دے ہم اس کی تعمیل کرنے لگیں...[2]

3۔دین نے قیام صلوٰۃ کا حکم دیا تھا۔مذہب میں یہ چیز نماز پڑھنے کے مرادف بن گئی[3]

4۔ میرا دعویٰ تو صرف اتنا ہے کہ فرض صرف دو نمازیں ہیں جن کے اوقات بھی دو ہیں اور رکعات بھی دو ہیں۔باقی سب نوافل۔[4] (پرویز صاحب کے دعویٰ کے برعکس قرآن کریم کی مختلف آیات میں واضح طور پر پانچ نمازوں کا ثبوت موجود ہے)[5]

---

[1] غلام احمد پرویز، معراج انسانیت،ص 432

[2] غلام احمد پرویز، مقام حدیث،ص 83

[3] غلام احمد پرویز، طلوع اسلام ص46 جون 1950

[4] غلام احمد پرویز، طلوع اسلام ص58 اگست 1950

[5] ھود 114:10، النور 58:24، بنی اسرائیل 78:17، الروم 18:30، البقرہ 238:2

5۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ آدم (علیہ السلام) جن کے جنت سے نکلنے کا قصہ قرآن کریم کے مختلف مقامات میں آیا ہے نبی تھے۔قرآن سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔جنت سے نکلنے والا آدم کوئی خاص فرد نہیں تھا بلکہ انسانیت کا تمثیلی نمائندہ تھا۔[1]

6۔ قصہ آدم کسی ایک میاں بیوی کا واقعہ نہیں بلکہ خود انسان کی سرگزشت ہے۔[2]

7۔ حج کے علاوہ قربانی اور کہیں نہیں۔لہٰذا یہ جو دنیا کے ہر قریہ اور ہر بستی کے گلی کوچے میں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔قرآن کی رُو سے ان کی شرعی حیثیت کچھ نہیں۔[3]

8۔ عید کی صبح بارہ بجے تک قوم کا کس قدر روپیہ نالیوں میں بہہ جاتا ہے۔[4]

9۔ علاوہ ازیں غلام احمد پرویز نے سیّدہ مریم صدیقہ علیہا السلام پر بالواسطہ طور پر ایسے الزامات لگائے ہیں جس طرح کے الزامات یہود اور مرزا قادیانی نے لگائے ہیں۔

قارئین کرام!

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین اقدس کا انکار اور ان سے بغض وعناد رکھنا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے لوگ الحاد و ارتداد کا شکار ہو گئے۔قادیانیت کا بانی بھی الحاد سے گزر کر ارتداد تک پہنچا تھا۔بہرکیف چوہدری غلام احمد پرویز کے درج بالا نظریات کے علاوہ بھی کئی ایسے عقائد ونظریات ہیں، جو اُمت مسلمہ کے عقائد سے متصادم ہیں۔مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بالتصریح کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی (شعلۂ مستور، ص 105) یوں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت اور قرآن کریم کے واقعات کا انکار کیا ہے۔

پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں:

ہمارے ہاں ان الفاظ کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جتنے بھی بچے پیدا ہوں، ان میں سے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو

---

[1] غلام احمد پرویز، لغات القرآن، ص 214

[2] غلام احمد پرویز، ابلیس و آدم، ص 48

[3] غلام احمد پرویز، قرآنی فیصلے، جلد اول، ص 99

[4] غلام احمد پرویز، ادارہ طلوع اسلام، ستمبر 1950

زندہ رہنے دیا جائے۔ یہ مفہوم صحیح نہیں، اسے تورات سے لیا گیا ہے۔[1]

مزید لکھتے ہیں:

اس وقت تک مصر کی قدیم تاریخ سے جس قدر پردے اُٹھے ہیں، ان میں سے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دینے کا کوئی واقعہ سامنے نہیں آیا ہے۔ ممکن ہے جب تاریخ کے مزید اوراق سامنے آئیں تو ان میں اس کے متعلق کوئی ذکر ہو، اس وقت تک صرف تورات میں یہ ملتا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو مارنے کا حکم دے رکھا تھا۔ (کتابِ خروج) لیکن تاریخی نقطۂ نگاہ سے موجودہ تورات کی جو حیثیت ہے وہ اربابِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔[2]

اس اقتباس کے جواب میں ڈاکٹر محمد دین قاسمی لکھتے ہیں:

اقتباس بالا نے پرویز صاحب کی مغرب کے سامنے ان کی ذہنی غلامی اور فکری اسیری کو بالکل الم نشرح کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآنِ کریم بالفاظِ صریحہ فرعون کے متعلق یہ کہتا ہے کہ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ[3] وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کیا کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھا کرتا تھا۔ فرعونیوں کے متعلق بھی قرآن صراحت سے بیان کرتا ہے کہ "يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ"[4] وہ تمہارے بچوں کو ذبح کیا کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے مقام پر "يذبحون" کی جگہ "يُقَتِّلُوْنَ" کے الفاظ آئے ہیں یعنی خوب قتل کیا کرتے تھے۔ الغرض قرآن کریم نے "يذبحون" کہا ہو یا "يُقَتِّلُوْنَ" دونوں کا معنی جان سے مار ڈالنا ہی ہے۔ لیکن ہمارے مفکر قرآن کو یہ حقیقی اور عام فہم مفہوم قابل قبول نہیں کیوں؟ محض اس لیے کہ ابھی تک حجری اور اثری انکشافات نے اس معنی کی تصدیق نہیں کی۔ گویا اصلی قابل اعتماد ماخذ الفاظ کلام اللہ نہیں ہیں بلکہ تاریخی آثار اور انکشافاتِ آثارِ قدیمہ ہیں۔ لہٰذا

---

[1] غلام احمد پرویز، تفسیر مطالب الفرقان، جلد 2، ص 173

[2] غلام احمد پرویز، لغات القرآن ص 694

[3] القصص 4:28

[4] البقرہ 49:2

قرآنی مفہوم ان ہی کی روشنی میں متعین کیا جائے گا یعنی قرآنی الفاظ کا مفہوم قطعی نہیں بلکہ تاریخی آثار و کتبات سے برآمدشدہ مفہوم ہی قطعی ہے۔ یہ رویہ مغرب کی انتہائی ذہنی غلامی کا غماز ہے۔[1]

پرویز صاحب نے یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام پر شرمناک الزامات لگائے ہیں (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، نقل کفر کفر نباشد)۔

پرویز صاحب لکھتے ہیں:

حضرت مریم علیہا السلام ایک راہبہ کی زندگی بسر کر رہی تھیں جسے دنیاوی علائق سے کچھ واسطہ نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ ساری عمر تجرد میں گزار دینی چاہیے تھی۔ آپ کو خدا کی طرف سے اشارہ ملا کہ اُنہیں متاہل زندگی بسر کرنی ہوگی کیونکہ اُنہیں ایک عظیم الشان رسول کی امین بننا ہے۔ اس طے شدہ اَمر (اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا) کے مطابق حضرت مریم (علیہا السلام) نے خانقاہ کی زندگی چھوڑ کر عائلی زندگی اختیار کی لیکن یہودیوں کے نزدیک یہ کوئی چھوٹا جرم نہ تھا۔ ایک راہبہ کی زندگی چھوڑ کر متاہل زندگی اختیار کر لینا، مشربِ خانقہیت میں اِرتداد سے کم نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس جذبۂ انتقام اور شکست پندار کو بھی ملحوظ رکھیئے جو حضرت مریم (علیہا السلام) کی اس روش سے اُن کے دل میں پیدا ہوا تھا کہ اُنہوں نے ہیکل کے پجاریوں میں سے کسی کے ساتھ شادی نہیں کی اور ہیکل سے باہر ایک دوسرے شخص سے شادی کر لی۔ ان وجوہات کی بنا پر انہوں نے حضرت مریم (علیہا السلام) کو موردِ طعن و تشنیع بنایا... یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے شوہر بچے لیکر مصر یا (رینان کی تصریح کے مطابق قانا کی بستی) کی طرف چلی گئی تھیں۔[2]

حاصل بحث یہ ہے کہ بظاہر تو پرویز صاحب نے اپنی تحریروں میں تکرار کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ قرآن کریم ہی سے سب کچھ لیتے ہیں اور قرآن کریم ہی ان کے نظریات کا محور ہے تا کہ پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔ لیکن حقیقت میں انہوں نے تعامل امت سے ہٹ کر قرآن کریم کی نئی تفسیر کی ہے جو دین اسلام کی

---

[1] محمد دین قاسمی، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ (جلد دوم)، ص 88

[2] غلام احمد پرویز، شعلۂ مستور، ص 115-114

تخریب پر مبنی اور ضلالت و گمراہی کی وہی شکل ہے جو مستشرقین نے پیش کی ہے۔ مزید برآں آپ غور فرمایئے کہ تحریفِ کتب سماوی اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء (علیہم السلام) اور سیّدہ مریم (علیہا السلام) پر الزامات لگانے میں یہودیت، مرزائیت، پرویزیت اور مستشرقین میں کس قدر مماثلت ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علماء عرب و عجم نے نہ صرف ان کے کام کو ردّ کر دیا ہے بلکہ ان کے خلاف ارتداد کا فتویٰ بھی لگایا ہے۔[1] جبکہ اس کے برعکس صرف مستشرقین نے ان کے کام کی تعریف اور مدح سرائی کی ہے جس کو انہوں نے اپنے رسالہ طلوع اسلام میں بڑے فخر سے بیان کیا ہے۔[2]

---

[1] خادم حسین الٰہی بخش، دراسات فی الفرق، القرآنیون وشبھاتھم حول السنہ ص 54

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے، طلوع اسلام، نومبر 1976ء، ص 57، از غلام احمد پرویز

اِسلام اور مستشرقین

تحریکِ استشر اق (Orientalism) اور مستشرقین (Orientalists) یہ دونوں اصطلاحیں بہت پرانی نہیں ہیں بلکہ ان کا زیادہ تر تعلق انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی سے ہے۔مستشرقین کی کئی قسمیں اور طبقات ہیں اور ان کا تعلق بھی کسی ایک علاقے سے نہیں بلکہ دنیا کے مختلف مما لک اور خطوں سے ہے۔

تحریک استشراق: بقول پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر: مغرب سے تعلق رکھنے والے وہ اہل علم جنہوں نے مغرب میں رہ کر ایک پروگرام کے تحت اپنی تحقیق کا موضوع اسلام اور دیگر مذاہب وتمدن کو بنایا ہے، جس میں مشرقی ثقافت، تہذیب وتمدن اور عادات واطوار وغیرہ شامل ہیں۔ اس کو تحریکِ اِستشراق کہتے ہیں۔

مستشرقین: لیکن اب مشرق سے مراد اِسلام ہی لیا جاتا ہے۔اب اُن کا اصل ٹارگٹ اِسلام ہی ہے گویا کہ وہ Europeon اہلِ علم،جنہوں نے اسلامی تہذیب وتمدن کو موضوع تحقیق بنایا ہے ان کو مستشرقین Orientlists کہتے ہیں۔لیکن اپنی متنازعہ تحریروں کی بدولت یہ اتنے بدنام ہوئے ہیں کہ اب انہوں نے خود کو Arabist کہلانا شروع کر دیا ہے۔" جس کا مطلب ہے،عرب دنیا سے باہر کا کوئی فرد جو عربی زبان،ادب اور ثقافت کے مطالعہ میں مہارت رکھتا ہے۔

مستشرقین کا پسِ منظر

مستشرقین پر بات کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ ان کا پس منظر بیان کیا جائے تا کہ قارئین کرام کو ان کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

مسلم سپین کے عروج کے دور میں عالم اسلام،پوری دنیا کی وہ واحد سپر پاور تھا جس کا مقابلہ آج کے روس اور امریکہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔وہ مغرب کا دورِ جہالت تھا۔عالم اسلام کے دو بڑے علمی

مراکز تھے ایک بغداد اور دوسرا اندلس۔ یورپ سے بغداد دور پڑتا تھا۔اندلس ان کے قریب بھی تھا اور اس کے ساتھ ان کا زمینی رابطہ بھی تھا۔اندلس سائنس کا بڑا مرکز تھا۔ پورے یورپ کے عیسائی اور یہودی طلباء وہاں پڑھنے آتے تھے۔طلیطلہ،غرناطہ،اشبیلیہ اور قرطبہ کی درسگاہوں میں داخلہ لینا ان کے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی۔مغرب جو اب دنیا کا معلم بنا ہوا ہے، یہ اُس کا دورِ جہالت تھا۔ یہاں سے انہوں نے پہلے عربی علوم کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا اور بعد میں دوسری یورپی زبانوں میں اور یورپ کو ترقی کی راہ پر ڈال دیا۔اس حقیقت پر اظہارخیال کرتے ہوئے،سوشل انتھروپولوجسٹ، رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے:

It was under the influance of the Arabian and Moorish (Muslim) revivial of Culture, and not in the fifteenth Century, that the real renaissance took place , Spain, not Italy, was the credle of the rebirth of Europe. After steadily and degradation when the cities of the Saracenic world, Baghdad, Cairo, Cordova, Toledop, were growing centres of civilization and intellectual activity . It was there that new life arouse which was to grow into a new phase of human evolution. [1]

یورپ میں حقیقی نشاۃِ ثانیہ پندرہویں صدی عیسوی میں نہیں بلکہ عربوں اور موروں (سپین میں مسلمانوں کا نام) کی ثقافت کے زیر اثر وجود میں آئی۔ یورپ کی نئی پیدائش کا گہوارہ اٹلی نہیں، سپین تھا۔ یورپ بربریت میں گرتے گرتے مستقل طور پر جہالت اور انحطاط کی تاریک ترین گہرائیوں تک پہنچ چکا تھا۔جبکہ مسلم دنیا کے شہر،بغداد،قاہرہ،قرطبہ،طلیطلہ تہذیب اور فکری سرگرمی کے مراکز تھے۔یہیں سے وہ نئی زندگی ابھری جو انسانی ارتقا کے ایک نئے مرحلے کی شکل اختیار کرنے والی تھی۔

---

[1] Making of Humanity by Robert Briffault, Page :188, 189

اندلس کے ترقی یافتہ ترین شہر ہونے کے بارے میں مائکل ہملٹن لکھتا ہے:

At its peak in the 11th Century Cordova will be the most advanced city in Europe with a population of half a million, boasting of some 300 baths, 300 Mosques, 50 hospitals, and a high public literacey expressed in libraries, public and private, with more books than in all the rest of Europe. [1]

گیارہویں صدی عیسوی کے عروج پر صرف نصف ملین آبادی کا حامل ملک قرطبہ، یورپ کا ایک نہایت ترقی یافتہ شہر تھا، جس میں 300 حمام، 300 مساجد، 50 ہسپتال تھے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ (مسلمانوں کے اس شہر میں) اعلیٰ خواندگی کے لیے سرکاری اور نجی کتب خانوں میں جتنی کتابیں تھیں اتنی کتابیں پورے یورپ میں بھی نہیں تھیں۔

اندلس کے اسی معیار کو سامنے رکھ کر ممتاز ڈچ سکالر Dozy, (1820–1883ء) جو نو سال تک اندلس میں رہا، نے اس کے متعلق لکھا" کہ اندلس کا تقریباً ہر آدمی لکھ پڑھ سکتا ہے۔ اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب عیسائی یورپ صرف علم کی بنیادی باتیں ہی جانتا تھا، اور یہ بنیادی باتیں بھی صرف چرچ کے چند ممبروں کو معلوم تھیں۔"

علمی پستی کے علاوہ یورپ کی معاشی اور معاشرتی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی: انسانی حقوق پامال ہو رہے تھے۔ پوپ اور پادری کا عوام الناس کی روحانی زندگی پر قبضہ تھا اور بادشاہ اور جاگیردار کا ان کی معاشی زندگی پر۔ ان سب کی ملی بھگت کے ستائے ہوئے متوسط طبقہ کے عوام نے اس جبر اور مذہبی اجارہ داری کے خلاف بغاوت کر دی۔ جس کا نتیجہ لبرل اِزم اور سیکولرازم کی صورت میں نکلا۔ اور فیصلہ ہوا کہ ریاستی امور میں مذہب کو اب کوئی حیثیت حاصل نہیں ہوگی اور ہر شخص کو مذہب اختیار کرنے سمیت ہر طرح کی آزادی حاصل ہوگی۔

ظلم سہنے سے حالات نہیں بدلیں گے
اب ضروری ہے امیر شہر سے بغاوت کرنا

---

[1] Lost History of Ending Muslims by Michael Hamilton Morgan, Page : 69

اِدھر مسلمانوں کے علم کا سورج ڈوب رہا تھا، اُدھر یورپ کا طلوع ہو رہا تھا۔ مغرب کا احیاء سترہویں صدی عیسوی میں ہوا اس سے پہلے کی چند صدیوں میں ان کے فکر و عمل تبدیل ہوئے۔ چنانچہ دنیا کی تہذیب کی قیادت جو مسلمان کر رہے تھے، بارہویں صدی عیسوی کے بعد یہ قیادت مغرب کی طرف منتقل ہوگئی۔ 1492ء میں مسلم سپین کا سقوط ہوگیا۔ [1] سترہویں صدی عیسوی سے پہلے مسلمانوں کا علمی زوال تو ہو ہی چکا تھا۔ سترہویں صدی کے بعد ان کا سیاسی زوال بھی ہوگیا۔ اٹھارہوں اور انیسویں صدی عیسوی میں مغرب نے عالم اسلام کو آہستہ آہستہ اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا۔ [2]

قارئینِ کرام!

اِس ساری تمہید سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ مستشرقین بنیادی طور پر وہ لوگ ہیں جن کا تعلق اُس سوسائٹی سے ہے، جس نے اپنے مذہب کو خیر آباد کہہ دیا ہوا ہے۔ لیکن جو ناانصافیاں انہوں نے اسلام، نبی رحمت ﷺ اور قرآن مجید کے ساتھ کی ہیں، اس کے نتیجے میں پورا مغرب، جو پہلے ہی اسلام دشمن تھا، مزید اسلام فوبیا کا شکار ہوگیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مستشرقین نے عربی زبان سیکھی، اپنا قیمتی وقت دیا، اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اگر اس محنت کے پیچھے ان کے نیک جذبات تھے یا یہ لوگ اسلام کے ساتھ اتنے ہی مخلص تھے تو انہوں نے اسلام، جو اپنے اندر بے پناہ حقانیت اور کشش رکھتا ہے، کو قبول کیوں نہیں کیا۔؟ صرف تنقید و تنقیص تک کیوں محدود رہے ہیں۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کا مطالعہ ہی اسلام کی کوئی خدمت انجام دینے کی بجائے اسلام پر تنقیص کے حوالے سے کیا ہے۔ ورنہ جو شخص نیک نیتی سے اسلام کا مطالعہ کرتا ہے وہ

---

[1] اندلس سے مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ ان کے خاتمے کے ساتھ ہی ان کی صدیوں پرانی تہذیب کا بھی نام و نشان مٹا دیا گیا۔ اندلس آج بھی مسلمانوں کی بے بسی پر نوحہ خواں ہے۔

بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال: ہسپانیہ تُو خُونِ مسلماں کا امیں ہے — مانندِ حرم پاک ہے تُو میری نظر میں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں — خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحَر میں

[2] پہلی جنگِ عظیم کے بعد مسلمانوں کی لولی لنگڑی خلافت بھی ختم ہوگئی۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد استعماری طاقتوں نے طاقت کے بل بوتے پر اسرائیل کی صورت میں ایک یہودی ریاست بھی قائم کر دی۔

اس ہدایت کو قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دنیا میں اس کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔

مستشرقین کی اِس مہم جوئی کے نتیجے میں مسلمان معاشروں کے اندر بھی ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کے بارے میں کسی نہ کسی شکل میں ان جیسے خیالات و نظریات رکھتے ہیں۔ طوالت کے پیشِ نظر ان صفحات میں مستشرقین کی عبارتوں کو نقل کرنے کی بجائے صرف اُن کے کام کا مختصر تعارفی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ علماء اسلام کو اس موضوع پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

چند مشہور مستشرقین کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ ایلائس سپرنگر Aloys Sprenger 1813-1893ء آسٹریا

2۔ ولیم میور William Muir 1819- 1905ء سکاٹش، لیفٹیننٹ گورنر، انڈیا

3۔ اگنیک گولڈزیہر Ignac Goldziher 1850-1921ء ہنگری

4۔ تھیوڈر نولڈیکے Theoder Noldeke 1836-1930ء جرمن

5۔ ڈیوڈ سیموئل مارگولیوتھ Samuil Margoliouth 1858-1940ء انگلش

6۔ رچرڈ بل Richard Bell 1876-1952ء برٹش Arabist

7۔ آرتھر جیفری Arther Jeffery 1892-1959ء آسٹریلیا

8۔ جوزف شاخت Josef Schacht 1902-1969ء برٹش جرمن

9۔ ایچ آر گب Hemilton Rossek Gibb 1895-1971ء سکاٹش

10۔ فلپ کے ہٹی Philips K Hittti 1886-1978ء امریکہ

11۔ ولیم منٹگمری واٹ William Montgomery Watt 1909-2006ء انگلش

12۔ سیموئیل مارینس زویمر Samuel Marinus Zwemer، 1867-1952 امریکہ

13۔ برنارڈ لیوس Bernard Lewis 1916-2018ء برٹش امریکن

14۔ گستاوے لی بون Gustave Lebon 1841-1931 فرانس

15۔ سلیمان رشدی Salman Rushdie 1947ء برٹش انڈین

16۔ تسلیمہ نسرین Taslima Nasrin 1962ء بنگلہ دیش، سویڈن

17۔ وفا سلطان، Wafa Sultan، 1958ء شام، امریکہ

18۔ ارشاد مانجی، Irshad Manji، 1968ء یوگنڈا، کینیڈا

تحریک استشراق کے مقاصد

مستشرقین کا تعلق زیادہ تر انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی سے ہے۔ تاہم ان کا تعلق مغرب سے ہو یا مشرق سے، جو شخص بھی ان جیسے کام کرے گا وہ انہی میں شمار کیا جانا چاہیے۔ مشنریوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ مسلمانوں کے روپ میں بھی بعض لوگ مستشرقین کے ہمنوا ہیں اور اسلام کو بدنام کرنے میں ان کا بھی اتنا ہی کردار ہے جتنا مستشرقین کا ہے۔ ان سب کے مقاصد ایک ہی ہیں، یعنی:

1۔ اسلام کی حقانیت کو مسخ کرنا

2۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر رقیق حملے

3۔ قرآن کریم کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا

4۔ مسلمانوں کو اپنے دین وتہذیب سے بدظن کرنا

5۔ حدیث رسول اقدس کی صداقت پر شک

مستشرقین کے سارے کام کا مرکز ومحور یہی مقاصد ہیں۔

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

مستشرقین کی حیثیت سینیٹری انسپکٹر سے زیادہ نہیں ہے۔ عام طور پر ان مستشرقین کا مقصد کمزوریوں کو تلاش کرنا اور دینی یا سیاسی مقاصد کے تحت ان کو نمایاں کرنا اور چمکانا ہوتا ہے، چنانچہ صفائی کے انسپکٹر (Sanitary Inspector) کی طرح ان کو ایک گلزار وجنت نشان شہر میں صرف غیر صحت مند مقامات ہی نظر آتے ہیں۔[1]

سید علی ندوی مزید لکھتے ہیں:

مستشرقین کا تاثر صرف ان کی ذات تک محدود نہیں، اگر تنہا یہ پہلو ہوتا تو وہ ہماری توجہ کا مرکز

---

[1] سید ابوالحسن علی ندوی، مُسلم ممالک میں اسلامیّت اور مغربیّت کی کشمکش، ص 258

اور ہماری اس بحث کا موضوع نہ ہوتا مسئلہ کا زیادہ سنگین اور دور رس پہلو یہ ہے کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو معقول وغیر معقول طریقہ پر ان کمزوریوں کی نشاندہی اور ان کو نہایت مہیب شکل میں پیش کرنے میں صرف کرتے ہیں، وہ خوردبین سے دیکھتے ہیں اور اپنے قارئین کو دوربین سے دکھاتے ہیں۔ رائی کا پربت بنانا ان کا ادنیٰ کام ہے، وہ اپنے اس کام میں یعنی (اسلام کی تاریک تصویر پیش کرنے میں) اس سبک دستی، ہنرمندی اور صبر وسکون سے کام لیتے ہیں جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، وہ پہلے ایک مقصد تجویز کرتے ہیں، اور ایک بات طے کر لیتے ہیں کہ اس کو ثابت کرنا ہے، پھر اس مقصد کے لیے ہر طرح کے رطب و یابس، مذہب، تاریخ، ادب، افسانہ، شاعری، مستند و غیر مستند ذخیرہ سے مواد فراہم کرتے ہیں، اور جس سے ذرا بھی ان کی مطلب برآری ہوتی ہو (خواہ وہ صحت و اِستناد کے اعتبار سے کتنا ہی مجروح و مشکوک اور بے قیمت ہو) اس کو بڑے آب و تاب سے پیش کرتے ہیں، اور اس متفرق مواد سے ایک نظریہ کا پورا ڈھانچہ تیار کر لیتے ہیں، جس کا اجتماعی وجود صرف ان کے ذہن میں ہوتا ہے، وہ اکثر ایک برائی بیان کرتے ہیں، اور اس کو دماغوں میں بٹھانے کے لیے بڑی فیاضی کے ساتھ ممدوح کی دس خوبیاں بیان کرتے ہیں، تاکہ پڑھنے والے کا ذہن ان کے انصاف، وسعتِ قلب اور بے تعصبی سے مرعوب ہو کر اس ایک برائی کو (جو تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے) قبول کر لے، وہ کسی شخصیت یا دعوت کے ماحول، تاریخی پسِ منظر، قدرتی و طبعی عوامل، محرکات کا نقشہ ایسی خوبصورتی اور عالمانہ انداز سے کھینچتے ہیں (خواہ وہ محض خیالی ہو) کہ ذہن اس کو قبول کرتا چلا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ اس شخصیت و دعوت کو اس ماحول کا قدرتی ردّعمل یا اس کا فطری نتیجہ سمجھنے لگتا ہے، اور اس کی عظمت و تقدیس اور کسی غیر انسانی سرچشمہ سے اس کے اتصال و تعلق کا منکر بن جاتا ہے، اکثر مستشرقین اپنی تحریروں میں ''زہر'' کی ایک مناسب مقدار رکھتے ہیں اور اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ وہ تناسب سے بڑھنے نہ پائے اور پڑھنے والے کو متنفر اور بدگمان نہ کر دے، ان کی تحریریں زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہیں اور ایک متوسط آدمی کا ان کی زد سے بچ کر نکل جانا مشکل ہے۔[1]

---

[1] سید ابو الحسن علی ندوی، مُسلم ممالک میں اسلامیّت اور مغربیّت کی کشمکش، ص 259

چنانچہ اگر کوئی غیر مسلم شخص مستشرقین کی کتب کا مطالعہ کر لے تو وہ اسلام فوبیا کا شکار رہے گا تاوقتیکہ وہ خود غیر جانب دار ہو کر تحقیق نہ کرے۔ اگر کوئی کم علم مسلمان ہو تو اس کے ذہن میں بھی شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس طرح مستشرقین نے اسلامی تاریخ وتہذیب کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ مزید برآں اپنے عیسائی ہم مذہبوں کو کہتے ہیں کہ مسلمان اور اسلام تمہارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہود کو اشتعال دلاتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے یہودی قبائل نکال باہر کیے گئے، لیکن یہ نہیں بتاتے کہ ان کے جرائم کیا تھے؟ اسی طرح صلیبی جنگوں کا ذکر کرتے ہیں، لیکن یہ ذکر نہیں کرتے کہ یورپ نے اسلام کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز پادری اربن دوم کی آگ برساتی اور شعلے اگلتی تقریروں کی وجہ سے کیا تھا۔ مستشرقین کی تحریروں سے واضح ہے کہ انہوں نے قلم کے ذریعے سے صلیبی جنگیں تیار کی ہیں۔ کہتے ہیں Crusade by Sword بدلے کا وقت ہے۔ پہلے مسلمانوں کی باری تھی اب ہماری باری ہے۔

قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن تورات وانجیل سے مرتب کیا گیا ہے یہ خاص طور پر مستشرقین کا بنایا ہوا جملہ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں انقلاب قرآن مجید نے پیدا کیا ہے یا تورات وانجیل نے؟ تورات وانجیل نے اسلام کی آمد سے پہلے عربوں کی حالت کو کیوں نہیں بدل دیا؟ درحقیقت مکہ کے مشرک اور آج کے مستشرقین میں قدر مشترک ہے:

اور کافروں نے کہا اس قرآن کی سنو ہی مت (اس کے پڑھے جانے کے وقت) اور بے ہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ۔[1]

انقلاب قرآن نے برپا کیا ہے۔ اور اس کا چیلنج بھی رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ جس کے بارے میں ارشاد ہوا:

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔[2]

---

[1] حٰم السّجدۃ 26:41

[2] الاسراء 88:17

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین نے بظاہر کچھ اچھے علمی کام بھی کیے ہیں۔مثال کے طور پر انہوں نے حدیث کی Numbering کا کام کیا ہے، عربی کی ڈکشنری اور انڈیکس وغیرہ تیار کیے ہیں، مسلمانوں کی دینی اور سائنسی علوم میں خدمات کی تعریف کی ہے۔ سپرنگر نامی مستشرق الاصابہ فی احوال صحابہ کے مقدمے میں لکھتا ہے کہ دنیا میں نہ کوئی قوم ایسی گزری نہ آج تک موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔لیکن واضح ہو ایسی تعریفیں کر کے حقیقت میں انہوں نے اپنا کام نکالا ہے۔جہاں اسلام اور نبی ﷺ اور قرآنِ کریم کی بات آتی ہے وہاں ڈنڈی مارتے ہیں، حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اعتراضات کرتے ہیں۔یہ کوئی قابلِ تحسین بات نہیں کہ شکل کی تو تعریف کی جائے لیکن حسب ونسب پر اعتراض کیا جائے۔قارئین کرام مستشرقین کے کسی چھوٹے سے کام کی بنیاد پر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ان کے بارے میں کسی قسم کا حسنِ ظن بھی نہیں رکھنا چاہیے۔کیونکہ اپنا کام نکالنے کے لیے اتنا تو کرنا پڑتا ہے جو انہوں نے کیا ہے، ورنہ تو بندہ فوراً بے نقاب ہو جائے۔

حقیقت میں یہودیت اور عیسائیت کو خطرہ ہے کہ جب تک نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں موجود ہے، وہ عالم کفر کے لیے مستقل خطرہ ہیں۔ مستشرقین نے ایک پلاننگ کے تحت قرآن کریم اور حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کر کے مسلمانوں کو گہرے چرکے لگائے ہیں۔برٹش انڈیا کے وقت یوپی کے لیفٹیننٹ گورنر ولیم میور نے ایک دل آزار، زہر آلود اور خرافات کا مجموعہ کتاب Life of Mahomet کے نام سے تصنیف کی جس میں بقول شورش کاشمیری اُس بدبخت نے رسول کریم ﷺ کے خلاف ہندوستان میں سب سے پہلے تحریری بدزبانی کی بنیاد رکھی۔سرسید احمد خان جو باوجود یکہ دینی نظریات میں عقلیت پسند اور تجدد پسند تھے اور انگریزی حکومت سے تعاون میں بھی پیش پیش تھے، نے بھی اس کتاب کے زہر کو محسوس کیا اور ایک جوابی کتاب ''الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرت النبویہ'' کے نام سے تحریر کی۔اسی طرح منٹگمری واٹ ایک متعصب اور سخت اسلام دشمن پادری تھا، وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب نہیں، محمد ﷺ کی کتاب ہے۔

غرضیکہ مستشرقین کا سارا کام بدنیتی پر مبنی ہے، انہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کو defame کرنے کے لیے مضحکہ خیز اور من گھڑت افسانے تراشے ہیں۔ ان کی زہر آلود تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ اور قرآن کے متعلق جس بغض کا اظہار کیا ہے ان کے سینوں میں اس سے کہیں زیادہ مخفی بغض موجود ہے۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف سیرت سرورِ عالم ﷺ کے مطابق یہ بدطینت لوگ علم کے نام سے جو تحقیقات کرتے ہیں، اُس میں پہلے اپنی جگہ یہ طے کرتے ہیں کہ قرآن کو بہرحال منزّل من اللہ تو نہیں ماننا ہے، اب کہیں نہ کہیں سے اِس امر کا ثبوت بہم پہنچانا ضروری ہے کہ جو کچھ محمد ﷺ نے اس میں پیش کیا ہے، یہ فلاں فلاں مقامات سے چرائے ہُوئے مضامین اور معلومات ہیں۔ اِس طرزِ تحقیق میں یہ لوگ اس قدر بے شرمی کے ساتھ کھینچ تان کر زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے ہیں کہ بے اختیار گِھن آنے لگتی ہے اور آدمی کو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اگر اِسی کا نام علمی تحقیق ہے تو لعنت ہے اِس علم پر اور اس تحقیق پر! [1]

مستقبل کا کوئی مورخ اگر غیر جانبدار ہو کر تجزیہ کرے تو مستشرقین، Satus کے لحاظ سے رسالت مآب ﷺ کے دورِ مبارک کے ابو رافع، کعب بن اشرف یہودی اور ابن خطل ہی ہیں، اور جو سزا اُن کے جرائم کے باعث اُن کو دی گئی تھی، یقیناً یہ بھی اُسی سزا کے مستحق ہیں۔

مستشرقین کا مسلمانوں سے اپنے ماضی کا بدلہ لینے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہم مذہب لوگوں کو اسلام سے بدگمان کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو بھی اپنے دین سے متنفر کرنے یا اُن میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا تاکہ ان میں تسلیمہ نسرین اور سلمان رشدی جیسے بدبخت پیدا ہوتے رہیں۔

قرآن کریم ایسے لوگوں کے بارے میں دنیا اور آخرت کی لعنت اور رسواکن عذاب کی خوشخبری سناتا ہے:

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے

[1] سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، سیرتِ سرورِ عالم ﷺ، جلد 1، ص 477

اور ان کے لیے نہایت رسوا کن عذاب ہے ۔[1]

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

آپ سے جو لوگ مسخرا پن کرتے ہیں ان کی سزا کے لیے ہم کافی ہیں ۔[2]

مستشرقین کی بے انصافیوں کے مضمرات

اِسلام دشمن مستشرقین اور مورخین نے دین اسلام کو ایک ظالم و جابر مذہب کے طور پر پیش کیا ہے اور بغض و عناد کی ایسی آگ لگائی ہے کہ بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی ۔ انہوں نے قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ و سیرت کی کتابوں کا مطالعہ صرف تنقید و تنقیص کے طور پر کیا اور اِسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کی ایسی تصویر پیش کی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے خلاف پہلے سے موجود نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے ۔ اہلِ مغرب نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو کبھی دہشت گرد قرار دے کر کبھی ان پر مذہبی انتہا پسندی کا الزام لگا کر جو مظالم ڈھائے ہیں اور بحر و بر میں جو فساد برپا کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے ۔

مغرب، جس اسلام فوبیے میں مبتلا ہے اس کے واقعات تو تقریباً ان کے تمام ممالک میں ہی ہوتے رہتے ہیں ۔ کسی ملک میں قرآنِ کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے ۔ کسی ملک میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نازیبا حرکات کی جاتی ہیں ۔ کسی ملک میں مسلمان خواتین کا نقاب نوچ لیا جاتا ہے یا حکومتی سطح پر ان کو نقاب پہننے پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے ۔ بہرکیف مغرب کا حالیہ اسلام فوبیا کا شکار ہونا اور صلیبی جنگوں کا سا ماحول پیدا کرنا، اس میں مستشرقین کی بے انصاف تحریروں کا بہت بڑا حصہ ہے ۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

مسلمانوں کے خلاف تشدد کی کاروائیاں اسرائیل، بھارت، برما اور دیگر ممالک تک بھی

---

[1] الاحزاب 57:33

[2] الحجر 15: 95 (نوٹ) اس مضمون میں پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر کے لیکچرز سے بھی استفادہ کیا ہوا ہے ۔

پھیل چکی ہے۔لیکن دنیا، جو کُتّوں اور بِلیوں کے بارے میں اتنی حساس ہے کہ جانوروں کے بارے میں قانون سازی کررکھی ہے، یہاں تک کہ ایک مغربی ملک میں تو ایک عورت کو صرف اس لیے جرمانہ کیا گیا کہ اس نے ایک جانور کے منہ پر مکا مارا تھا۔لیکن اسی دنیا میں جب مسلمانوں کو جان لیوا تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو ان قوموں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ہر انصاف پسند شخص کو دنیا کی اس مجرمانہ خاموشی اور دوغلے پن کی شدید مذمت کرنی چاہیے۔

مسلمانوں کی رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت ان کے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔لیکن پیغمبرِ اِسلام ﷺ کے بارے میں ڈنمارک کے ایک نیوز پیپر میں بے حرمتی پر مبنی خاکوں کی اشاعت ہوئی اور بعد میں یہ خاکے یورپ کے دوسرے اخبارات میں بھی مکمل یا جزوی طور پر شائع ہوئے۔ 2019ء میں ناروے میں قرآن پاک کی بے حرمتی کا واقعہ پیش آیا، پولیس تماشا دیکھ رہی تھی، کہ ایک غیرت مند مسلمان عربی لڑکے نے حمیّت اسلامی اور غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ظالمانہ کوشش کو ناکام بنایا۔جرمنی کا مشرقی شہر ڈریسڈن، اسلاموفوبیا کے شکار انتہا پسندوں، ان کی پرتشدد کاروائیوں اور اسلام مخالف تحریک کا مرکز بن چکا ہے جہاں ہر ہفتے مسلمانوں کے خلاف ریلی کا انعقاد کیا جاتا ہے۔[1] نیوزی لینڈ میں 15 مارچ 2019ء بروز جمعہ دو مساجد میں پچاس سے زیادہ مسلمان نمازیوں کو شہید کیا گیا۔اس کے علاوہ برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف حملوں میں بتدریج اضافہ ہوا ہے۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا

اس کے برعکس مجبور و مقہور مسلمان ممالک کا کردار یک طرفہ ہے۔ان کی طرف سے مذہبی رواداری اور بین المذاہب مقالمے پر زور دیا جاتا ہے۔آسٹریا کے شہر ویانا میں مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان مکالمے پر دوروزہ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔عرب ٹی وی کے مطابق اس بین الاقوامی

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، 4 نومبر، 2019ء

کانفرنس میں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز برائے بین المذاہب اور ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والی 200 شخصیات نے شرکت کی۔ سیکرٹری جنرل ایچ ای فیصل بن عبدالرحمن بن معمر نے تمام شرکاء پر زور دیا کہ وہ زبان کی صورت میں موجود اس تحفے کو بھلائی اور امن اور مشترکہ زندگی گزارنے کی اقدار راسخ کرنے کے واسطے استعمال کریں، مذاہب اور سیاست کے استحصال کے ذریعے زبان کو تعصب، انتہا پسندی اور نفرت پھیلانے کے آلے کے طور پر استعمال میں نہ لایا جائے۔[1]

اسلامی دنیا نے کبھی غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ایسا کیا ہوا کہ دنیا کی قومیں اُن پر چڑھ دوڑی ہیں؟ بیشک اُن میں وحدت کی کمی ہے، حمیت اسلامی اور غیرت اسلامی کا بھی فقدان ہے اور اوپر سے علمی اور سیاسی زوال بھی ہے، لیکن اِس کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟ اس پر حضور ﷺ کی پیشین گوئی بڑی واضح ہے:

حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تم پر دنیا کی اقوام چڑھ آئیں گی (تمہیں کھانے اور ختم کرنے کے لیے) جیسے کھانے والوں کو کھانے کے پیالے پر دعوت دی جاتی ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم اس زمانہ میں بہت کم ہوں گے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ تم اس زمانہ میں بہت کثرت سے ہو گے لیکن تم سیلاب کے اوپر چھائے ہوئے کوڑے کباڑے کی طرح ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت و رعب نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں وہن ڈال دے گا کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) وہن (بزدلی) کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری۔[2]

حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ پاکستان میں قرآن وسنت کے مطابق بنائے گئے تحفظِ رسالت قانون کے خاتمے کے لیے "پوپ" تک کوشاں ہیں۔ ایسے ذمہ دار افراد کی طرف سے ایسے بیانات پر اشتعال انگیزی مزید بڑھتی ہے اہل اِسلام کی طرف سے ہمیشہ ایسے بیانات کی مذمتی قراردادیں منظور کی جاتی ہیں اور اقوام متحدہ سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شان

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، 3 نومبر 2019ء

[2] سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، جلد 3، حدیث 904

اقدس میں گستاخی کے حوالے سے قانون سازی کر کے اس کی سزا موت قرار دے۔ تاکہ کوئی بدبخت آئندہ ایسی جرأت نہ کر سکے۔ پاکستان یہ سنگین مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں بھی اٹھا چکا ہے کہ اقوام عالم حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اس اشتعال انگیزی پر خاموش تماشائی کا کردار ادا نہ کریں۔ لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے غیر مسلم دنیا کے تصور میں کوئی نرمی پیدا نہیں ہوئی۔

مورخہ 25 ستمبر 2012ء کو اس وقت کے صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری نے نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے خطاب کے آغاز میں ہی مسلمانوں کے خلاف اس اشتعال انگیزی اور ان کے مذہبی عقائد کے خلاف نفرت پھیلانے کی شدید مذمت کی اور بین الاقوامی برداری پر زور دیا کہ وہ مذہب کی توہین کرنے والے عناصر کو جو آزادی رائے کا غلط استعمال کرتے ہوئے عالمی امن اور سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں مجرم قرار دینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام عالم حضور اکرم ﷺ کی اشتعال انگیز توہین پر خاموش تماشائی کا کردار ادا نہ کریں۔ اس موقع پر انہوں نے اقوام متحدہ سے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے قانون سازی کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔

اسی طرح پاکستان کے وزیرِ اعظم جناب عمران خان نے بھی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس منعقدہ 27 ستمبر، 2019ء میں تقریر کرتے ہوئے اس اشتعال انگیزی کا بطورِ خاص تذکرہ کیا۔

انہوں نے کہا:

"مغرب سمجھ نہیں پایا کہ مسئلہ کیا ہے۔ وہ مذہب کو اس طرح نہیں دیکھتے جس طرح ہم دیکھتے ہیں۔..... ہر دو تین سال بعد کوئی ہمارے نبی (ﷺ) کی بے حرمتی کرتا ہے، مسلمان اس پر ردعمل ظاہر کرتے ہیں اور مغرب انہیں عدم برداشت کا درجہ دیتا ہے۔

میں مغرب کے کچھ لوگوں کو مورد الزام ٹھہراتا ہوں جنہوں نے مسلمانوں کو مشتعل کیا۔ لیکن یہ وہ جگہ ہے جہاں مسلم رہنماؤں کی اکثریت نے مسلم کمیونٹی کو نیچا دکھایا ہے۔ ہمارے پیغمبر اکرم (ﷺ) ہماری آسمانی کتاب قرآن پاک کے گواہ تھے۔ نبی اکرم (ﷺ) ایک مثالی پیغمبر ہیں جن کے مطابق ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل کی جو فلاحی ریاست تھی۔

مغربی معاشرے میں، ہولوکاسٹ کے ساتھ حساسیت کا سلوک کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے یہودیوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ ہمارے دل میں رہتے ہیں، اور جب ہمارے نبی ﷺ کی بے حرمتی کی جاتی ہے تو ہمیں تکلیف پہنچتی ہے۔ تو یہ وہی احترام ہے جو ہم مانگتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم (ﷺ) کی شان میں گستاخی کر کے ہمارے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ [1]

تھامس کارلائل کا اعتراف جرم

مستشرقین جتنی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کر چکے ہیں، تھامس کارلائل کا خیال ہے کہ اب ان میں سے کوئی بندہ بھی اسلام کی طرف مائل نہیں ہوگا۔ اب ان میں سے کسی کے محمدی بننے کا کوئی خطرہ نہیں۔ لہٰذا اب انہیں (حضرت) محمد (ﷺ) کی تعریف کرنے میں کوئی عذر نہیں۔

تھامس کارلائل کے الفاظ پر غور کیجئے۔ لکھتا ہے:

We have chosen Mahomet not as the most eminent Prophet; but as the one we are freest to speak of. He is by no means the truest of Prophets; but I do esteem him a true one. Farther, as there is no danger of our becoming any of us, Mahomentans, I mean to say all the good of him I justly can. [2]

تھامس کارلائل نے اپنے مذکورہ اقتباس میں یہود کا کردار ادا کیا ہے۔ یہود مانتے بھی تھے کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں لیکن نہ صرف آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے بلکہ ساری زندگی آپ ﷺ کی سخت مخالفت بھی کرتے رہے۔ اور مغضوب قرار پائے۔

کارلائل اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کو شامل کرنے کی کوئی بھی وجہ بیان کرے۔ لیکن قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فرمان وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ [3] کے تحت وہ مجبور ہے کہ گروہِ انبیاء علیہم السلام

---

[1] www.brecorder.com/news/524851

[2] Heroes and Hero Worship, Chapter The Hero as Prophet , Page 59

[3] الم نشرح 4:94

میں سے صرف حضور سرور کائنات ﷺ ہی کا مبارک نام انتخاب کرے۔

اسی طرح ایک امریکی ڈاکٹر مائیکل ایچ ہارٹ نے 1978ء میں A RANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSONS IN HISTORY کے نام سے ایک کتاب شائع کی، جس میں انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو پہلا درجہ دیا۔

ایک وفادار جانور کا عجیب وغریب واقعہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب الدرر الکامنۃ میں حرمت رسول ﷺ کے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن عیسائی پادریوں کا ایک گروہ منگولوں کی ایک تقریب میں شرکت کے لیے حاضر ہوا۔ جو ایک منگول شہزادے کے عیسائی ہونے پر منعقد کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک عیسائی (پادری) نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا، قریب ہی ایک شکاری کتا بندھا ہوا تھا۔ جو اس کی طرف سے گالی دینے پر چھلانگیں مارنے لگا اور رسی چھڑا کر اس پر جھپٹ پڑا۔ لوگوں نے اس کی جان خلاصی کرائی۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ محمد (ﷺ) کے خلاف تمہاری گفتگو کی وجہ سے ہوا ہے، اس نے کہا ہرگز نہیں، بلکہ یہ عزیز النفس کتا ہے۔ جب اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے سمجھا کہ میں اس کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھا رہا ہوں تو اس نے مجھ پر حملہ کر دیا، یہ کہہ کر اس بدبخت نے حضور ﷺ کو دوبارہ برا بھلا کہا۔ اس بار کتے نے رسی کاٹ لی اور سیدھا اس پر چھلانگ لگا کر اس کی گردن دبوچ لی اور وہ فوراً ہلاک ہو گیا، اس واقعہ کو دیکھ کر چالیس ہزار منگولوں نے اسلام قبول کر لیا[1]۔

کاش مستشرقین اور ان کے پیروکار ایک وفادار جانور، شکاری کتے سے ہی حرمت رسول ﷺ کا سبق سیکھ لیں؟

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی دنیا تمام مذاہب کے ماننے والوں کو مکمل مذہبی آزادی دینے پر یقین رکھتی ہے۔ پاکستان میں بھی بین المذاہب ہم آہنگی کے سلسلے میں حکومت نے کرتار

---

[1] ابن حجر عسقلانی، الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، جلد 3، ص 129-128

پور راہداری کھول کر سکھ مذہب کے پیروکاروں کو ان کی مذہبی رسومات کی ادائیگی کی سہولت مہیا کی ہے۔اسی طرح اسلام آباد میں پہلا مندر تعمیر کرنے کیلیے جگہ مختص کی گئی ہے۔[1] لیکن باوجود ان اقدامات کے مغرب کی طرف سے پاکستان کی حکومتوں پر مسلسل دباؤ ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور خاص طور پر قادیانیوں کے خلاف قوانین ختم کیے جائیں۔جبکہ دوسری طرف مغرب اپنی روش تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں۔

درحقیقت مستشرقین نے اپنی تحریروں میں اسلام، قرآن اور حضور ﷺ کے بارے بہت ہی ظلم اور ناانصافی سے کام لیا ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ ان کی مثال گِدھوں کی سی ہے جن کے دماغ میں صرف مُردار ہوتا ہے۔تو ناانصافی نہیں ہوگی۔آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ پہچاننے کے لیے بھی عالی دماغ چاہیے۔اگر دنیا اپنی بقیہ زندگی امن وسکون کے ساتھ گزارنا چاہتی ہے، تو لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی زندگی مبارکہ کا غیر جانبدار ہوکر از سرِ نو مطالعہ کرے ورنہ عذابِ الٰہی کی منتظر رہے۔مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ حضور ﷺ کی زندگی مبارکہ کو عملی طور پر اپنا لیں کیونکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو انسانیت کے لیے رول ماڈل قرار دیا گیا ہے۔مغرب اگر آج اپنی تحریر و تقریر اور عمل میں اسلام، قرآن اور ہمارے آقا ﷺ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرے، تو پھر دنیا کو نام نہاد بین المذاہب مقالموں کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

---

[1] روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ 24 جون، 2020۔

اہل کتاب کا مقدس دینی ادب

حدیث پر اعتراض کرنے والوں اور نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی نے بعض معاملات ومسائل میں قرآن کریم کے مقابلے میں اہل کتاب کے مقدس دینی ادب یعنی تورات وانجیل سے استنباط کر کے اپنے نظریات کا پرچار کیا ہے۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے مقدس دینی ادب کے بارے میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

کیا کتابِ مقدس تورات محفوظ کتاب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے چار آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ ان الہامی کتابوں میں، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی۔ تورات کے بارے میں یہود کا دعویٰ ہے کہ یہ کتابِ مقدس تحریف سے پاک اور مبرا ہے۔

یہود کے اس دعوے کو پرکھنے کے لیے سب سے پہلے ہم بنی اسرائیل اور یہود کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں نشیب زیادہ اور فراز کم ہیں۔ اس قوم پر کئی مرتبہ ایسی قیامت خیز ہلاکتیں اور بربادیاں آئیں جس کے نتیجے میں تورات کئی بار ناپید ہوئی اور کئی بار لکھی گئی اور مختلف ادوار میں مختلف زبانوں، کبھی عبرانی، کبھی رومی اور کبھی یونانی زبان میں منتقل ہوتی رہی۔

دنیا کے تین مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء مانتے ہیں۔ یہودیت کے الہامی مذہب ہونے کی وجہ سے اس کے پیروکاروں کا شمار اہل کتاب میں ہوتا ہے۔ یہودی اپنے مذہب کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کرتے ہیں۔ لیکن قرآنِ کریم ان کے اس دعوے کی تردید کرتا ہے۔ دینِ اسلام کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ ایک خالص مسلمان تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ تو یک طرفہ (خالص) مسلمان تھے[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے عراق (بابل) کے شہر اُر کے رہنے والے تھے۔ اُر کا معاشرہ ایک بت پرست معاشرہ تھا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر اپنا وطن چھوڑ دیا اور مصر کی طرف ہجرت کی۔ اس ہجرت میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ اور بھتیجا حضرت لوط بن فاران علیہ السلام آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ آپ علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام ہوئے خواہ وہ کسی قوم اور ملک میں ہوئے، آپ علیہ السلام کے ہی خانوادہ اور نسل سے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ 2585 سال پیشتر کا ہے۔ آپ علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے، سیدہ حاجرہ (جو بادشاہِ مصر کی صاحبزادی تھیں) سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور سیدہ سارہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ حاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرب میں آباد کیا جہاں اب مکہ مکرمہ آباد ہے۔ اسی لیے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل عرب میں پھیلی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے۔ انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد شام میں آباد ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا، اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین ایک بیوی سے اور باقی دس دوسری بیویوں سے۔ آپ علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ روبن، شمعون، لاوی، یہودا، اشکار، زبلون، دان، نفتالی، جد اور آشر۔[2]

بنی اسرائیل کے عروج کا آغاز حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوتا ہے، جب آپ علیہ السلام مصر کے حکمران بنے، آپ علیہ السلام نے اپنے دورِ حکومت میں ہی اپنے والدِ گرامی، والدہ ماجدہ، بھائیوں اور تمام خاندان کے افراد کو فلسطین سے مصر میں منگوا کو وہاں آباد کر دیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

---

[1] آل عمران 67:3

[2] قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ص 106

میرا یہ کُرتا تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آجائیں اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔[1]

پھر جب یہ لوگ یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو خاص اپنے پاس جگہ دی اور کہا، آپ سب مصر میں داخل ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن وچین سے رہو گے۔[2]

حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد مصر میں ایک متعصّب قبطی مقامی خاندان برسرِ اقتدار آگیا، جس کا بادشاہ فرعون رعمیس ثانی بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کروا دیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ یہ ذلت طویل عرصہ جاری رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ان کے نجات دہندہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور وہ ان کو باحفاظت مصر سے نکال کر لے گئے اور فرعون سمندر میں غرق ہو گیا۔ قرآن کریم کے مطابق جب یہود کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں فلسطین فتح کرنے کا حکم ہوا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) تم جاؤ یا تمہارا رب۔ وہ بڑی زبردست قوم ہے ہم نہیں لڑ سکتے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اس حکم عدولی پر بنی اسرائیل پر 40 سال تک ذلت ورسوائی مسلّط کر دی گئی اور وہ بیابانوں میں بھٹکتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر بلایا تو ان کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے سامری کے کہنے پر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد آخر کار انہوں نے اپنے نبی (حضرت) یوشع بن نون (علیہ السلام) کی قیادت میں فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے بنی اسرائیل کی باقاعدہ حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔ طالوت بادشاہ کی قیادت میں انہوں نے متعدد علاقے فتح کیے جن میں یروشلم بھی شامل تھا۔ مصریوں، فارسیوں اور رومیوں کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی کے بعد تعمیرات بنتی اور منہدم ہوتی رہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے نئے سرے سے اس کی بنیاد رکھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر مکمل کرائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور بنی اسرائیل کے عروج کا زمانہ تھا۔

---

[1] یوسف 93:12
[2] یوسف 99:12

تاہم حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت دوحصّوں میں بٹ گئی۔ شمالی فلسطین کا دارالحکومت سامریہ تھا اور جنوبی فلسطینی حکومت کا دارالحکومت یروشلم (بیت المقدس) تھا۔ان دونوں حکومتوں کی اپنی لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے مصر کے فراعنہ اور عراق کے آشوری بادشاہ کے ہاتھوں یہ دونوں ریاستیں نیست و نابود ہوگئیں۔ 586 قبل مسیح میں بابل یعنی عراق کے بادشاہ بُخت نصر نے بیت المقدّس کو تباہ و برباد کر دیا، تورات کو جلا دیا اور تمام یہودیوں کو گرفتار کر کے بابُل لے گیا۔بنی اسرائیل کے دس قبائل ناپید ہو گئے۔بُخت نصر کی موت کے بعد ایرانیوں نے شام پر قبضہ کیا تو یہودیوں کو آنے کی اجازت دی۔ایرانیوں کے بعد ملک سکندر اعظم کے قبضے میں چلا گیا۔سکندر اعظم کی موت کے بعد یہودیوں نے 141 ق م میں یونانی غلامی سے چھٹکارا پا کر ایک ریاست قائم کر لی۔لیکن 70ء میں Titus رومی جس کا مذہب عیسائیت تھا، نے بیت المقدّس کو اس طرح تاراج کیا کہ ڈیڑھ لاکھ یہودی قتل ہوئے۔ستر ہزار کے قریب غلام بنا لیے گئے۔رومی ان کی خوبصورت عورتوں کو لونڈیاں بنا کر ساتھ لے گئے۔اس طرح رومیوں نے ان کو فلسطین سے بے دخل کر دیا اور فلسطین میں ان کی آبادی ختم ہوگئی۔رومیوں نے وہاں اپنے گرجے تعمیر کیے اور یہودیوں پر صدیوں کیلیے ذلت و خواری مسلط ہوگئی۔اس طرح بیت المقدس کئی مرتبہ آباد ہوا اور کئی مرتبہ اجڑا۔ڈیڑھ سو سال تک ویرانی اور ملبے کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں بچا تھا۔

یروشلم کی تباہی کے بعد سلطنت روما بھی دوحصّوں میں تقسیم ہوگئی۔ویسٹرن رومن ایمپائر اور ایسٹرن ایمپائر یعنی بیزنطینی سلطنت۔اس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا۔یہ صورت حال چھٹی صدی عیسوی تک قائم رہی، بیت المقدّس رومیوں کے پاس رہا۔یہاں تک کہ 16 ہجری بمطابق 637ء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں رومیوں نے شہر کی چابیاں خلیفہ ثانی کے حوالے کر دیں۔ یوں یہ شہر اسلامی حکومت کا حصہ بن گیا۔[1]

---

[1] محمد احسان الحق، تاریخ اسلام، ص35

بنی اسرائیل اور یہود

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ''یہودا'' تھا یہودا کے نام سے منسوب ہو کر ''یہودی'' Jews مشہور ہوئے۔لیکن یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہودیت کو اس کی اصل تعلیمات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھیں کے حوالے سے جاننا اور بیان کرنا ممکن نہیں۔اب ہمارے پاس صرف قرآن کریم ایسی کسوٹی ہے جس کو بنیاد بنا کر یہود و نصاریٰ کے اصل عقائد و تعلیمات کو چھانٹا جاسکتا ہے۔کیونکہ ان کے کاہنوں، ربیوں اور احبار نے اس میں اپنے اپنے خیالات و نظریات اور رجحانات شامل کر کے اسکی اصل شکل ہی بگاڑ دی ہے۔

سیدّ مودودی لکھتے ہیں:

اصل دین جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اس خاندان کی طرف سے منسوب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہودا کی نسل سے تھا۔حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے بعد جب ان کی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی تو یہ خاندان اس ریاست کا مالک ہوا جو یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست قائم کر لی جو سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف یہ کہ سامریہ کو برباد کر دیا بلکہ ان اسرائیلی قبیلوں کا بھی نام ونشان مٹا دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔

اس کے بعد صرف یہودا اور اس کے ساتھ بنیامین کی نسل ہی باقی رہ گئی جس پر یہودا کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہود کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔اس نسل کے اندر کاہنوں، ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق عقائد اور رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے۔اسی بنا پر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو الذین ھادوا ، کہہ کر خطاب کیا گیا ہے یعنی اے وہ لوگو جو یہودی بن کر رہ

گئے ہو۔قرآن میں جہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں بنی اسرائیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور جہاں مذہب یہود کے پیروکاروں کو خطاب کیا گیا ہے وہاں الذین ھادوا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔[1]

بائبل کی کتابیں

قارئین کرام بخوبی جان گئے ہونگے کہ یہود جس ابتلا سے گزرے ان حالات میں ان کی مقدس کتاب کے ساتھ کیا گزری ہوگی۔اِس تمہید کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

موجودہ بائبل کے دو بڑے حصے ہیں:

1۔عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ عتیق (Old Testament)

عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ عتیق (Old Testament) جس میں تورات، انبیاء کی کتابیں اور متفرق کتابیں شامل ہیں۔ بائبل، بعض اہل کتاب کے نزدیک 39 کتابوں پر مشتمل ہے اور بعض کے نزدیک 46 کتابوں پر۔ان کے اپنے درمیان 7 کتابوں کا اختلاف ہے۔

یہود کی دوسری اہم کتاب تالمود Talmud ہے۔یہ پہلے صرف زبانی ادب تھا، بعدازاں اس کو کتابی شکل دے دی گئی۔

''تورات'' عہد نامہ قدیم کا ایک جزو ہے، جو درج ذیل 5 کتابوں پر مشتمل ہے جسے خمسۂ موسوی کہا جاتا ہے۔

ا۔پیدائش (Genesis) گینیسز یونانی نام ہے، ۲۔خروج (Exodus)، ۳۔احبار (Leviticus)، ۴۔گنتی (Numbers)، ۵۔استثناء (Deuteronomy)

تالمود بھی دو ہیں ایک فلسطینی تالمود، دوسری بابلی تالمود۔ان دونوں کا سائز اور زمانہ تالیف بھی بہت مختلف ہے۔

بقول لیوس مور:

فلسطینی تالمود تقریباً 425ء میں مکمل ہوئی۔یہ سائز میں اپنی بائیلی تالمود کا تقریباً تیسرا حصہ

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی، یہودیت قرآن کی روشنی میں، ص 23

ہے۔دونوں تالمود بنیادی طور پر سامی زبان میں لکھی گئی ہیں جبکہ بعض جگہ پر عبرانی زبان بھی استعمال کی گئی ہے، اور مشنہ مکمل طور پر عبرانی زبان میں لکھی گئی ہے۔ بائبلی تالمود نسبتاً بڑی اور پُر اثر ہے۔ یہ 500ء میں مکمل ہوئی۔ زبانی شریعت کے طور پر تالمود یہودیت میں سب سے اہم غیر بائبلی کتاب بن گئی ہے۔ تالمود کو تالیف کرنے والے محققین کو ان علماء نے رہنما بنایا جنھوں نے تالمود کے مطالعہ کے لیے مکاتب چلائے۔[1]

قرآن کریم میں عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ جدید کا سرے سے ذکر ہی نہیں، صرف تورات کے نزول کا ذکر ہے یا صحفِ موسیٰ علیہ السلام کا اور یہود کے لیے بہت بری مثال دی گئی ہے کہ انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوں۔[2]

پھر فرمایا:

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ١٩

(یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے مصحف (کتابوں) میں۔[3]

قرآن کریم کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ صحیفے نازل ہوئے لیکن اب ان صحائف کا الگ سے کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو تورات مقدس نازل ہوئی وہ یہ مروجہ تورات نہیں ہے اور نہ ہی اس کی سند آپ علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی سینکڑوں سال پیشتر کا ہے اور موجودہ تورات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی صدیوں بعد لکھی گئی ہے۔ پھر یہود کا مجموعی طور پر کئی مرتبہ تاراج ہونا اور تورات کا کئی بار جلایا جانا اور ناپید ہو جانا بھی اس کا بین ثبوت ہے کہ تورات از سرِ نو، بار بار تالیف کرنے سے اس میں احبار و رہبان اور مؤلفین نے اپنے اپنے رجحانات کے تحت دانستہ طور پر بہت زیادہ تحریف کی ہے اور اب وہ اپنی اصل شکل اور زبان میں موجود نہیں۔ اسی لیے اس میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرام علیہم السلام پر غیر اخلاقی الزامات

---

[1] لیوس مور، مذاہبِ عالم کا اِنسائکلو پیڈیا (اُردو ترجمہ)، ص 104

[2] الجمعہ 62: 5

[3] الاعلیٰ 87:19

لگائے گئے ہیں۔کسی بھی الہامی کتاب کی یقیناً یہ شان نہیں ہوسکتی اور نہ ہی خود کو اہل کتاب کہلانے والے علماء اپنے دینی ادب کو کلام الٰہی ثابت کر سکے ہیں۔

بقول سیّد مناظر احسن گیلانی:

کیسی عجیب بات ہے کہ تقریباً دو ہزار سال سے جس خاکستری توراۃ کے بھی صرف ترجموں اور غلط ترجموں کا دنیا میں رواج ہو۔جس میں ایسے واقعات اور اسماء بکثرت پائے جاتے ہوں، جو قطعی طور پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد کے ہیں، اف! جس میں خود موسیٰ علیہ السلام کی وفات، ان کی تجہیز و تکفین تک کی داستان درج ہو (استثناء باب 34) کسی میں جھوٹ کو برداشت کرنے کی اتنی صلاحیت ہے کہ اس کو پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب قرار دے۔ ممکن ہے کہ مذہب میں منطق کو دخل نہ ہو، لیکن کیا اس حد تک کہ علانیہ جن کتابوں میں پیغمبروں پر شراب خوری یا حرام کاری کا الزام لگایا گیا،.......خداوند قدوس کے کلام کو ایسی فحش گالیوں سے بھرا گیا ہو جن کو بازار کے غنڈے بھی اپنی زبانوں پر لاتے شرماتے ہوں....کیا یہ اس رب قدوس کی کتاب ہوسکتی ہے۔ جس کی تقدیس و تحمید کا ترانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے رسولوں نے دنیا کو سنایا تھا؟

سیّد مناظر احسن گیلانی مزید لکھتے ہیں:

اب میں کسی پروٹسٹنٹ سے پوچھتا ہوں کہ بھلا وہ اپنی نجات کی دلجمعی صرف ایک ایسی کتاب کے بھروسہ پر رکھ سکتا ہے، جسے وہ کلام الٰہی ثابت نہیں کرسکتا، ایک کتاب جسے وہ سمجھ نہیں سکتا، ایک کتاب جسے جہلا و ضعفاء اپنی ہلاکت کے لیے پڑھتے ہیں، ایک کتاب جس کے حصے کھوئے گئے ہیں، ایک کتاب جو از بس غلطیوں سے بھری گئی اور ناقص کی گئی ہے۔جس میں نجات پانے کی سب ضروری چیزیں نہیں ہیں، ایسی کتاب کیا ایمان کا قاعدہ کلی اور نجات کی مکمل راہ ہوسکتی ہے؟ .....[1]

چنانچہ ہم بحیثیتِ مسلمان تورات و انجیل میں موجود صرف اصل کلامِ الٰہی پر تو ایمان لاتے ہیں، کیونکہ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔لیکن ان کتب میں لوگوں نے جو تحریف کی ہے یا اپنے کلام کی آمیزش کی ہے ہم اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کو مانتے ہیں۔

[1] سیّد مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص 17

2۔عہد نامہ جدید (New Testament)

یہودیت کی طرح عیسائیت بھی آسمانی مذہب تھا۔یہودیت اور عیسائیت کا آپس میں اس لحاظ سے گہرا تعلق ہے کہ ابتدا میں عیسائیت یہودیت کا حصہ ہی تھی۔حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتدا ہوئی تھی اس کی انتہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوئی۔گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تورات دے کر بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے لیکن یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصل دین کو برقرار نہ رہنے دیا اور ان کے احبار، رہبان اور علماء نے اپنے رجحانات کے مطابق اس میں تحریف وترمیم اور اضافے کر لیے۔چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف انجیل دے کر مبعوث کیے گئے۔لیکن اسرائیلیوں نے آپ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا۔

یہاں سے بنی اسرائیل کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے یہود کہلائے۔اور جو آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے عیسائی کہلائے۔

بائبل کا لفظ عیسائیوں کے ذہن کی اختراع ہے۔قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام [1] پر نازل ہونے والی صرف ایک انجیل کا ذکر کرتا ہے۔نہ بائبل کا اور نہ اناجیل اربعہ کا۔قرآن نے واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے۔جبکہ موجودہ بائبل عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید پر مشتمل ہے۔

عہد نامہ جدید (New Testament) مسیحی کتب کا مجموعہ جو کل 27 کتب پر مشتمل ہے، جس میں اناجیل اربعہ اور مبلغین کے خطوط شامل ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز کے مصنف، لیوس مور بیت المقدس کی تباہی اور اناجیل کی اشاعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

یروشلم کا کلیساء اور حضرت مسیح (علیہ السلام) سے متعلقہ شہادتیں بھی ختم کر دیں گئیں۔اس واقعہ

---

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مفصل حالاتِ زندگی، معجزات، آپ علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے کی تردید، آپ علیہ السلام کا دوبارہ ظہور، اناجیل اربعہ کی حقیقت، انجیل برناباس کا منظر عام پر آنا، اس کی Authenticity کی ضروری تفصیل اور قرآن کریم کی حقانیت، راقم الحروف کی دوسری کتاب ''آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کی بنا پر عیسائیوں کو حضرت مسیح کی زندگی کے آخری چند ماہ کے واقعات کو مختصراً اکٹھا کرنا اور اسے لوقا کی انجیل کے طور پر شائع کرنا پڑا۔ یوحنا کی انجیل مواد، ترتیب اور تعلیم کے لحاظ سے دیگر اناجیل سے مختلف ہے۔ اسے تقریباً 90ء اور 100ء کے درمیانی عرصہ میں لکھا گیا، اگرچہ اس کی تاریخ کسی بھی لحاظ سے قطعی نہیں ہے۔ رسولوں کے اعمال لوقا کے مصنف نے غالباً اس انجیل کے تسلسل میں لکھے۔ غیر موسوم مصنّفین کے دیگر خطوط غالباً 90ء اور 150ء کے درمیان لکھے گئے اور عہد نامہ جدید آٹھ کتب پر مشتمل ہے۔ ان کتب کے علاوہ کئی اور خطوط، اناجیل اور تواریخ لکھی گئیں۔ [1]

لیوس مور مزید لکھتے ہیں:

درحقیقت انجیل کی یہ کتب سوانح عمری نہیں ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی کے آخری چند مہینوں سے متعلق ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی کے آخری چند مہینوں کی قطعی تفصیلات بھی انجیل کی چاروں کتب میں متنازعہ ہیں۔ اگر قدیم ترین انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے چالیس برس بعد لکھی گئی اور انجیل کی تمام کتب متعصب عیسائیوں نے لکھی تھیں تو یقیناً وہ معلومات کے قابلِ اعتبار ذرائع نہیں ہیں۔ [2]

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اصل انجیل مقدس تو ضائع ہوگئی اب چار مروجہ اناجیل کے نسخے ان کا ترجمہ یا ترجمہ در ترجمہ ہیں۔ اناجیل کی حقیقت سے متعلق ایک غیر مسلم عالم پوری تحقیق اور چھان بین کے بعد پورے وثوق سے بیان کر رہے ہیں کہ مروجہ اناجیل کلامِ الٰہی نہیں بلکہ متنازعہ ہیں تو کسی کو ان کی بات ماننے میں کوئی تأمّل نہیں ہونا چاہیے۔ ان اناجیل میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں غیر اخلاقی زبان کی موجودگی بھی ان کے غیر مستند ہونے کی قوی دلیل ہے۔

اور پھر یہود صرف عہد نامہ قدیم کو مانتے ہیں، عہد نامہ جدید کو نہیں مانتے۔ دوسری طرف قرآن کریم کا فیصلہ یہ ہے کہ آسمانی کتابیں صرف چار ہیں زبور، تورات، انجیل اور قرآن۔ قرآن کریم

[1] لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا (اردو ترجمہ)، ص122

[2] لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا (اردو ترجمہ)، ص111، 112

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف کا ذکر بھی کیا ہے لیکن ان صحائف کا آج الگ سے کوئی وجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں معیار قرآن کریم ہی ہے۔ سابقہ کتب سماوی میں جو کچھ قرآن کے مطابق ہے وہ صحیح ہے اور جو قرآن کے مطابق نہیں ہے اس کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا وہ لوگوں کا کلام ہے جو کلام الٰہی میں مکس کر دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان حقائق کے باوجود غلام احمد پرویز صاحب نے قرآن کریم کی بجائے اہل کتاب کے مقدس دینی ادب سے استدلال کیا ہے پھر بھی دعویٰ قرآنسٹ کہلانے کا ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیّدہ مریم علیہا السلام کے باب میں قرآن کے مقابلے میں بائبل سے استدلال کیا ہے۔

بیت المقدس

گذشتہ صفحات میں تینوں مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت کے بارے میں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا۔ ماضی میں بیت المقدس کے ساتھ یہ تینوں عقیدے ہی وابستہ رہے ہیں۔ اس ضمن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیت المقدّس کی تولیت کا حق کس کا ہے۔؟ یہ سوال نیا نہیں ہے بلکہ ماضی بعید سے موجود ہے۔ لیکن جب سے مغرب کو مسلمانوں سے پاسباں مل گئے ہیں، تب سے اس سوال کی شدت میں اضافہ ہوا ہے۔ مغرب کے ان وکلاء کا موقف بیت المقدس پر یہود کی تولیت اور قبضہ تسلیم کرنا ہے۔

قارئین کرام کے ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس عنوان کا کتاب کے مضمون سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چند مغرب نواز لوگوں یا حکمرانوں یا سیکولر مما لک کا اسرائیل کو تسلیم کرنے کا موقف، اُمتِ مسلمہ کے اجماعی موقف سے انحراف ہے، اس لیے ہماری نظر میں یہ بھی الحادِ جدید کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ اُمت مسلمہ کے اجماعی موقف کے خلاف مقبوضہ ریاست اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطلب یہود کا ارضِ مقدس پر ناجائز قبضہ تسلیم کرنا ہے، چنانچہ اس موضوع کا یہاں تذکرہ کرنا بے محل نہیں۔

بیت المقدس کی تولیت کے تین دعویدار

بیت المقدس پر تینوں مذاہب کے ماننے والے، یعنی مسلمان، یہودی اور عیسائی اس کی تولیّت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

یہودی:

یہودی کہتے ہیں کہ یہ شہر ہمارے آباؤ اجداد کا ہے، وہاں ہیکل سلیمانی ہے اس کی تاریخ ہم سے

وابستہ ہے۔لہٰذا یہ خطہ ہمیں ملنا چاہئے۔یہود کی روایات کے مطابق ان کی تاریخ کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔لیکن قرآن کریم کھل کر یہ اعلان کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ دینِ حنیف کے پیروکار تھے۔بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہو کر اسلامی سلطنت میں داخل ہو چکا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، یوشع بن نون علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ادوار میں بنی اسرائیل کو عروج حاصل ہوا، لیکن یہود نے بار بار اللہ تعالیٰ سے بد عہدی کی، انبیاء اسلام کی نافرمانی کی، ان کا ناحق خون کیا،لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں دنیا کی سب سے مغضوب اور ذلیل قوم ٹھہرے۔ان پر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان مبارک سے لعنت کرائی گئی، ان کو سؤر اور بندر بنا دیا گیا اور ان پر ذلت اور مسکنت تھوپ دی گئی۔یہود کی حالتِ زار کا تذکرہ آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں وہ ذہن میں ہونی چاہیے۔وہی مغضوب قوم آج کسی نہ کسی صورت میں دنیا کی لیڈر بنی ہوئی ہے۔مزید برآں ایک تحقیق کے مطابق آج کے یہودی گوری اقوام ہیں۔ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔وہ بیت المقدس کے اصل باشندے بھی نہیں ہیں۔جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

عیسائی:

عیسائیت کا موقف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللحم میں ایک جگہ، ناصرہ میں پیدا ہوئے۔ اور یہی جگہ آپ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کا مرکز تھی۔ان کے عقیدے کے مطابق یروشلم میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی اور وہاں آپ علیہ السلام کا مقبرہ ہے،لہٰذا اس کی تولیت کا حق ان کا ہے۔

حالانکہ بیت المقدس میں واقع قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں بلکہ یہودہ اسکریوتی کی ہے۔جس کو (انجیل برناباس کے مطابق) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ سولی دیا گیا۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا، عیسائی حاکم بنوکدنصر (یا بُخت نصر) نے یروشلم پر کئی حملے کئے اور بالآخر 586 ق م میں یروشلم کو تباہ و برباد کر کے یہودیوں کو قیدی بنالیا۔بعد ازاں عیسائی بادشاہ ٹائٹس رومی نے 70ء میں اس کو فتح کیا۔شاہِ قسطنطنیہ کے عیسائیت قبول کرنے کے ساتھ ہی

پوری سلطنت عیسائی ہوگئی۔اس طرح جب بیت المقدس پر مسیحیوں کا قبضہ ہوا تو انہوں نے یہودیوں کو یہاں سے مکمل طور پر بے دخل کر دیا۔

مسلمان:

571ء میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں بیت المقدس پر پوپ کا تسلط تھا۔آپ ﷺ نے قیصر روم کو 7 ہجری مقدس میں خط مبارک روانہ فرمایا۔قیصر روم اس وقت بیت المقدس میں موجود تھا۔یہ وہ وقت تھا جب قیصر نے ایران کے کسریٰ کو شکست فاش دی تھی اور شکرانے کے لیے اپنے پایۂ تخت قسطنطنیہ سے پیدل زیارت کے لیے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔[1] حضرت ابوسفیان جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے بیت المقدس کے قریب غزّہ میں موجود تھے۔قیصر روم نے ان سے حضور ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کیں تھیں۔بہرکیف اسلام کی آمد کے وقت بیت المقدس پر عیسائیت کا قبضہ تھا۔انہوں نے مسجد اقصیٰ کو چرچ کی شکل دی ہوئی تھی۔

زمین پر سب سے پہلی مسجد بیت اللہ اور دوسری مسجد اقصیٰ

حدیث مبارکہ کی رو سے زمین پر سب سے پہلی مسجد بیت اللہ شریف ہے اس کے بعد مسجد اقصیٰ ہے۔ان دونوں کا زمانی فاصلہ چالیس سال کا ہے۔[2] جن کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے تو کعبۃ اللہ کی افتادہ بنیادوں کو از سرِ نو بلند کیا تھا، بنیادیں تو پہلے سے موجود تھیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔[3] یہاں یہ بات خاص طور پر ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اس وقت بیت المقدس میں عیسائیوں کے کسی گرجا یا یہود کے کسی ہیکل سلیمانی وغیرہ کا وجود تک نہیں تھا، بلکہ بنی اسرائیل کے پاک پیغمبروں کے مبعوث ہونے میں

---

[1] سید محبوب رضوی، مکتوبات نبوی، ص 130

[2] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 1156

[3] البقرہ 127:2 (نوٹ) اس مضمون میں ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح کے لیکچرز سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

بھی ایک زمانہ باقی تھا۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہیکل سلیمانی یا مسجد اقصیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوبارہ تعمیر کروائی تھی۔

پیغمبروں کی سرزمین، مسلمانوں کی میراث:

مسلمانوں کے نزدیک بیت المقدس ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مذہب اسلام تھا۔چنانچہ بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا مرکزی قبلہ بھی بیت اللہ شریف ہی رہا ہے، جہاں وہ حج کے لیے تشریف لاتے رہے، جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے۔کہ جب حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر وادی عسفان پر ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہاں سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام ایسی سرخ جوان اونٹنیوں پر ہو کر گزرے ہیں جن کی نکیل کھجور کی چھال کی تھی، ان کے تہبند عباء تھے اور ان کی چادریں چیتے کی کھالیں تھیں اور وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت اللہ کے حج کے لیے جا رہے تھے۔[1]

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا گزر وادی ازرق سے ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو چوٹی سے اترتا ہوا اور بلند آواز سے لبیک کہتا ہوا دیکھ رہا ہوں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہرش کی چوٹی پر فرمایا گویا کہ میں حضرت یونس بن متی (علیہ السلام) کو موٹی اونٹنی پر سوار اور بالوں والا جبہ پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔[2]

قرآن کریم کے مطابق یہ سب پیغمبر، اسلام کے پیغمبر تھے۔حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت فرمائی: "**فلا تموتن الا وانتم مسلمون**" مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا: **تَوَفَّنِي مُسْلِمًا** ﴿١٠١﴾[3] تو مجھے مسلمان فوت کر۔مسلمان ہونے کے لیے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے۔چنانچہ

---

1. احمد بن حنبل، مُسند احمد، جلد 2، حدیث 223
2. مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم جلد 1، حدیث 420
3. یوسف 101:12

مسلمان تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، وہ کسی نبی مکرم میں تفریق نہیں کرتے، لیکن یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا، تثلیث اور کفارہ کا عقیدہ گھڑ لیا۔ لہٰذا وہ دونوں دین اِسلام سے خارج ہو گئے۔

مزید برآں یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ قرآن کریم نے دونوں قوموں کو کافر قرار دیا ہے۔ چونکہ کافر کو اسلام میں وراثت نہیں ملتی اس لیے بیت المقدس مسلمانوں کی میراث ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے[1] ظاہر ہے وہ اُمتِ محمدیہ ہی ہو سکتی ہے، یہود و نصاریٰ تو نہیں ہو سکتے، جو اسلام سے خارج کیے جا چکے۔

بیت المقدس مسلمانوں کا بھی قبلہ رہا ہے

سنہ 2 ہجری میں نماز کی فرضیت کے بعد بیت المقدس مسلمانوں کا بھی قبلہ رہا ہے۔ تحویل قبلہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔[2] لہٰذا یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد مسلمانوں کے لیے سب سے مقدس شہر ہے۔ اسرائیل کے قدیم باشندے مسلمان ہیں جن کو ہم فلسطینی کہتے ہیں۔ وہ ابھی بھی خود کو پیغمبروں کی اولاد بتاتے ہیں۔ پچھلے ڈیڑھ ہزار سال سے تو مسلمان وہاں کے مستقل رہائشی ہیں۔ وہاں مسجد اقصیٰ کے علاوہ ان کی دیگر مساجد بھی ہیں جہاں وہ متواتر نمازیں ادا کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا کسی علاقے پر وہاں کے قدیم باشندوں کا حق ہی زیادہ قانونی شمار ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ کی رو سے بھی اسلام میں مسجدِ اقصیٰ کی بہت فضیلت ہے۔ اس کا ذکر بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی شریف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور ان پاکیزہ جگہوں پر واقع مساجد کے سفر کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سامان سفر نہ باندھا جائے مگر تین

---

[1] الانبیاء 105:21

[2] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 3، حدیث 2158

مسجدوں کیلیے مسجد حرام، مسجد رسول اللہ ﷺ، مسجد اقصیٰ ۔[1]

حضور ﷺ کعبہ مشرفہ اور بیت المقدس دونوں کے پیغمبر

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں، کہ یہ اعلان کہ آنحضرت ﷺ نبی قبلتین (یعنی کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے پیغمبر ہیں) یہود کی تولیت اور نگہبانی کی مدّت حسب وعدۂ الٰہی ختم کی جاتی ہے۔ اور آل اِسمٰعیل کو ہمیشہ کے لیے اس کی خدمت گزاری سپرد کی جاتی ہے۔

علامہ شبلی مزید لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی وراثت جو صدیوں سے بیٹوں میں بٹتی چلی آتی تھی وہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پھر ایک جگہ جمع ہوگئی اور گویا وہ "حقیقت ابراہیمیہ"، جو خاندانوں اور نسلوں میں منقسم ہوگئی تھی ذاتِ محمدی میں پھر یکجا ہوگئی اور آپ کو دونوں قبلوں کی تولیت تفویض ہوئی اور نبی قبلتین کا منصب عطا ہوا یہی نکتہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت ﷺ کو کعبہ اور بیت المقدس دونوں طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی لیے معراج میں آپ ﷺ کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے جایا گیا اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی صف میں آپ ﷺ کو امامت پر مامور کیا گیا تاکہ اس مقدس دربار میں اس کا اعلانِ عام ہو جائے کہ دونوں قبلوں کی تولیت سرکارِ محمدی ﷺ کو عطا ہوتی ہے اور نبی قبلتین نامزد ہوتے ہیں اور قرآن مجید مین سورۂ اسراء کی ابتدا اور واقعۂ معراج کا آغاز اسی حقیقت سے ہوتا ہے۔[2]

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے دیکھنے والا ہے۔[3]

چنانچہ مسجد اقصیٰ خاص مسجد ہے۔ جو بیت المقدس میں واقع ہے۔ اور حضور ﷺ کا سفر معراج

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 1135

[2] شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، جلد 3، ص 253

[3] بنی اسرائیل 1:17

اسی سے وابستہ ہے۔معراج کے دو حصے ہیں اوّل اسراء اور دوسرا بیت المقدس سے آسمانوں پر جانا۔قبہ الصخریٰ، مسجد اقصیٰ کے صحن میں ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں براق کو باندھا گیا اور جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانوں کی طرف سفرِ معراج کا آغاز ہوا۔

بیت المقدس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حوالگی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں عیسائیوں نے 637ء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشانیاں دیکھ کر بیت المقدس اُن کے حوالے کر دیا تھا۔یعنی وہ اپنی کتب کے حوالے سے جانتے تھے کہ مسلمان اس شہر کے اصل وارث ہیں۔عیسائیوں نے قبضے کے بعد مسجد کا نقشہ مسخ کر دیا تھا، محراب کو بند کر دیا، اس کے علاوہ حضرت مریم علیہا السلام کی مورتیاں لگا دیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بیت المقدس کی فتح کے بعد لوگوں کے جان مال اور عزت کو تحفظ دیا گیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود کو بیت المقدس میں زیارت کی غرض سے آنے کی اجازت بھی دے دی۔سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں خواہ وہ بیت المقدس ہو یا اندلس، یہودی پکنک مناتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے جواب میں انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کو انہی کے خون کا تحفہ دیا ہے۔

اس مسئلے میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں تین صلیبی جنگیں ہوئیں۔یورپ نے اس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے اندھے مذہبی جنون کے تحت ان جنگوں کا آغاز کیا۔پوپ اربن دوم نے پروپیگنڈا کر کے پورے یورپ میں آگ لگا دی۔چنانچہ یورپ کے مختلف ممالک کی 13 لاکھ افواج نے مل کر لشکر کشی کی اور 15 جون 1095ء مطابق 488ھ کو عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔دوسری صلیبی جنگ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1192ء مطابق 588ھ میں بیت المقدس کو فتح کر لیا۔یہ شہر 1917ء تک مسلمانوں کی سلطنتِ عثمانیہ کا حصہ رہا۔یہود تو 70ء سے لے کر 1948ء تک بیت المقدس سے بے دخل رہے ہیں۔

فلسطین میں اسرائیل کا قیام:

بدقسمتی سے جنگِ عظیم اوّل میں بیت المقدس اور فلسطین کے علاقے برطانوی سامراج کے زیر

قبضہ آ گئے۔لہٰذا برطانیہ نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے 1917ء میں یہودیوں کے ساتھ صرف ایک خط کے ذریعہ معاہدہ کیا جسے آرتھر جیمز بالفور معاہدہ کہا جاتا ہے۔جس کی رو سے فلسطین میں یہودیوں کو اپنا وطن بنانے کی اجازت دے دی گئی۔

ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پہ حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا

اقوام متحدہ کا کردار

1948ء میں عالمی استعمار کی ملی بھگت سے ارض فلسطین پر مقبوضہ اسرائیل کی شکل میں ایک ناجائز یہودی ریاست وجود میں آ گئی۔ یوں نہ اس کی کوئی نظریاتی حیثیت ہے اور نہ ہی جنگ میں فتح سے حاصل کیا گیا ہے۔بعد ازاں مقبوضہ اسرائیل نے مغرب کی پشت پناہی اور مدد سے لڑی جانے والی عربوں کے ساتھ جنگوں 1967-1948ء کے بعد فلسطین کے کئی دیگر علاقوں پر بھی زبردستی قبضہ کر لیا۔اور بیت المقدس (یروشلم) کو بھی اسرائیل میں ضم کر لیا۔تب سے اسرائیل روس،امریکہ اور دیگر یورپی ممالک سے بڑے پیمانے پر یہودیوں کو لا کر یہاں آباد کر رہا ہے۔ حالانکہ Kellogg-Briand Pact 1928 جنگ سے دستبرداری سے متعلق ایک عام بین الاقوامی معاہدہ ہے،جس کی رو سے طاقت کے ذریعہ علاقے کو منسلک کرنے کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔لیکن استعمار کے حمایت یافتہ اسرائیل اور بھارت پر اس کا کوئی اثر نہیں،ان ممالک کے لیے یہ معاہدہ غیر مؤثر ہو کر رہ گیا ہے۔

اسرائیل کے ان اقدامات کے خلاف اقوام متحدہ کی قراردادیں بھی موجود ہیں۔جن میں اسرائیل کی حدود کا بھی تعین کر دیا گیا تھا اور بیت المقدس (یروشلم) کے بارے میں کہا گیا کہ یہ شہر اسرائیل کی ملکیت نہیں ہو گا۔اقوام متحدہ نے اپنی ایک قرارداد نمبر 1968/252 مورخہ 21 مئی 1968ء کے ذریعہ واضح کیا کہ اسرائیل کی طرف سے کیے گئے تمام قانون سازی اور انتظامی اقدامات بشمول یروشلم کی قانونی حیثیت کو تبدیل کرنے کے،جس میں زمین اور جائیدادوں کی ضبطی بھی شامل ہے،وہ ناجائز ہیں،وہ ان کی قانونی حیثیت تبدیل نہیں کر سکتا۔لیکن بدقسمتی سے ان

قراردادوں پر عمل نہیں ہو رہا۔ اگر ان قراردادوں پر عملدرآمد ہو جائے تو اسرائیل کو مقبوضہ فلسطینی علاقے عربوں کو واپس کرنے پڑیں گے۔ مزید برآں وہ کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو، مسجد اقصیٰ کی زیارت سے بھی نہیں روک سکتا۔

حاصل بحث: درج بالا حقائق اور دلائل کی بنیاد پر بیت المقدس کی تولیت کے بارے میں یہود و نصاریٰ کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ اقوام متحدہ نے بھی، جیسا کہ اس کی مذکورہ قرارداد سے ظاہر ہے، بیت المقدس پر یہود کے موجودہ غاصبانہ قبضے کو قانونی طور پر تسلیم نہیں کیا ہے۔ لہٰذا بیت المقدس کی تولیّت کا حق مسلمانوں کا ہے۔ تاہم چونکہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس مقدس جگہ میں یہود اور نصاریٰ دونوں کو اپنے اپنے مقامات کی زیارت کی اجازت دے دی تھی اس لیے ان کا وہ حق برقرار رہے گا۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہوسکتا ہے جب مسلمان یہود و نصاری کے چنگل سے نکل کر ایک طاقتور قوت بنیں اور یکجا ہو کر اقوام متحدہ پر دباؤ بڑھائیں کہ وہ اپنی قراردادوں پر کماحقہ عمل درآمد کرائے ورنہ:

تقدیر کے قاضی کا فتویٰ ہے یہ ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات
بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

آئینِ پاکستان، آرٹیکل 260:3، مسلم وغیر مسلم کی تعریف

(ا) ’’مسلم‘‘ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت اور توحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔

(ب) ’’غیر مسلم‘‘ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اُس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

آئین پاکستان اور مذہبی آزادی:

آئین پاکستان کی رو سے فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر عوام الناس کے سامنے صحیح دین رکھنا، ان کی رہنمائی کرنا اور ان کو خالصتاً قرآن وسنت کی تعلیم دینا کسی بھی صورت فرقہ پرستی نہیں ہے۔ جیسا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 19، A19، 20 سے ظاہر ہے۔

اظہار رائے وغیرہ کی آزادی۔

19۔ اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت، سلامتی یا دفاع قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق ہو گا اور پریس کی آزادی ہو گی۔

معلومات کا حق

19 (الف) قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں اور ضوابط کے تابع ہر شہری کو عوامی اہمیت کی تمام معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہوگا۔

20۔ قانون امن عامہ اور اخلاق کے تابع

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا[1] اور (ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

فرقہ پرستی کیا ہے؟

فرقہ پرستی یہ ہے کہ اسلام کے حصار اور مدار کے اندر رہنے والے مکاتب فکر ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کریں، اور فروعی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کریں یا کفر کے فتوے لگائیں۔ یہ اسلام کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔کسی مسلمان کو صرف کسی گناہ کی بنا پر نہ غیر مسلم قرار دیا جاسکتا ہے نہ دائرہ اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے، جب تک وہ اپنے اسلام مخالف عقائد کا اعلان نہ کرے۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو غیر مسلم کہتا ہے تو وہ اس مسلمان کے لیے سخت

---

[1] پاکستان سیکولر ملک نہیں ہے۔ دینِ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہے۔ یہی مذہب اس کے قیام کی بنیاد بنا تھا۔ چونکہ کوئی بھی ملک اپنے اساسی نظریات اور مبادیات کے خلاف تبلیغ کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس لیے آئین پاکستان کی دفعہ 298 (ج) کے تحت ''قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بلواسطہ اپنے آپ کو مسلم (یا مسلمان) ظاہر کرتا ہے، یا کہتا ہے، یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا نشرو اشاعت کرتا ہے، یا دوسروں کو خواہ بولے گئے، خواہ لکھے ہوئے الفاظ کے ذریعے اپنے عقیدے کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو برانگیختہ کرتا ہے، تو قید کی سزا اور جرمانے کی سزا کا مستوجب بھی ہوگا۔'' اسلام آباد ہائیکورٹ اپنے فیصلے مورخہ 9 مارچ 2018ء بابت رٹ پٹیشن 3847/2017 میں حکم صادر کرچکی ہے کہ ''ایسی تمام اصطلاحات جو دین اسلام اور مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں انہیں کسی بھی اقلیت سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنی پہچان چھپانے کی غرض یا دیگر مقاصد کے لیے استعمال سے روکنے کے لیے موجودہ قانون میں ضروری ترمیم اور اضافہ کرے۔

اذیت کا باعث بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ مسلمان کو کافر کی گالی دے کر تکلیف نہ پہنچاؤ۔[1]

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسالک اور مکاتب فکر مسلکی رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے اتحاد واتفاق اور یگانگت کی فضا قائم کریں۔

چنانچہ ہمارا مقصد مملکت پاکستان میں قانونی طور پر حاصل مذہبی آزادی کے تحت ہر قسم کی فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر خالصتاً قرآن وسنت کی تعلیمات عام کرنا ہے۔ کیونکہ قرآن وسنت کی دعوت وتبلیغ اور اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم دینا بھی اُمتِ مسلمہ کا خاصہ ہے۔ چنانچہ الحمدللہ ہماری تصانیف میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، کہ وہ تمام قسم کی علاقائی، لسانی، گروہی، اور فرقہ وارانہ تعصبات سے مکمل طور پر پاک ہیں۔

مرزائیت کے عقائد سے آگاہ کرنا فرقہ واریت نہیں

جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے، وہ اپنے عقائد کی بنا پر از روئے قرآن، حدیث، اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، اجماع علماء اُمت اور عقلی ونقلی دلائل کی بنا پر غیر مسلم ہیں۔ اس لیے آئینِ پاکستان کی رو سے بھی ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت چند پابندیوں کے تابع ہے یعنی غیر مسلم اپنے مذہب کی پیروی تو کر سکتے ہیں لیکن خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے اور نہ ہی مسلمانوں کے خصوصی امتیازات کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں یا ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہوں تو ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ مرزائی (قادیانی) خود کو اقلیت تسلیم کرنے پر نہ صرف تیار نہیں ہیں بلکہ انہوں نے خود کی احمدیہ مسلم کمیونٹی کے نام سے پہچان کرا کر مسلمانوں سے الگ تشخص اپنایا ہے۔ لیکن پروپیگنڈا مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں۔ اس لیے قادیانیوں کے عقائد باطلہ سے لوگوں کو آگاہ کرنا فرقہ واریت نہیں ہے۔

اسی طرح یہود ونصاریٰ کے متعلق قرآنی احکامات بتانا بھی فرقہ پرستی نہیں۔ یاد رہے ایک یہودی کو یہودی کہنے سے فرقہ واریت لازم نہیں آتی عیسائی کو عیسائی یا مسیحی کہنے پر فرقہ واریت لازم نہیں آتی، تو ایک قادیانی کو قادیانی کہنے پر بھی فرقہ واریت لازم نہیں آنی چاہیے۔

---

[1] کنز العمال، جلد 2، حدیث 2997

مرزائیت

مرزائیت، برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے اندر سے اُٹھنے والی ایک ایسی سازشی تحریک ہے، جس نے مسلمان معاشرے کو بے حد انتشار کا شکار کیا ہے۔ اس کے بانی، مرزا غلام احمد قادیانی نے کوئی اصلاحی کام نہیں کیا، بلکہ اُس کی ساری زندگی کا لُب لباب اور اس کے کام کا دائرہ کار صرف چار چیزوں پر مشتمل ہے:

اولاً: نبوت ورسالت کا دعویٰ

ثانیاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا

ثالثاً: انگریز کی اطاعت ووفاداری

رابعاً: خیارِ امت اور شعائر اسلامی کی تضحیک واستہزا۔

یہی وجہ ہے کہ پورا مغرب قادیانیت کی پشت پناہی اور وکالت کر رہا ہے۔ روزنامہ نوائے وقت کی اشاعت مورخہ 29 دسمبر 2019ء کی رپورٹ کے مطابق امریکی محکمہ خارجہ نے قادیانیوں سے متعلق امتیازی قوانین ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ حالانکہ پاکستان میں تمام اقلیتیں بشمول قادیانیوں کے اپنے اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ زندگی گزار رہی ہیں اور پاکستان میں ان کے حقوق کا آئین کے مطابق خیال رکھا جارہا ہے۔

قرآن وسنت کے احکامات کے مطابق قادیانی صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں غیر مسلم ہی شمار ہوتے ہیں، اسی لیے عالم اسلام کے مرکز حرمین شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ المنورہ میں ان کا داخلہ قطعی طور پر بند ہے۔ یہ گروہ آئین پاکستان کی رو سے بھی غیر مسلم ہے، لیکن یہ فیصلہ ماننے سے انکاری ہیں۔ جس سے یہ گروہ آئین پاکستان سے غداری کا بھی مرتکب ہورہا ہے، لیکن اس ضمن میں ان سے کبھی بھی کوئی پوچھ گچھ نہیں کی گئی۔

بانیٔ مرزائیت

قرآن وسنت کی واضح نصوص کی بنا پر اُمت محمدیہ کا یہ مسلمہ ومتفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس سلسلہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت آخری اُمت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب، قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ اور جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب اور مفتری ہوگا۔ اور جو اس دعویٰ کو مانے گا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔

لیکن قرآن وحدیث کی واضح نصوص اور اجماع اُمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، متحدہ ہندوستان میں ضلع گورداسپور کے ایک ویران گاؤں، قادیان سے تعلق رکھنے والے ایک شخص مرزا غلام احمد نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اور ناسمجھ مسلمانوں کی کچھ تعداد اس گھناؤنی سازش کا شکار ہو گئی۔ کیوں کہ مرزا قادیانی نے اوائل میں خود کو اسلام کا نمائندہ ہی ثابت کرنے کی کوشش کی اور عام تو عام، خواص کو بھی پتا نہ چل سکا کہ باطنی طور پر اس کے اغراض ومقاصد کیا ہیں۔ تاہم جوں ہی اس کی اصلیت علماء کے سامنے آئی، انہوں نے اُس کو خارج از اسلام قرار دیا۔ اور عوام الناس کی اکثریت بھی اُس سے بیزاری کا اظہار کر کے علیحدہ ہوگئی۔ اس سازش کے لیے اُس کو حکومت برطانیہ کی مکمل مدد وتائید اور چھتری حاصل تھی۔ چنانچہ اس نے دین میں نئی نئی اصطلاحات ایجاد کیں، نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا، دینی جہاد کی سخت مخالفت کی، اسلام کے پورے ڈھانچے پر رقیق حملے کیے، جن کی بنا پر مرزائیت کو اسلام کے خلاف گھناؤنی سازش اور ایک الگ، متوازی دھرم یعنی مرزائیت یا قادیانیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا آغاز ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے اپنی قوم کے سامنے اپنا پاکیزہ کردار پیش کیا۔ ہر نبی مکرم علیہ السلام کے اعلان نبوت سے پیشتر کی زندگی اُس کی قوم کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس کی قوم کے سب لوگ اُس کی صداقت وراست بازی اور دیانت وامانت کے خوب معترف ہوتے ہیں اور اپنی زبان سے صادق وامین ہونے کا اعتراف کر چکے ہوتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق و کردار کو قرآن کریم نے دلیل کے طور

پر نقل فرمایا ہے:

میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے۔[1]

اس کے برعکس جعلی واشتہاری نبی، بلا کا بہروپیا، فراڈیا، جھوٹا، لالچی اور دغاباز ہوتا ہے۔ظاہر ہے جس نے نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ کوئی شریف آدمی تو نہیں ہو سکتا، وہ کتنا بڑا فراڈیا ہوگا اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اِس لیے اُس کے کفریہ عقائد بیان کرنے سے پہلے اُس کا کردار زیرِ بحث لانا از حد ضروری ہے تاکہ قارئین کرام بخوبی اندازہ لگالیں کہ مرزا قادیانی کس قماش کا شخص تھا؟

مرزا قادیانی کا خاندان اور اخلاق و کردار

کسی شخص کے بداخلاقی پر مبنی اور قابلِ اعتراض معاملات پر قلم کشائی کرنا نا صرف پسندیدہ نہیں بلکہ ادبی اُسلوبِ تحریر کے بھی خلاف ہے۔اسی طرح دیگر معاشرتی برائیوں کے واقعات کو بھی صاف ستھرے الفاظ میں لکھنا ممکن نہیں ہوسکتا۔لیکن ایک ایسا شخص جو عام مسلمانوں سے لے کر اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبروں تک کو معاف نہ کرے، اُن کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرے اور اُن پر تہمتیں لگائے، جبکہ اُس کا اپنا کردار ایک طوائف کی مثال پیش کرتا ہو، کے جرائم بیان کرنے میں کسی مصلحت سے کام لینا یا جان بوجھ کر پردہ پوشی کرنا کسی صورت بھی انصاف کا تقاضا نہیں۔ بہر کیف پھر بھی قرآن کی اخلاقی تعلیمات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس کی بہت سی ایسی قابلِ اعتراض باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔قارئین کرام اگر چاہیں تو اس کے لیے دوسری کتب کا مطالعہ کریں۔ لیکن امرِ واقع یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص مرزائیت یا اس کے بانی پر قلم اٹھائے گا اس کو پہلے اپنے دل و کلیجے پر پتھر باندھنا ہوگا ورنہ وہ ایک صفحہ بھی تحریر نہیں کرسکتا۔ چنانچہ (نقل کفر، کفر نباشد کے تحت) یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ بانیٔ مرزائیت اور اُس کے خاندان کے بارے میں صرف چند باتیں نقل کی گئی ہیں۔

---

[1] یونس 16:10

مرزا قادیانی اپنے خاندان کے بارے میں لکھتا ہے اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے، بعض کاغذات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں۔ اب خدا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے۔[1] اور یہ بھی لکھا ہے کہ میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں۔[2] میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے[3] اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے[4]

اپنی پیدائش کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد والدین کے گھر میں کوئی اور لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا......[5]

مرزا قادیانی کا بیٹا لکھتا ہے:

”بچپن میں چڑیاں پکڑنے کا بھی شوق تھا۔ چاقو نہ ملتا تو سرکنڈے سے ہی ذبح کر لیتے تھے۔[6]

”ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ بتایا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا یہ میں نہیں لیتا انہوں نے کوئی اور چیز بتائی تو حضرت نے اس پر بھی وہی جواب دیا۔ وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں سختی سے کہنے لگیں جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھالو۔ حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے۔[7]

”مرزا قادیانی جوتے پہننے میں الٹے سیدھے کی پہچان نہ کر سکتے تھے بسا اوقات الٹی جوتی

1۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 17، اربعین نمبر 2, حاشیہ صفحہ 365

2۔ مرزا غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ حاشیہ، روحانی خزائن جلد 17 ص 127

3۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 17 تحفہ گولڑویہ ص 118

4۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 15 تریاق القلوب ص 287

5۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 15، تریاق القلوب، ص 479

6۔ سیرت مہدی، حصہ اول، ص 40

7۔ سیرت المہدی، حصہ اول، ص 225-226

پہن لیتے تھے والدہ صاحبہ (مرزا کی بیوی) نے الٹے سیدھے پاؤں کی شناخت کے لیے نشان بھی لگا دیئے مگر باوجود اس کے الٹا پہن لیتے تھے۔[1]

قارئین کرام مرزا قادیانی کی خود غرضی اور غیر ذمہ داری کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اُس نے جوانی میں سات سو روپے کی خطیر رقم جو اُس کے خاندان کو برطانوی حکومت کی طرف سے سالانہ وظیفہ ملتا تھا، لاہور میں چند روز میں سیر و تفریح پر لگا دی، حالانکہ اس رقم پر پورے خاندان کی معیشت کا دارومدار تھا۔[2]

”مرزا قادیانی نے سیالکوٹ کی نوکری میں رشوت ستانی سے خوب ہاتھ رنگے اور یہ سیالکوٹ کی ہی ناجائز کمائی تھی کہ جس سے مرزا قادیانی نے چار ہزار روپیہ کا زیور اپنی دوسری بیوی کو بنا کر دیا“

شراب کو دین اسلام میں ناپاک کام، اعمال شیطان میں سے کہا گیا ہے اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔لیکن مرزا قادیانی خاص قسم کی شراب بھی پیتا تھا۔قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس کا پس منظر کسی اور کتاب سے پڑھ لیں۔لکھتا ہے:

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیاء خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خریدیں مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔والسلام (مرزا غلام احمد)[3]

آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی عرصہ سے آپ کو لگی ہوئی ہے۔اسی زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گُڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔[4]

ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا اور تماشا ختم ہونے پر دو بجے رات کو واپس آیا، صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت مسیح

---

[1] سیرت المہدی ج1 ص60

[2] ابوالقاسم دلاوری، ائمہ تلبیس، ص633

[3] خطوط امام بنام غلام ص5، مجموعہ مکتوبات، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، ص168

[4] تتمہ براہین احمدیہ، جلد1، ص67، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، ص153

موعود کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی صاحب رات کو تھیٹر چلے گئے تھے، حضرت مسیح موعود نے فرمایا ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ [1]

قرآن مجید کے بڑے بڑے مسلسل حصے یا بڑی بڑی سورتیں یاد نہ تھیں۔ [2]

مرزا قادیانی کے بقول اُس کو مراق، ذیابیطس، تشنج قلب، ہسٹریا، حافظہ کی کمزوری، ضعف دماغ، دردسر، کم خواب، مالیخولیا، دق، سل، عصبی کمزوری اور دوسری بیماریاں لاحق تھیں۔ قریب سو دفعہ کے دن رات میں پیشاب آتا۔

دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ دوسرے سال آٹھ نو روزے رکھے باقی چھوڑ دیئے۔ تیسرے سال دس گیارہ روزے رکھے باقی چھوڑ دیئے۔ پھر اس کے بعد جتنے سال زندہ رہے کبھی روزے نہیں رکھے۔ [3]

چندے کی آمدنی سے عیش وعشرت

مرزا قادیانی اپنی ابتدائی زندگی کی معاشی حالت زار اور دعویٰ نبوت کے بعد کی فارغ البالی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے

---

[1] ذکر حبیب، ص 18 بحوالہ محدث فورم ڈاٹ کام

[2] سیرت المہدی، جلد 3، ص 44، ایضاً

[3] سیرت المہدی جلد 2، ص 65، ایضاً

قریب روپیہ آچکا ہے۔

اگر اس میرے بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ اس تمام مدت میں کھولا گیا ہے حالانکہ یہ آمدنی صرف ڈاک کے ذریعہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ہزار ہا روپیہ کی آمدنی اسی طرح ہی ہوتی ہے کہ لوگ خود قادیان میں آ کر دیتے ہیں اور نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں ۔[1]

مریدوں کے اس چندے سے مرزا قادیانی کے خاندان والے خوب عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے ۔مرزا قادیانی کے قریبی مرید خواجہ کمال الدین نے باتوں باتوں میں ایک مرتبہ اپنے دیگر ہم عصر اور ہم مذہب ساتھیوں سے کہا کہ میرا ایک سوال ہے جس کا جواب مجھے نہیں آتا۔ میں اسے پیش کرتا ہوں ۔آپ اس کا جواب دیں ....کہ پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کرکہ انبیاء اور صحابہ والی زندگی اختیار کرنی چاہیے کہ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہیے ۔غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور قادیان بھیجتے تھے لیکن جب ہماری بیویاں خود قادیان گئیں وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو، ہم نے تو قادیان جا کر خود انبیاء اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں کی عورتوں کو حاصل ہے اسکا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں حالانکہ ہمارا روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا ہے اور جو ان کے پاس جاتا ہے وہ قومی اغراض کے لیے قومی روپیہ ہوتا ہے، لہٰذا تم جھوٹے ہو جھوٹ بول کر عرصہ دراز تک ہم کو دھوکہ دیتے آرہے ہو اور آئندہ ہم ہرگز تمہارے دھوکہ میں نہ آویں گی پس اب وہ ہم کو روپیہ نہیں دیتیں کہ قادیان بھیجیں ۔[2]

مرزا قادیانی کے بعد اُس کے پیروکار بھی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں ۔جناب عبدالکریم شیخ جو پیدائشی قادیانی تھے ،قادیان میں پیدا ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی ہے ۔اب وہ اسلام کے مبلغ ہیں، (چونکہ وہ سابقہ قادیانی ہیں اس لیے انہوں نے راز ہائے درونِ خانہ

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی، ص 212، روحانی خزائن، جلد 22، ص 221

[2] قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، ص 515

بیان کرنے میں کسی حجاب سے کام نہیں لیا) فرماتے ہیں کہ قادیانیت کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ ایک مافیا اور Cult ہے، جو چندہ کے نام پر اپنے لوگوں سے جبری بھتہ وصول کرتی ہے۔ حتیٰ کہ بہشتی مقبرہ کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ بلکہ اب تو دیگر ممالک میں بھی بہشتی مقبرہ کا فرنچائز دیا جا رہا ہے۔ اگر آج لوگ ان کو چندہ دینا بند کر دیں تو قادیانیت اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اسی طرح ہندوستان سے تعلق رکھنے والے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ سابقہ قادیانی جناب نثار احمد بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں، وہ قادیانیت کو ایک Business Model قرار دیتے ہیں۔[1]

دُشنام طرازی

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو قابل عزت بنایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(ترجمہ) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔[3]

مومن کو بُرے نام سے پکارنے کی بھی ممانعت ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوا:

اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔[4]

جو شخص جھوٹا ہوتا ہے، اُس کے پاس جب کوئی دلیل نہیں ہوتی تو وہ گالی کا سہارا لیتا ہے۔ مشرکین مکہ کو قرآن کریم نے یوں مخاطب کیا:

1۔ Zaitoon Fm TV
2۔ بنی اسرائیل 70:17
3۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 1، حدیث 47
4۔ الحجرات 11:49

کہہ دیجئے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔[1]

اب آئیے مرزا قادیانی کی طرف۔ اس نے علماء کرام، جن کو انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے، غلیظ گالیاں دی ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے بارے میں اُس نے لعنت ملامت پر مشتمل اشعار کہے ہیں[2]

حضرت پیر صاحب کو گالیاں دینے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کو چیلنج دیا تھا، جس کو قبول کرنے کی اُس میں جرأت نہ ہوئی۔ مرزا قادیانی کی تکذیب میں پیر صاحب کی کتاب ''سیف چشتیائی''، مقبول عام کتاب ہے۔

مرزا قادیانی نے 1880ء میں اپنی کتاب براہین احمدیہ لکھی جس میں مکاشفات اور الہامات کی بھرمار تھی۔ اس سے علماء لدھیانہ نے جان لیا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ لہٰذا مرزا قادیانی نے مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو بھی ننگی گالیوں سے نوازا۔[3]

تمام مسلمانوں کے متعلق ژاژ خائی ملاحظہ فرمائیں:

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

- ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔[4]
- دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں ہیں۔[5]
- **ویقبلنی ویصدق دعوتی۔ الا ذریتہ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبھم**[6]

''تمام مسلمانوں نے مجھے مان لیا اور میری دعوت کی تصدیق کر دی مگر کنجریوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے''۔

---

[1] النمل 64:27
[2] مرزا غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی، ضمیمہ نزول مسیح، روحانی خزائن جلد 19، ص 188
[3] مرزا غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقۃ الوحی، ص 445، روحانی خزائن جلد 22
[4] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 22، حقیقۃ الوحی، ص 167
[5] مرزا غلام احمد قادیانی، نجم الھدیٰ، روحانی خزائن جلد 14، ص 53
[6] مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالاتِ اسلام، ص 548

ایسی زبان استعمال کرنے والے شخص کو نبی تو کیا دنیا کے بداخلاق اور غلیظ ترین آدمی کے خطاب کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ ایک جگہ خود ہی اقرار کرتا ہے کہ لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں ہوتا۔[1] لہٰذا اپنے ہی اس قول کے مطابق جھوٹا اور لعنتی قرار پایا ہے۔ سلطان القلمی کا یہ حال ہے کہ مخالفین پر ہزار بار لعنت کرتے ہوئے نمبر شمار میں ایک تا ایک ہزار گنتی کے ساتھ لعنت لعنت لکھ کر کئی صفحات سیاہ کیے ہیں۔ کیا ایسا اسلوب تحریر کسی شریف آدمی کا ہو سکتا ہے؟

ختم نبوت

جس طرح توحید کا عقیدہ دعوت الرسل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ ہے اور ہر آنے والے نبی مکرم نے بعد میں آنے والے نبی محترم کو آپ ﷺ کے تشریف لانے کی بشارت دی ہے جس کی تفصیل میری کتاب آخری نبی ﷺ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔ ختم نبوت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

(لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔[2]

قرآن کریم اور حضور ﷺ کی احادیث کی بنا پر علماء اُمت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہی ہیں۔ اور لغت عرب کی مشہور و معروف کتب[3] بھی انہی معنوں کی تائید کرتی ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی میں تحریف

اجماع اُمت کے برعکس مرزا قادیانی نے لفظ خاتم النبیین کے معنی ''نبیوں کی مہر'' کیے ہیں تا کہ اپنے دعویٰ نبوت کی راہ ہموار کر سکے۔

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ازالہ اوہام، ص 456

[2] الاحزاب 40:33

[3] مفردات القرآن، کتاب الخاء، ص 143، لسان العرب، ج 12، ص 164، تاج العروس، ج 8، ص 268 القاموس المحیط، جلد 4، ص 119، معجم مقاییس اللغۃ، ج 2، ص 245

ادب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں سورۃ الحجرات میں مومنوں کو ارشاد ہوا:

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔[1]

اس خطاب کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما چکا ہے، ان پاکباز لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز مبارک سے آواز بلند کی تو سارے اعمال اکارت جائیں گے۔ اور جو شخص نبی کی نبوت پر ڈاکہ ڈالے! کوئی احاطہ کر سکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے؟ اور مرزا قادیانی اس جرم کی پاداش میں قبر میں کن حالات سے دوچار ہوگا؟ اور جہنم کے کس گھڑے میں پھینکا جائے گا؟ یہ سوچ کر انسان کی روح کانپ جاتی ہے۔ اللہ کریم قادیانی فتنے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

قادیانیوں کی پالیسی

اب تو قادیانیوں کی گویا پالیسی اور حکمت عملی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو صرف خاتم النبیین کے معنی، حیاتِ مسیح و وفاتِ مسیح اور مسیح موعود کی بحثوں میں الجھاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اِن مباحث سے باہر نہ نکلیں، تاکہ ان کے پیشوا کا کردار زیرِ بحث نہ آسکے، کیونکہ ان کی تربیت ہی ان خطوط پر کی گئی ہے۔ اگر مرزا قادیانی کا کردار و عمل زیرِ بحث لایا گیا تو کہانی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ مزید بحث چل ہی نہیں سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمت کی رو سے عقیدۂ ختم نبوت کبھی بھی متنازعہ نہیں رہا۔ لیکن مرزا قادیانی نے امتِ مسلمہ کے برعکس، کفر کی راہ اختیار کی، خود بھی گمراہ ہوا اور اپنے پیروکاروں کو بھی گمراہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کے دستخط اور روشنائی کے قطرے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کائنات کا خالق و مالک ہے اس کی کوئی مثل نہیں۔

---

[1] الحجرات 2:49

اس کے مانند کوئی شے بھی نہیں ہے ۔[1]

وہ اپنی مثال آپ ہی ہے ۔مخلوق میں کوئی کسی اعتبار سے بھی اُس جیسا نہیں ۔کیونکہ خالق اور مخلوق کی ماہیت ایک نہیں ہو سکتی ۔

لیکن مرزا قادیانی کی گستاخی ملاحظہ ہو ۔لکھتا ہے:

ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کے قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑ کا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ سیاہی آجاتی ہے تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیئے اور میرے پر اس وقت نہایت رقت کا عالم تھا اس خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا میرے اوپر فضل اور کرم ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا بلا توقف اللہ تعالیٰ نے اس پر دستخط کر دیئے اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرہ میں میرے پیر دبا رہا تھا کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے ۔[2]

قارئین کرام! آپ نے مرزا قادیانی کا طریقہ واردات ملاحظہ فرمایا؟ اس عبارت میں کیا کیا فریب کاریاں کی گئی ہیں؟ شروع میں لکھتا ہے مجھے خدا کی تمثیلی طور پر زیارت ہوئی پھر آنکھ کھل گئی یعنی خواب میں ہوا اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے قلم کی سیاہی کے قطرے حقیقی طور پر دکھاتا ہے ۔

مزید لکھتا ہے:

ورایتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں[3]

---

[1] الشوریٰ 42:11

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 22، ص 267

[3] مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام، ص 564

حضرت مریم صدیقہ علیہاالسلام کی عصمت

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم علیہاالسلام کے بارے میں جو غیر اخلاقی زبان استعمال کی ہے وہ قطعاً نقل کرنے کے قابل نہیں ہے۔لیکن اگر ایسی باتیں نقل نہ کی جائیں تو لوگوں پر قادیانیت کی اصلیت ظاہر نہیں ہو سکے گی اور اُن کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ قادیانیت کو کیوں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا؟

حضرت مریم صدیقہ علیہاالسلام بنی اسرائیل کے ایک نیک شخص حضرت عمران کی صاجنرادی اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔قرآن کریم میں ان کے نام پر ایک سورہ بھی ہے۔قرآن کریم نے حضرت مریم صدیقہ علیہاالسلام کی بزرگی وفضیلت کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے:

اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کرلیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہاں کی عورتوں میں سے (زمانے کے اعتبار سے) تیرا انتخاب کرلیا۔[1]

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

اور وہ پاک دامن بی بی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے لیے نشانی بنادیا۔[2]

بدقسمتی سے پیغمبروں کی توہین اور ان پاکباز ہستیوں پر بہتان لگانا یہود ونصاریٰ کا شیوا رہا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہت بڑا بہتان باندھنے کے باعث.......[3]

قرآن کریم نے اس کو بہتان عظیم کہا ہے۔لیکن یہود ونصاری کے نقش قدم پر چل کر مرزا قادیانی نے بھی حضرت مریم صدیقہ علیہاالسلام کے متعلق شرمناک اور نازیبا کلمات کہے ہیں۔(معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، نقل کفر کفر نباشد) یعنی جس طرح یہود نے حضرت مریم صدیقہ علیہاالسلام پر الزامات

1۔ آل عمران 42:3
2۔ الانبیاء 91:21
3۔ النساء 156:4

لگائے اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی لگائے ہیں۔

مرزا قادیانی کی بے باکی، ہرزہ سرائی اور جھوٹ ملاحظہ کیجئے۔ لکھتا ہے:

● لیکن حضرت مریم پر تہمت لگائی گئی اور اس تہمت نے حضرت عیسیٰ کی ولادت کے عجوبہ کو خاک میں ملا دیا بلکہ اس تہمت میں صرف یہودیوں کا قصور نہیں بلکہ خود حضرت مریم سے ایک بڑی بھاری غلطی ہوئی.... فرشتہ نے اس کو حاملہ ہونے کی بشارت دی تو مریم نے عمداً اپنے خواب کو چھپایا.... کیونکہ اس کی ماں اور باپ دونوں نے اس کو بیت المقدس کی نذر کیا تھا تا وہ ہمیشہ تارکہ رہ کر بیت المقدس کی خدمت میں مشغول رہے اور کبھی خاوند نہ کرے اور بتول کا لقب اس کو دیا گیا... جب پانچواں مہینہ حمل پر گزرا تب یہ چرچا پھیل گیا کہ مریم کو حمل ہے اور اس وقت لوگوں کو خواب سنا دی لیکن اس وقت سنانا بے فائدہ تھا۔ آخر بزرگوں نے پردہ پوشی کے طور پر یوسف نام کے ایک شخص سے اس کا نکاح کر دیا۔[1]

● پانچواں قرینہ ان کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خواتین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطہ کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔[2]

● اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 19، نسیم دعوت ص 381

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، ایام صلح ص 66، روحانی خزائن، جلد 14، حاشیہ ص 300

کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ سب مجبوریاں تھی۔[1]

یہیں پر بس نہیں بلکہ آپ علیہا السلام کی اولاد بھی ظاہر کر دی ہے۔

لکھتا ہے:

- وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ پھر ایک پادری جان ایلن گائیلز کی کتاب اپاسٹولک ریکارڈس، مطبوعہ لندن 1886ء کا حوالہ دیکر مزید لکھتا ہے:

- یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں.....۔[2]

- حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجّاری کا کام بھی کرتے رہے۔[3]

یہ سب کچھ اُس نے قرآن کریم کو نظر انداز کر کے بائبل سے لیا ہے، جبکہ قرآن کریم نے مریم صدیقہ علیہا السلام کو صدیقہ اور کنواری قرار دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے یہ بہتان بازی کر کے یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے اور لعنت کے سوا کچھ حاصل نہیں کیا؟

- (مرزا قادیانی نے) خود کو مریم سے عیسیٰ بننے کے لیے اپنے لیے دس مہینے کے حمل کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے: ”پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی اور پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہو گیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا۔“[4] ”2 برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گزر گئے... مریم کی طرح عیسیٰ کی

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، کشتی نوح، ص 17، روحانی خزائن، جلد 19، ص 18

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19, ص 18

[3] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ص 254

[4] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، جلد 22، حاشیہ، ص 75

روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں... مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا...۔"[1]

قادیانیوں کے ایک مربی، جو مرزائیت سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، کا کہنا ہے کہ قادیانی تعلیمی اداروں میں کلاس روم میں اگر کوئی طالب علم مرزا قادیانی کی ایسی باتوں کے متعلق سوال کرتا ہے تو اس کو جواب دینے کی بجائے کلاس روم سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ژاژ خائی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلیل القدر صاحب شریعت پیغمبر ہیں۔ جیسے آپ علیہ السلام کی نبوت کی زندگی معجزات سے پُر ہے ایسے ہی آپ علیہ السلام کی ولادت بھی معجزہ ہے۔ کیونکہ آپ بن باپ کے پیدا کیے گئے، جس کا تفصیلی ذکر سورۃ مریم میں ہے۔

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تہمتوں، نازیبا کلمات اور گستاخانہ انداز اور استہزاء کی تو حد ہی کر دی ہے۔ لیکن بعض اقتباسات اس قدر قابل اعتراض ہیں کہ حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی اس کی اجازت نہیں دیتی کہ ان کو نقل کیا جائے۔ چنانچہ ان صفحات میں نہ صرف ایسے اقتباسات کو جگہ نہیں دی گئی بلکہ بعض دوسری عبارتوں میں سے بھی ایسے حصے حذف کر دیے گئے ہیں۔ ذیل کی عبارتیں ملاحظہ فرمایئے:

- بات یہ ہے کہ یسوع صاحب نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں داؤد کے تخت کو قائم کرنے آیا ہوں اور اس طرح پر یہود کو اپنی طرف کھینچنا چاہا تھا کہ دیکھو میں تمہاری بادشاہی پھر دنیا میں دوبارہ قائم کرنے آیا ہوں۔ اور رومی گورنمنٹ سے اب جلد تم آزاد ہوا چاہتے ہو۔ مگر وہ بات نہ ہوئی بلکہ حضرت یسوع صاحب کے.... جسم پر کوڑے لگائے گئے..... اور حوالات میں بند کیا گیا۔ پس یہود اور ایسا ہی اور بہت سے آدمیوں نے بخوبی سمجھ لیا۔ کہ اس شخص کی پیشگوئی صاف جھوٹی نکلی اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔[2]

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19 ص 50

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 ص 12

● لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو دفع نہیں کر سکتے۔ صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کیا ہے اور بجز ان کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں، عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت نہیں ہو سکتی، ہائے کس کے آگے ماتم لے کر جائیں۔[1]

● اگر میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شراب پیتا تھا اور دوسرا افیونی ہے۔[2]

● جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی ثابت نہیں ہوتی، بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔[3]

● مسیح علیہ السلام کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔[4]

● مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے، جو مسیح کی ولادت سے قبل بھی مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار تمام مجذوم مفلوج، مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔[5]

● اسی تالاب نے فیصلہ دیا کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھوں میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔[6]

یہ تھی مرزا قادیانی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ژاژ خائی۔ اس کے علاوہ بھی اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسی غیر اخلاقی باتیں کی ہیں کہ وہ نقل کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی روحانی خزائن جلد 19 ص 121

[2] مرزا غلام احمد قادیانی نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19، ص 435

[3] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 20، چشمہ مسیحی، ص 356

[4] مرزا غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام حصہ اول حاشیہ، روحانی خزائن جلد 3، ص 254

[5] مرزا غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام، حصہ اول حاشیہ، روحانی خزائن جلد 3، ص 263

[6] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 11، رسالہ انجام آتھم ص 291

قرآن کریم نے انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے لے کر اُن نفوس قدسیہ کو صالح اور ہدائت یافتہ قرار دیا ہے ۔ [1] لیکن مرزا قادیانی کے لیے کس قدر شرم کی بات ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر توہین کی ہے ۔ اگر اس کے پیروکاروں میں ذرا بھی غیرت کا مادہ ہے تو اُس سے بیزاری کا اظہار کریں اور اُس کی اطاعت سے فوری باہر نکلیں ۔ اگر ہندوستان میں اس وقت اسلامی گورنمنٹ ہوتی تو مرزا قادیانی کو ارتداد اور توہین رسالت کی سزا دی جاتی، جس طرح برادر اسلامی ملک افغانستان کے والی نے انہی جرائم کے ارتکاب پر دو قادیانیوں کو ایسی ہی سزا دی تھی ۔ لیکن برصغیر میں اس وقت انگریزوں کو اقتدار کی ہوس نے اندھا کیا ہوا تھا لہٰذا انہوں نے اپنے کاشتہ پودے کی ایسی تحریروں سے دانستہ چشم پوشی کی اور مشنریز کی طرف سے توجہ دلانے کے باوجود مرزا قادیانی کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا گیا۔ کیونکہ یہ اُن کی سیاسی مجبوری تھی ۔

بقول شورش کاشمیری:

چرچ آف انگلینڈ کے ایک نمائندہ نے وزارتِ خارجہ سے تذکرہ کیا قادیانی مشن حضرت مسیح کی توہین کرتے ہیں ۔ آخر انہیں برطانوی سرپرستی کیوں حاصل ہے؟ وزارتِ خارجہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ کہا تو یہ کہ آپ ان کا چرچ کی سطح پر مقابلہ کیجئے، ہماری سیاسی ضرورتیں مختلف ہیں ۔ [2]

مرہم عیسیٰ

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (زندہ جسم عنصری کے ساتھ) اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ

---

[1] الانعام 6 :89.84

[2] آغا عبدالکریم، شورش کاشمیری، تحریکِ ختم نبوت، ص29

بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔[1]

اس کے برعکس مرزا قادیانی لکھتا ہے:

- یعنی ہم نے واقعہ صلیب کے بعد جو ایک بڑی مصیبت تھی عیسیٰ اور اس کی ماں کو ایک بڑے ٹیلہ پر جگہ دی جو بڑے آرام کی جگہ اور پانی خوشگوار تھا یعنی خطۂ کشمیر۔[2]

- یہ مرہم عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے بنائی گئی تھی۔ اور انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز اسی گردونواح میں بطور مخفی رہے اور جب مرہم کے استعمال سے بکلی شفا پائی تب آپ نے سیاحت اختیار کی۔[3]

قارئین کرام:

قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا، تو ان کی مرہم پٹی کرنا یا ان کی قبر کشمیر یا بیت المقدس یا دنیا کے کسی بھی حصے میں ثابت کرنے کی کوشش کرنا انتہائی بیہودہ اور فضول بات ہے۔ لیکن کیا کیا جائے مرزا قادیانی کے دھرم کی ساری عمارت کی بنیاد ہی اسی طرح کی بیہودہ اور فضول باتوں پر رکھی گئی ہے۔

قرآن کریم کے متعلق ہرزہ سرائی

قرآن کریم، جس میں کوئی شک نہیں، جو ایک قطعی اور یقینی کلام ہے، اور جس کی بنیاد وحی الٰہی ہے، کے بارے میں مرزا قادیانی، حکم خداوندی کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے۔ درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

- غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو دفع نہیں کر سکتے۔ صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کیا ہے اور بجز ان کے ان کی نبوت پر

---

[1] النساء 4:155-158

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 19، اعجاز احمدی، ضمیمہ نزول المسیح ص 127

[3] مرزا غلام احمد قادیانی روحانی خزائن جلد 14، حاشیہ، راز حقیقت، ص 158-160

ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں، عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت نہیں ہوسکتی، ہائے کس کے آگے ماتم لے کر جائیں۔[1]

- قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے.... نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کیے ہیں۔[2]
- کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ پھر انہی حدیثوں میں لکھا لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔[3]
- پس اس حکیم وعلیم کا قرآن کریم میں بیان فرمانا کہ 1857ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا۔[4]
- پس جیسا کہ میں نے بار بار بیان کر دیا ہے کہ یہ کلام جو میں سناتا ہوں یہ قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہے جیسا کہ قرآن اور توریت خدا کا کلام ہے۔[5]

مرزا قادیانی کو قرآن کریم کی تفاسیر بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ لکھتا ہے:

اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔[6]

اسی طرح اس کا سارا دھرم ہی معنوی تحریف پر مبنی ہے، صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں اس نے قرآن کریم کی تیس آیات کا حوالہ دے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کر کے سخت بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کا علماء اسلام نے محاسبہ کیا ہے۔

مرزا قادیانی کی پیشگوئیاں:

محمدی بیگم سے نکاح: یوں تو مرزا قادیانی نے کئی پیشگوئیاں کیں، جو سب کی سب جھوٹ کا پلندہ

1۔ مرزا غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی، ص 14، روحانی خزائن جلد 19، ضمیمہ نزول المسیح، ص 121
2۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ص 115، ازالہ اوہام حصہ اول حاشیہ ص 28,27
3۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ازالہ اوہام، حاشیہ ص 493
4۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، حاشیہ، ازالۂ اوہام ص 490
5۔ مرزا غلام احمد قادیانی، تحفہ الندوہ، روحانی خزائن جلد 19، ص 95
6۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ازالۂ اوہام، حاشیہ ص 492

ثابت ہوئیں۔ان صفحات میں ان تمام پیشگوئیوں کا تذکرہ تو بے محل ہے۔تاہم دو پیشگوئیوں کا تذکرہ قارئین کرام کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا،ایک محمدی بیگم سے نکاح اور دوسری پادری عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی۔

محمدی بیگم کے ساتھ شادی کو تو اُس نے خاص طور پر اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا۔اور اس لڑکی کے والدین کو طرح طرح سے دھمکایا کہ رشتہ نہ دینے کی صورت میں ان کی لڑکی کو کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار 20 فروری 1888ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔[1]

مزید لکھتا ہے:

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔[2]

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام،ص 286

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام،ص 286

مرزا قادیانی نے اپنی اس پیشگوئی کو تقدیر مبرم بھی قرار دیا تھا۔[1]

قارئین کرام! اصل واقعہ یہ ہے کہ محترمہ محمدی بیگم، مرزا قادیانی کے ایک رشتہ دار کی جواں سال لڑکی تھی۔ ان کے والد مرزا قادیانی کے پاس ایک ہبہ نامہ پر دستخط کروانے گئے لیکن مرزا قادیانی نے اس کام کے بدلے ان سے بیٹی کا رشتہ مانگ لیا۔ بلکہ اس سلسلے میں اشتہار بھی چھپوا دیے۔ لڑکی کے والدین پہلے ہی اس بے جوڑ رشتے پر راضی نہ تھے انہوں نے اس اشتہار کا بہت برا منایا اور رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا اور اپنی بیٹی کا نکاح مرزا سلطان بیگ سے کر دیا۔

یوں مرزا قادیانی کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی، ساری منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ گئی۔ لہٰذا وہ اپنے ہی قول کے مطابق کذاب ثابت ہوا۔ یہ پیش گوئی اس کے لیے انتہائی بدنامی کا باعث بنی بلکہ آج تک بنی ہوئی ہے۔ محمدی بیگم کا خاوند مرزا سلطان بیگ 40 سال زندہ رہ کر 1949ء میں حالت اِسلام پر فوت ہوا۔ محترمہ محمدی بیگم نے 19 نومبر 1966ء کو بحالتِ اسلام لاہور میں وفات پائی اور قبرستان میانی صاحب میں مدفون ہوئیں۔[2]

پادری آتھم کی موت:

مرزا قادیانی کی دوسری مشہور پیشگوئی پادری عبداللہ آتھم کی موت کے بارے میں تھی۔ اس نے آتھم کی موت کی باقاعدہ تاریخ بھی مقرر کر دی تھی، لیکن آتھم نہ مرا۔ اس پر عیسائیوں نے امرتسر میں اس کا شاندار جلوس نکالا۔

علماء اسلام نے اس ناکامی کو بھی مرزا قادیانی کے کذب کی دلیل قرار دیا، لیکن اس نے شرمندہ ہونے کی بجائے، چور مچائے شور کے مصداق، الٹا علماء کرام کو برا کہنا شروع کر دیا۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اب تک جو انہوں نے تکذیب کی ہے اس میں تو صرف ایک لعنت کو خرید اہے مثلاً بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ بعض جاہل اس جگہ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض پیش

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، انجام آتھم، ص 233

[2] ضیائے حدیث لاہور، جلد 18 شمارہ: 4,5 اپریل، مئی 2009

گوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسا کہ آتھم کے مرنے کی اور احمد بیگ کے داماد (محمدی بیگم کے خاوند) کی پیشگوئی مگر ان کو خدا تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیے کیونکہ جس حالت میں کئی لاکھ پیشگوئیاں روز روشن کی طرح پوری ہو چکی ہے (سفید جھوٹ) اور دن بدن نئے نئے نشان ظاہر ہوتے جاتے ہیں تو اس صورت میں اگر ایک دو پیشگوئیاں ان کی سمجھ میں نہیں آئیں تو یہ ان کی سراسر شقاوت ہے کہ بباعث اس بدفہمی کے جس میں خود ان کا قصور ہے۔[1]

دینی جہاد کی مخالفت اور برطانوی استعمار کی وفاداری

فرضیت جہاد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا.. جہاد جاری ہے میری بعثت کے وقت سے جہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص قتال کرے گا دجال سے اور (یاد رکھو) جہاد کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی نہ ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل[2]

المیہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں مسلمان 1857ء کی جنگ آزادی کیا ہارے کہ ان کی قسمت ہی ہار گئی۔ اس ناکامی کے بعد برطانوی استعمار نے ہندوستان کے مسلمانوں پر جس طرح مظالم کے پہاڑ ڈھائے وہ ایک الگ داستان ہے، لیکن یہاں صرف اتنا بتانا ضروری ہے کہ انگریز مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھا۔ اس نے ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کرنے کے لیے مرزا قادیانی کا انتخاب کیا۔ چنانچہ وہ تسلسل سے نہ صرف دینی جہاد کی سخت مخالفت کرتا رہا بلکہ اپنی تحریروں میں مسلمانوں کو انگریزوں کا دائمی غلام بنانے کی تلقین و ترغیب بھی کرتا رہا۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 ص 41

[2] سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، جلد 2، حدیث 767

اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔[1]

مرزا قادیانی مزید لکھتا ہے:

1857ء میں مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ.... انہوں نے ایک ناجائز اور ناگوار طریقے سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا۔ حالانکہ ایسا مقابلہ اور ایسا جہاد ان کے لیے شرعاً جائز نہ تھا۔..... اور جس کے زیر سایہ امن و آزادی سے زندگی بسر کرتی ہے سخت حرام اور معصیت کبیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے۔[2]

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ!

اِس خاندان کی انہی خدمات کا اعتراف حکومت برطانیہ کے ایک اعلیٰ افسر نے اِن الفاظ میں کیا ہے:

نقل مراسلہ، فنانشل کمشنر پنجاب

میرے پیارے دوست، غلام قادر، آپ کا خط 2 ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ کیا، آپ کے والد غلام مرتضیٰ کی وفات سے بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار تھا میں آپ کی خاندانی خدمات کے لحاظ سے اسی طرح عزت کروں گا جس طرح تمہارے وفادار باپ کی، کی

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، ستارہ قیصرہ، روحانی خزائن، 15، ص 114

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، ستارہ قیصرہ، روحانی خزائن، 3، ازالۂ اوہام، حصہ دوم، حاشیہ ص 490,489

جاتی تھی۔جونہی کوئی اچھا موقع نکلتا ہے، میں تمہارے خاندان کی بہتری اور بحالی کا خیال رکھوں گا۔[1]

سر رابرٹ ایجرٹن

فنانشل کمشنر

29 جون 1876ء

مراسلہ میں مذکور مرزا غلام مرتضیٰ، مرزا قادیانی کا والد تھا جس نے شمال مغربی ہند میں سید احمد شہید کے ساتھیوں اور ان کشمیری مسلمانوں کو شہید کیا جو سکھوں کے اقتدار کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔بقول مرزا قادیانی، اس کے والد نے جنگ آزادی میں پچاس گھوڑے اپنے پاس سے خرید کر اور اچھے اچھے جوان مہیا کر کے بطور مدد کے سرکار کو دیے اس وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں بہت ہر دل عزیز تھے۔[2]

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو۔[3]

چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شعائر اللہ ہیں۔اور تمام مسلمانوں کے نزدیک دنیا میں افضل اور مقدس ترین جگہیں ہیں۔مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف ہے اور مدینہ منورہ میں اس کے حبیب ﷺ استراحت فرما ہیں۔دونوں حرمین شریفین ہیں۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔[4]

مرزا قادیانی کا بیٹا، مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے:

حضرت مسیح موعود نے اسکے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہ آئے مجھے

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، کشف الغطاء، روحانی خزائن جلد 14، ص 184

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ازالہ اوہام حصہ اوّل حاشیہ، ص 167,166

[3] المائدہ 2:5

[4] ازالہ اوہام حصہ اوّل روحانی خزائن جلد 3، حاشیہ ص 140

ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔[1]

اسی لیے قادیانیوں کو مکہ اور مدینہ منورہ جانے کی تڑپ نہیں بلکہ قادیان جانے کی ہے، جیسا کہ اُنکی ایک نظم کا شعر ہے:

پر احمدی وہ ہیں کہ جن کے جب دعا کو ہاتھ اٹھیں
تڑپ تڑپ کے یوں کہیں کہ ہم کو قادیاں ملے[2]

باپ بیٹے نے پوری کوشش کی ہے کہ اسلام کا کوئی شعائر اُن کی زبان درازی سے بچ نہ جائے۔ ہماری قادیانیوں سے درخواست ہے کہ وہ خود قادیان جا کر تو دیکھ لیں کہ وہاں کی چھاتیوں میں دودھ کی کتنی نہریں بہہ رہی ہیں؟ یا وہ ویسا ہی ویران ہے جیسا کہ بقول مرزا قادیانی، اُس کے دور میں ویران تھا۔؟

قادیان کا حج

حج ایک عظیم عبادت ہے اور صاحب استطاعت مسلمانوں پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔نفلی حج ایک مسلمان جتنے جی چاہے کرسکتا ہے۔حضور ﷺ نے بار بار حج اور عمرہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔حج کی مواقیت ہیں اور ایک موسم ہے۔یعنی ادائیگی حج میں زمان و مکاں ملوث ہیں۔چنانچہ مسلمانوں کا حج مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف، منیٰ، میدان عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کہیں اور نہیں ہوسکتا۔یہ شعائر اللہ بھی ہیں جن کی تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ یہ تعظیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔اور اس کی بے حرمتی سے منع فرمایا گیا ہے۔

لیکن مرزا قادیانی لکھتا ہے:

لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ نفلی حج سے زیادہ ثواب ہے

---

[1] مرزا بشیر الدین محمود احمد، حقیقت الرؤیا ص 46

[2] کلام طاہر، ایڈیشن 2004ء، ص 152

اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر، کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی ۔[1]

یہ شعائر اللہ کی صریح توہین نہیں تو اور کیا ہے ۔؟

مقام لُد سے مراد لدھیانہ

لُد (فلسطین) اسرائیل میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں آج کل اسرائیل نے ہوائی اڈا بنایا ہوا ہے ۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجاّل کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''حضرت مجمع بن جاریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دجال کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ''باب لد'' نامی جگہ پر قتل کریں گے ۔''[2]

لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے لُد سے مراد ہندوستان کا شہر لدھیانہ ہے:

سب سے پہلے میرے ساتھ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تھی جو دجال کے قتل کے لیے ایک حربہ (ہتھیار) تھی ۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کرے گا۔ پس لد دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے ۔[3]

ایک طرف احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک رہا ہے اور دوسری طرف بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے انہی احادیث سے اپنے حق میں جھوٹا استدلال کر رہا ہے ۔

جہنم سے مُراد طاعون

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

یاد رہے کہ میرے تمام الہامات میں جہنم سے مُراد طاعون ہے ۔[4]

یقیناً شیطانی الہامات ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں خیر کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا ۔

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام، ص 352

[2] احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 8: حدیث 1266

[3] مرزا غلام احمد قادیانی، الہدیٰ، ص 92، روحانی خزائن جلد 18، حاشیہ ص 341

[4] مرزا غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 145، روحانی خزائن جلد 22، ص 583

طاعون پھیلنے کے لیے دعا

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہش مند ہے، وہ مومنوں کے لیے شفقت رکھنے والا، رحمت والا ہے۔ [1]

آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی عالی صفات بیان فرمائی گئی ہیں کہ آپ ﷺ مومنوں کی بھلائی کے شدید خواہش منداور شفقت اور رحمت والے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے لیے بے حد خیر خواہ اور ہمدرد ہوتے ہیں اور اُن کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے عمر بھر کوشاں رہتے ہیں۔ اس کے لیے ان کو خواہ کتنی ہی تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔

لیکن مرزا قادیانی، اُمتِ قادیانیہ کے لیے کس قدر ایک وبال اور زحمت کی علامت تھا۔ کہ ایک طرف نبوت کا دعوے دار ہے، دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جان لیوا بیماری طاعون کے پھیلنے کی بد دعا کرتا ہے۔ لکھتا ہے:

میں نے طاعون پھیلنے کے لیے دعا کی ہے۔ سو وہ دعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی۔ [2]

مرزا قادیانی کی تو ساری زندگی ہی گالیوں اور بد دعاؤں سے عبارت ہے۔ جعلی نبیوں کی دعائیں اور بد دعائیں قبول نہیں ہوتیں بلکہ الٹا ان کی ذلت و رسوائی کا باعث بنتی ہیں۔ اُس نے رشتہ نہ ملنے پر محترمہ محمدی بیگم، ان کے شوہر اور والد کے لیے بھی موت کی بد دعا کی تھی، دعا تو قبول نہ ہوئی الٹی ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنی۔ اِسی طرح اُس نے پادری عبداللہ آتھم کے لیے بھی موت کی دعا کی جو قبول نہ ہوئی، اس پر عیسائیوں نے جشن منایا، بہت سے قادیانی بتسمہ لے کر عیسائی ہو گئے۔ طاعون اگر کسی علاقے میں پھیلی بھی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے اذن سے پھیلی لیکن طاعون کی بد دعا دینے سے مرزا قادیانی کی شقی القلبی اور بد بختی ظاہر ہو گئی۔

کدعہ سے مراد قادیان

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

---

[1] التوبہ 128:9

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی،، روحانی خزائن جلد، 22، ص 235

اب دیکھو یہ تین سو تیرہ مخلص جو اس کتاب میں درج ہیں، یہ اسی پیشگوئی کا مصداق ہے جو احادیث رسول اللہ (ﷺ) میں پائی جاتی ہے۔ پیشگوئی میں کدعہ کا لفظ بھی ہے جو صریح قادیان کے نام کو بتلا رہا ہے پس تمام مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ مہدی موعود قادیان میں پیدا ہوگا اور اس کے پاس ایک کتاب چھپی ہوئی ہوگی جس میں تین سو تیرہ اس کے دوستوں کے نام درج ہوں گے[1]

مرزا قادیانی نے اسلام کے متوازی ایک نیا مذہب بنانے کی ناکام کوشش کی ہے اور اس میں وہی اصطلاحات اور نام Nomenclatures استعمال کیے ہیں جو اسلام کے ساتھ خاص ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ دے سکے۔

دجال سے مراد

حضور ﷺ کے فرامین اقدس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ دجال آدمی ہوگا۔ دجال (کے حلیے) کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجال دائیں آنکھ سے کانا اور پست قد آدمی ہوگا۔ اس کی آنکھ انگور کے دانے کی طرح پھولی ہوئی ہوگی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''ک ف ر'' کافر لکھا ہوگا۔ اس کے سر کے بال گھنگھریالے اور ایسے ہوں گے گویا درخت کی شاخیں ہیں۔ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ ہوگا۔[2]

مرزا کہتا ہے:

- دجال سے مراد ایک فرقہ ہے۔ جو کتابوں میں تحریف کرتا ہے۔

مزید لکھتا ہے:

- لغت میں دجال جھوٹوں کے گروہ کو کہتے ہیں۔[3]

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، ص 45، روحانی خزائن جلد 11، ص 329

[2] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 3، حدیث 2041، مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 1، حدیث 425، سلیمان بن اشعث، ابوداؤد، جلد 3، حدیث 926، حافظ ابوبکر، ابن ابی شیبہ، جلد 9، حدیث 7680، 7681، احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد 9، حدیث 7412

[3] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ص 362

اس لحاظ سے اُس کے یہ اقوال اُسی پر ہی صادق آتے ہیں۔ کیونکہ جتنا تضاد، جھوٹ، فراڈ، بے ایمانی، قرآن و حدیث میں تحریف اور تعامل امت کی مخالفت اس کی تحریر و تقریر میں پائی جاتی ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

مرزا قادیانی حدیث کا استہزا کرتے ہوئے کہتا ہے:

مجھے کہتے ہیں کہ دجّال ہے کیونکہ لکھا ہے کہ تیس دجّال آئیں گے...... یہ اُمت کیسی بدقسمت ہے کہ اس کے حصہ میں دجّال ہی رہ گئے اور سچے مسیح کا منہ دیکھنا اب تک نصیب نہ ہوا۔[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق

● حضرت مُوسیٰ کی بعض پیش گوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جس صورت پر حضرت مُوسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھی لی تھی، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں۔[2]

● سورہ بقرمیں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتادے دیا تھا، یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علمِ مسمریزم تھا۔[3]

● حضرت اِبراہیم علیہ السلام کا چار پرندے کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی اُن کا مِسمریزم کا عمل تھا۔[4]

مرزا قادیانی کی یہ ہرزہ سرائی نہ صرف ابنیاء کرام علیہم السلام کی توہین ہے، بلکہ قرآن کریم کی توہین اور اس کی تعلیمات اور واقعات کا انکار بھی ہے۔

1۔ مرزا غلام احمد قادیانی،، روحانی خزائن جلد 22، ص 212

2۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 3، ص 106

3۔ مرزا غلام احمد قادیانی، اِزالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 ص 504

4۔ مرزا غلام احمد قادیانی، اِزالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3، ص 506

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہارون (علیہ السلام) کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔[1]

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔[2]

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا... میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں...[3]

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشنودی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل بیت کی خدمت اور محبت میں پوشیدہ و مضمر سمجھو۔[4]

- لیکن مرزا قادیانی اہل بیت کے بارے میں بھی ہرزہ سرائی سے باز نہیں آیا۔ لکھتا ہے:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔[5]

مرزا قادیانی کی ان ہرزہ سرائیوں پر بندہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر اس کو کس قسم کی نفسیاتی بیماری لاحق ہے کہ انگریزوں کی تعریف کے تو ہر دم پل باندھے ہیں لیکن اسلام کے بارے

---

[1] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، شرح نووی، جلد 6، ص 97، کتاب الفضائل، باب علی بن ابی طالب

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، ملفوظات احمدیہ، 131 جلد 1

[3] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 3، حدیث 1724

[4] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد 2، حدیث 988

[5] مرزا غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد، 18، حاشیہ، ص 213

میں اُس کی تحریروں میں غیر اخلاقی اور نامناسب الفاظ کا ایک تسلسل ہے، حتیٰ کہ اہلِ بیتِ اطہار کے متعلق بھی زبان درازی سے باز نہیں آیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ

کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسوں، حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بزرگی اور افضلیت کا قائل نہ ہو اور اُن سے اپنے دل میں محبت نہ رکھتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے کی حالت میں ہوتے تو حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اس وقت تک نہ اتارتے جب تک وہ خود نہ اترتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ حسن (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اور حسین (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے بھی محبت کرتا ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ثعلبہ بن ابی مالک (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت حسن ابن علی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی وفات اور ان کو بقیع میں دفن کرتے ہوئے حالت یہ تھی کہ اگر اوپر سے سوئی پھینکی جاتی تو وہ سوئی کسی انسان کے سر پر گرتی (اتنا زیادہ رش تھا)۔

غرضیکہ اُن نفوس قدسیہ کے بہت سے فضائل و مناقب ہیں مختصراً یہ کہ حضرت حسن (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اور حسین (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کو جنّت کے نوجوانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے۔

لیکن مرزا قادیانی خود کو حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے افضل ہونے کا دعویدار بھی ہے۔ لکھتا ہے:

اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کردے گا۔[1]

قارئین کرام!

اگر مرزا قادیانی کی یہ تحریریں نقل نہ کی جائیں تو لوگوں پر اُس کی حقیقت واضح نہیں ہوسکتی،

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی، روحانی خزائن، جلد 19، ضمیمہ نزول مسیح، ص 164

ویسے بھی ایسی تحریروں کو صرف اس لیے نظر انداز کر دینا کہ یہ ادب کے خلاف ہیں اور لوگ انہیں ناپسند کریں گے، حق کی بات نہیں ہے۔ تاہم یہ عبارتیں نہ چاہتے ہوئے اور مجبوراً ہی نقل کی گئی ہیں۔ لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ وہ شخص 68 برس تک ایسی گستاخانہ تحریروں کی اشاعت کرتا رہا۔ اور مسلمان علماء اُس کے خلاف جہاد بالقلم میں مصروف رہے جبکہ ضرورت جہاد بالسیف کی تھی۔

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور سلطان الحدیث کہلاتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ان کی زندگی کا بیشتر حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں گزرا۔ امام بقی بن مخلد اور علامہ خزرجی کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ احادیث کی کل تعداد 5374 ہے۔ [۱]

لیکن مرزا قادیانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

● عیسائیوں کے اقوال سن کر جوارد گرد رہتے تھے پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں جیسا کہ ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ [۲]

مرزا قادیانی کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس دشمنی اور بغض کی وجہ دراصل وہ احادیث نبویہ ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم نبوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے باب میں روایت کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

● حق بات یہ ہے کہ ابنِ مسعود معمولی انسان تھا۔ [۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ سابقین اسلام میں سے ہیں، جنگ بدر میں شریک ہوئے، آپ بڑے فقہاء علماء صحابہ کرام میں سے تھے۔ آپ نے 848 احادیث

۱۔ ڈاکٹر رانا خالد مدنی، اسلام کی بنیادی احادیث، ص 235

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی ضمیمہ نزول مسیح، روحانی خزائن جلد 19، ص 127

۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 3، ص 422

روایت کی ہیں ۔[1]

قرآن کریم میں اصحاب رسول کے بیشمار فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں ۔اُن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے[2] اور اُن سے راضی ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا کیا ہے ۔اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی نہ صرف اُن کے بے شمار مناقب بیان ہوئے ہیں، بلکہ اُن کے بارے میں تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا کہ میرے بعد میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اور ان کو حدفِ ملامت نہ بنانا اس لیے کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے انہیں ایذاء (تکلیف) پہنچائی گویا اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے اذیت دی گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اللہ تعالیٰ عنقریب اسے اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا۔[3]

قارئین کرام!

یہ تھے مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ، گستاخانہ خیالات ونظریات، متضاد دعوے اور خیارِ اُمت کے خلاف ہرزہ سرائی، جن کی بنا پر مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ان کو غیر مسلم قرار دینے میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں باقاعدہ بحث ہوئی اور قادیانی بھرپور طریقے سے اس تمام کاروائی میں شریک ہوئے اور ان کو اپنے دفاع کا پورا پورا حق دیا گیا۔علماء اسلام نے بھی پوری دیانتداری کے ساتھ اس معاملے میں شرعی دلائل دیئے۔ چنانچہ پوری بحث وتمحیص کے بعد تمام آئینی تقاضے پورے کرتے ہوئے قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دیا گیا۔لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس فیصلے کو ابھی تک تسلیم نہیں کیا بلکہ پوری دنیا میں شور مچایا ہوا ہے اور واویلا کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں اور اپنا تعارف احمدیہ مسلم کمیونٹی کے نام سے کرواتے ہیں۔ پوری دنیا،

---

[1] ڈاکٹر رانا خالد مدنی، اسلام کی بنیادی احادیث،ص 229

[2] البقرہ 137:2

[3] ابوعیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، جلد 2، حدیث 1833

خاص طور پر مغربی ممالک میں ان کا نیٹ ورک ہے اور پورا مغرب ان کی پشت پناہی کرتا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بعض لوگ علماء اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تحریر وتقریر میں مرزا قادیانی کے خلاف ترش زبان استعمال کی ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے، جس کی چند مثالیں گذشتہ صفحات میں نقل کی گئی ہیں، اس پر ان معترضین کی طرف سے مرزا قادیانی کو مطعون نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اُس کی گالیوں کو نمایاں کرنے کی بجائے دیگر مباحث پر توجہ دے کر اس کا کردار پس منظر میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک معتدل مزاج اور انصاف پسند مصنف کی نظر میں مرزا قادیانی کی گالیوں کا جواب ترش زبان میں دینا زیادتی نہیں بلکہ قرین مصلحت اور لوگوں کو باور کرانے کی ایک کوشش ہے کہ اُمت کے مجدد یا مصلح ایسے اخلاق و کردار کے مالک نہیں ہوتے کہ وہ شریف آدمی بھی کہلوانے کے مستحق نہ ہوں۔ اگر علماء اسلام، مرزا قادیانی کے اسلام سے متصادم عقائد وتعلیمات اور گالیوں کا جواب ترش لہجے میں نہ دیتے تو لوگ سمجھتے کہ یہ صرف علماء کی تفرقہ بازی ہے۔ جو وہ اپنے مسالک ومکاتب فکر کے درمیان کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ مرزا قادیانی کا عقیدہ وعمل اُسی نوعیت کا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب کا تھا، بلکہ اس سے بھی شدید تر ہے۔

بقول سیّد محمد انور شاہ کشمیری:

دعویٰ نبوت کی وجہ سے جو حیثیت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی تھی وہی مرزا قادیانی کی ہے اور جن القابات وخطابات کے وہ مستحق تھے وہی استحقاق مرزا قادیانی کو بھی حاصل ہے۔ یہ لوگ کہیں گے کہ گالیاں دیتا ہے۔ فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی درد کا اظہار کیسے کریں کہ ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ وغضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں ورنہ محض تردید وتنقید سے یہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آرہے ہیں۔[1]

قادیانیوں کے اسلام مخالف عقائد ونظریات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے بعض ہمدرد سوال کرتے ہیں کہ کیا ریاست کسی شخص کو غیر مسلم قرار دے سکتی ہے؟ اس کا جواب ہاں میں ہے۔

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری، خاتم النبیین، پیش لفظ، ص 24

کیونکہ اسلام سے منحرف ہونے والا شخص مرتد ہے، اور اسلامی ریاست کو حق حاصل ہے کہ وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، جن کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تائید و مدد حاصل تھی، کی سنت میں ایسے شخص کو قرآن و سنت کے مطابق ارتداد کی سزا دے۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ تاریخ عالم میں جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں، ہر نبی مکرم کی اُمت الگ رہی ہے، یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور کسی صورت خود کو عیسائی کہلوانا پسند نہیں کرتے، اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہیں جو خود کو کسی صورت یہودی کہلوانا پسند نہیں کرتے۔ یعنی نبوتوں کی بنا پر قومیں وجود میں آتی اور الگ الگ مانی جاتی ہیں۔ اب جبکہ مرزائیوں نے اپنا نبی الگ مان لیا تو وہ لازمی طور پر اُمتِ مسلمہ سے الگ ہو گئے۔ لہٰذا وہ احمدی نہیں قادیانی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جب وہ مسلمانوں سے الگ ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے شعائر اور مقدس اصطلاحات بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ جیسے ام المؤمنین، اہل بیت، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مسجد، قربانی وغیرہ۔ ان اصطلاحات کو استعمال کرنے کے لیے ان کو اسلام میں مراجعت کرنی پڑے گی ورنہ تمام اسلامی شعائر کی جگہ اپنے الگ شعائر بنانے پڑیں گے، جس طرح سکھ اِزم نے ہندو اِزم سے الگ ہو کر اپنا ایک الگ مذہبی تشخص اپنایا ہے۔ انہوں نے بھگوت گیتا کی جگہ اپنی مذہبی کتاب گرنتھ، مندر کی بجائے اپنا مذہبی مقام گوردوارہ اور اسی طرح مذہبی رہنما کا نام پنڈت کی جگہ گورو رکھ کر خود کو ایک نئے مذہب کے ساتھ متعارف کروایا ہے۔

یہودی، مرزائی گٹھ جوڑ

قارئین کرام کے لیے یہ بات حیرانگی کا مُوجب ہو گی کہ یہودی، جہاں پورے عالم اسلام کے سخت جانی دشمن ہیں، وہاں وہ اسلام کے باغی قادیانیوں کے اتنے ہی دوست اور ہمدرد ہیں۔ قادیانیوں کا اسرائیل کے تیسرے بڑے ساحلی شہر حیفا میں صدر دفتر ہے، جو خاص طور پر مشرقِ وسطیٰ میں تبلیغ کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ مرکز یہودی، مرزائی گٹھ جوڑ کا واضح ثبوت ہے۔

اسرائیلی ٹی وی رپورٹ کا جائزہ

اسرائیل کے شہر حیفا میں قادیانیوں کی اسلام مخالف سرگرمیاں جاری ہیں۔ اس شہر میں مرزا

قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کے نام سے ان کا معبد ہے۔اسرائیلی حکومت باقاعدہ اپنے ٹی وی چینلز کے ذریعے ان بہروپیوں کے مذموم عقائد کی پشت پناہی کرتی اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرتی ہے۔ بہا اللہ اور مرزا غلام احمد قادیانی، دونوں نے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا، دونوں کا مشن اسرائیل میں کام کر رہا ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسرائیل کے جاسوس ہیں جو اُس کے لیے پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کی جاسوسی کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اسرائیل اتنا ہی سیکولر ملک ہے تو اس میں اسلام کی دعوت و تبلیغ سے تعلق رکھنے والی تنظیموں کے دفاتر کیوں موجود نہیں ہیں؟

اسرائیلی انٹرنیشنل نیوز چینل i24 Holly Land Uncovered نیوز کی نمائندہ، شیلبی وئنر Shelby Weiner شمالی شہر حیفا میں قادیانیوں کے مرکز کا دورہ کر کے ایک رپورٹ مرتب کرتی ہیں۔اس رپورٹ کو امریکی نژاد اسرائیلی میزبان اینکر جورڈانا مِلر Jordana Miller نے ایک پروگرام کی صورت میں پیش کیا ہے۔[1]

اس پروگرام میں قادیانی مربیوں اور حیفا شہر میں قائم قادیانی مرکز کے جنرل سیکرٹری کو بھی شریک گفتگو کیا گیا ہے۔جنہوں نے اپنے خُبثِ باطن کا ثبوت دیتے ہوئے اسلام کو ایک ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ یہ ایک متشدد اور نفرت کرنے والا مذہب ہے اور اس دور میں یہ قابل عمل نہیں۔اس کے برعکس صحیح اور امن پسند مذہب (یعنی دینی جہاد کا مخالف) وہ ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے قادیانیت کی شکل میں پیش کیا ہے۔

دونوں اینکرز نے اسلام دشمنی کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے قادیانیت کی تعریف کے پل باندھے ہیں، اور جھوٹ کا سہارا لے کر قادیانیت کو دنیا میں بہت تیزی سے پھیلنے والا مذہب قرار دیا ہے۔جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

میزبان اینکر پروگرام کا آغاز ان الفاظ سے کرتی ہیں کہ ہم آپ کو کچھ برادریوں کے اندر لے جانا چاہیں گے جو یہاں مقدس سرزمین میں زندگی کے دلکش نقوش کی تشکیل کرتی ہیں۔احمدیت

[1] https:/www/youtube.com/watch?v=nCACHWP29BU

(قادیانیت) اسلام کی ایک شاخ ہے لیکن ان کی ایک خاص بات ہے جو انہیں ایک انوکھی جماعت بناتی ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا اسلامی گروہ ہے جو آج سے 100 سال قبل ہندوستان میں قائم ہوا تھا اور آج یہاں اس عقیدے کے لوگوں کی تعداد 3000 ہے جو مقدس سرزمین میں واقع ہے اور اس کا صدر مقام ''کارنل'' نامی پہاڑی پر حیفا کے نواح میں کبابیر کے مقام پر واقع ہے۔ ان کا مذہب اسلام ہے تاہم وہ اپنے عقائد پر مختلف طریقے سے عمل کرتے ہیں۔ (اینکر صاف اور سیدھی بات نہیں بتاتی کہ یہ لوگ اسلامی عقائد کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے پیشوا مرزا قادیانی نے پیغمبر اسلام ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا ہے۔)

قادیانیوں کا مربی، حضور ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی لیتے وقت صرف پروفٹ محمد کہتا ہے، اور پورے پروگرام میں ایک مرتبہ بھی اُس نے آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ، ﷺ کے الفاظ ادا نہیں کیے۔ اُس کے سینے کا بغض اُس کے چہرے اور گفتگو سے عیاں ہے۔ اُس مربی کی یہ گفتگو سن کر مجھے ہندو ڈاکٹر شنکر داس کے الفاظ شدت سے یاد آئے۔ ڈاکٹر شنکر داس لکھتا ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام، کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے، اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی (قادیانی) بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد (ﷺ) میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی، اب وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے اور مکہ مدینہ اس کے لیے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔[1]

قادیانی مربی مزید ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ محمد پروفٹ، قرآن ہماری مقدس کتاب ہے اور کہتا ہے کہ بانی (قادیانیت) کسی نئے مذہب یا نئے عقیدے کے ساتھ نہیں آیا تھا بلکہ وہ صرف مذہب کی تشریحات اور مذہبی تعبیر کرنے آیا تھا جس کی وجہ سے آج مذہب ذریعہ محبت بننے کی بجائے تشدد اور قتل و غارتگری کا باعث بنا ہوا ہے۔ اینکر پرسن لقمہ دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ مرزا غلام احمد نے یہ عقیدہ 1889ء میں قائم کیا تھا اور احمدیوں کا خیال ہے کہ قدرت نے اس کو

---

[1] سیّد محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، جدید ایڈیشن، ص 96-98

محبت اور اتحاد کے پیغامات کی تبلیغ کرنے کے لیے دنیا کا مصلح بنا کر بھیجنے کے لیے منتخب کیا تھا۔

یہی تو دجل وفریب ہے جو مرزا قادیانی کے پیروکار لوگوں کو دیتے ہیں۔سوال تو یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی کیا دعویٰ کرتا ہے؟۔وہ خود کہتا ہے "میں خاتم الانبیاء ہوں"۔[1] اور ساتھ ہی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے "بغیر شریعت نبی" اور "امتی نبی" وغیرہ کا ڈھونگ رچاتا ہے۔[2] حالانکہ اُس نے دین اسلام کی اصطلاحات کو شرعی معنی سے نکال کر اپنے معنی دے دیے ہیں۔رہی بات اتحاد اور محبت کی، تو مرزا قادیانی جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔[3] جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔"[4] ظاہر ہے ان خدمات کے عوض یہود ونصاریٰ ایسے شخص کو امن کا مصلح اور علمبردار نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔؟

میزبان اینکر مرزائیت کو جدید مذہب قرار دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ یہ جدید مذہب بالکل نیا ہے جس کی توجہ اسلام کے آغاز پر ہے۔اس کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ آج کا اسلام اس اسلام سے مختلف ہے جس پر پروفٹ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ازمنہ قدیم میں عمل کیا۔

قادیانی مربی مزید کہتا ہے۔ہم امن پسند لوگ ہیں۔ہمارا مشن الگ نہیں ہے۔سچ یہ ہے کہ ہمارا مشن متحد کرنا ہے۔

اگر اس مربی کی باتیں سچ ہیں، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے اپنی الگ

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص390

[2] مرزا غلام احمد قادیانی، تجلیات الٰہیہ۔روحانی خزائن، جلد 20 ص412

[3] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 15، ص155

[4] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد 15، ستارہ قیصرہ ص114

شناخت سے اپنے گروہ کا الگ نام احمدیت کیوں رکھ لیا ہے؟ یہودی جو اسلام اور مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے، اس کے دامن میں پناہ کیوں لی ہوئی ہے؟ اپنا الگ نبی کیوں بنایا ہوا ہے؟ مسلمانوں کے خون کے پیاسے کیوں ہیں؟ اُمت مسلمہ کی وحدت کو انتشار کا شکار کیوں کیا ہے؟ اس طرح کے کئی سوالات ہیں۔ ایسی باتوں سے قادیانی صرف سادہ لوح مسلمانوں اور دنیا کو فریب دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے جعلی نبی کے کہنے پر مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔

اینکر قادیانیوں کو کوریج دینے اور ان کی حمایت میں کہتی ہیں کہ احمدیت کا پیغام صرف اسلام پر مرکوز نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تمام ابراہیمی عقائد اپنی ابتدائی تعلیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔

دراصل مرزائیت کا ٹارگٹ تو صرف اسلام ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے پیغمبروں کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہیں، بلکہ ان کے برعکس ہیں، لیکن مرزائیت ان پر کیوں تنقید نہیں کرتی؟ اُن کو کیوں نظر انداز کرتی ہے؟ حالانکہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے اگر مغرب میں تھوڑی بھی انسانیت ہو تو اپنے ممالک میں ان کو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کریں، لیکن سارے مغرب نے ان کو پناہ دی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی کے دور میں تو مشنریز نے باقاعدہ حکومت برطانیہ سے شکایت کی تھی کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خلاف غیر اخلاقی زبان استعمال کرتا ہے۔ اس کو روکا جائے۔ لیکن حکومت نے کسی قسم کا ایکشن لینے کی بجائے اُسے اپنی سیاسی مجبوری قرار دیا تھا۔ وہی کچھ آج ہو رہا ہے۔

میزبان اینکر کے ایک سوال کے جواب میں رپورٹر شیلبی، نہ صرف مرزائیوں کو مظلوم بنا کر پیش کرتی ہیں بلکہ ساتھ پاکستان کو بھی بدنام کرتی ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ قادیانیوں کی تعداد کے بارے میں اعداد و شمار تھوڑے سے الجھے ہوئے ہیں۔ ہمارے تخمینے کے مطابق قادیانی دنیا بھر میں 200 سے زائد ممالک میں 10 سے 20 ملین تک ہیں۔ لیکن خاص طور پر مشرق وسطی میں ان کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کیونکہ لوگ اپنا مسلک ظاہر نہیں کرتے۔ وہ کہتی ہیں اس کی ایک عمدہ مثال پاکستان ہے جہاں پر احمدی ہونا عملی طور پر غیر قانونی ہے (یہ نہیں بتاتی کہ ان کو کتنے بڑے جرم کی پاداش میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے) اور کہتی ہیں کہ پاکستان میں آپ ایک

احمدی (مرزائی) کی حیثیت سے کھلے عام عبادت نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا ایک اقلیتی فرقہ ہے اور دنیا میں 1 فیصد مسلمان آبادی کی نمائندگی کرتا ہے لہٰذا اس بڑے مذہب کے ساتھ یہ بہت ہی چھوٹا گروہ ہے۔ انہیں وہاں ایذا رسانی کا خدشہ ہے۔

وہ قادیانیوں کو مسلم قرار دیتی ہیں۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ قادیانی کیسے مسلمان ہیں جو اسرائیل کی گود میں پل رہے ہیں، جو اسلام کا صفِ اوّل کا دشمن ملک ہے اور جس کا دامن ہمیشہ سے فلسطینی مسلمانوں کے خون سے رنگا ہوا ہے اور دُنیا نے بھی ان مظلوم مسلمانوں سے بے اعتنائی برتی ہوئی ہے۔

اینکر کے سوال پر رپورٹر بتاتی ہیں کہ مرزائی روایتی اسلام کی چھتری ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد 19 ویں صدی کے آخر میں پنجاب ہند میں رکھی گئی تھی۔ اینکر سوال کرتی ہیں کہ اتنی دیر کے بعد؟۔ رپورٹر جواب دیتی ہیں کہ ہاں! یہ تحریک اُس وقت شروع ہوئی، جب اس کے موجد مرزا غلام احمد نے باضابطہ طور پر اپنے حامیوں سے بیعت قبول کی تھی کیونکہ وہ اسلام کے نئے ورژن کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

حالانکہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ مرزا قادیانی اسلام کا نیا ورژن بنانا چاہتا تھا تو وہ کبھی بھی اس کے جال میں نہ پھنستے، دراصل چند ناسمجھ لوگ مرزا قادیانی سے صرف حسنِ ظن رکھتے ہوئے اُس کے قریب آئے، کیونکہ اُس وقت وہ مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے کرتا تھا، وہ سمجھے کہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے۔ اُس وقت عام تو عام خواص کو بھی نہیں معلوم تھا کہ مستقبل میں یہ شخص اسلام کی عمارت میں نقب لگائے گا۔

اینکر قادیانیت کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اسلام ساتویں صدی عیسوی میں عالمی طور پر نمودار ہوا تھا، جبکہ احمدیت ایک ہزار سال بعد، لیکن اس کی دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بہت تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کی وجہ ان کا متاثر کن تعلیمی پروگرام اور مختلف گروپ سرگرمیاں ہیں۔ جو وہ اپنی نوجوان نسل، خواتین اور مردوں کو دے رہے ہیں جس سے وہ بہت مضبوط اور مستحکم ماحول رکھتے ہیں۔

اینکر کا یہ موقف زمینی حقائق کے بالکل برعکس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فلسطین سمیت مشرقِ وسطیٰ

میں مرزائیوں کو شکست فاش کا سامنا ہے، جس طرح مرزا قادیانی کو ہندوستان میں انگریز کی سرپرستی کے باوجود شکست کا سامنا تھا اسی طرح حیفا میں قادیانیوں کو اسرائیل کی سرپرستی کے باوجود ناکامی کا سامنا ہے۔ بلکہ جس طرح دنیا بھر سے قادیانی مربی دین اسلام قبول کر رہے ہیں، اسی طرح فلسطین میں بھی قادیانی مبلغین نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا ہے۔

قادیانیوں کو اسرائیل کی اس قدر سرپرستی حاصل ہے کہ وہ اسرائیل میں کانفرنسز کرتے ہیں، جس میں ان سے یکجہتی کے لیے اسرائیلی پارلیمنٹ کے ممبران اور ان کے ربی، چیف ربی وغیرہ بھی شرکت کرتے ہیں۔ جو قادیانی، اسرائیل گٹھ جوڑ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں اسلام مخالف قوتوں سے بھی ان کا گٹھ جوڑ ہے۔ اس کی واضح مثال بھارتی وزیراعظم، مسٹر مودی کا اسرائیل کا دورہ ہے، جس میں اُس کے استقبال کے لیے اسرائیلی گورنمنٹ نے اپنے ہائی آفیشلز کے ساتھ قادیانی گروہ کے سربراہ کو بھی مدعو کیا تھا۔ اس استقبالیہ میں وہ مودی کو مخاطب کر کے اقرار کرتا ہے کہ آپ ہندوستان میں ہماری کمیونٹی کی مدد کرتے ہیں۔ یعنی پہلے قادیانیوں کو غاصب حکومتِ برطانیہ کی چھتری حاصل تھی، برطانیہ کے اس خطے سے نکل جانے کے بعد اب ہندوؤں کی تائید و مدد حاصل ہے۔ اس سے اندازہ لگانا کسی کے لیے کوئی مشکل نہیں کہ قادیانیوں کا تعلق اسلام سے ہے یا اسلام کے دشمنوں سے؟

مرزا قادیانی کو "صاحب" کہنا؟

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا، مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو گستاخانہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔

مرزا قادیانی نبوت کا دعویدار ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب تھا۔ لہٰذا جس سلوک کا وہ مستحق تھا اسی سلوک کا یہ مستحق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکتوب گرامی میں مسیلمہ کذاب کو کذاب ہی کے نام سے مخاطب فرمایا تھا۔

چنانچہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کی اتباع میں تمام عوام الناس، اہل علم وقلم اور ٹی وی اینکرز سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تحریر و تقریر میں مرزا قادیانی کے ساتھ "صاحب" کے الفاظ

ہرگز نہ لگائیں بلکہ صرف مرزا قادیانی لکھیں اور کہیں۔ اگر ہماری اِس گزارش کے مقابلہ میں کوئی صاحب دلیل پیش کریں کہ اُردو ادب میں ایسے ہی لکھا اور پکارا جاتا ہے، تو پھر اُن کو ادب و اخلاق کی بنا پر مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی "صاحب" لکھنا پڑے گا۔ جو یقیناً کسی بھی مسلمان کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

مرزائیت ایک نظر میں

- مرزا قادیانی (1839/ 1840ء ۔1908) نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت سے متعلق قرآن وحدیث کی تصریحات، سنت نبوی، اصحابِ رسول اور علمائے اُمت کے 1500 سالہ متفقہ و مسلمہ اجماع کے خلاف نبی اور رسول اور خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔اس لیے وہ کذاب، مرتد اور اُمت مسلمہ سے خارج ہے۔

- نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ، مرزا قادیانی نے لوگوں کو فریب دینے کے لیے کئی اور دعوے بھی کیے ہیں، مثلاً اُمتی نبی، بغیر شریعت کے نبی، ظلّی و بروزی نبی، مثیلِ مسیح، مسیح کا اوتار اور مسیح موعود وغیرہ۔حالانکہ اِن ناموں اور اصطلاحات کا شریعتِ مطہرہ سے دور کا تعلق بھی نہیں ۔اِس طرح کے دعوے باب اِزم کے بانی علی محمد شیرازی اور بہائی اِزم کے بانی مرزا حسین علی نوری المعروف بہاء اللہ نے بھی کیے تھے۔اُس کے یہ دعوے انہی کا چربہ ہیں۔

- حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم نبی اور رسول ہیں۔مرزا قادیانی نے آپ علیہ السلام کے اور آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ (علیہا السلام) کے خلاف بے ہودہ تبصرے کیے ہیں، آپ کے معجزات کو مسترد کیا ہے، اور آپ کے قربِ قیامت نزول کا انکار کیا ہے، اس لحاظ سے وہ گستاخ رسول اور قرآن وحدیث کا منکر بھی ہے۔

- مرزا قادیانی نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باقاعدہ نام لے لے کر توہین کی ہے، جو نبی کریم ﷺ کے پاکباز ساتھی تھے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، جن کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور تورات اور انجیل میں بھی ہے۔چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاکباز ساتھیوں کا مخالف اور گستاخ بھی ہے۔

- مرزا قادیانی نے صحیح احادیث نبوی ﷺ کو مسترد کر دیا اور قرآن کریم کی من مانی تعبیر و

تشریح کی۔اس لحاظ سے وہ بے دین اور ملحد بھی ہے۔

- مرزا قادیانی نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اپنی بیٹیوں کی مسلمانوں سے شادی کرنے اور مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے، اور ان کے جنازے پڑھنے سے منع کیا ہے۔اور ہر معاملے میں مسلمانوں سے اپنی الگ پہچان کرائی ہے۔
- مرزائیت، استعماری طاقتوں کے ظلم، انتہا پسندی اور جبر کے خلاف دینی جہاد کو حرام قرار دیتی ہے، کیونکہ مرزائیت کی اشاعت میں برطانوی استعمار کا ایک بہت اہم کردار ہے۔یوں مرزائیت اپنے ماننے والوں کو انگریزوں کی غلامی کا درس دیتی ہے۔
- مرزا قادیانی نے اپنی جنم بھومی اور مرکز "قادیان" کو مسلمانوں کے مقدس ترین شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرح مقدس قرار دیا ہے، جو شعائر اللہ کی توہین ہے۔
- اُس نے اپنے پیروکاروں اور خاندان کے لوگوں کو اہلِ بیت اور اپنے پیروکاروں کو صحابہ کا درجہ دیا ہے۔جو اہلِ بیت اطہار اور اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے حرمتی اور توہین ہے۔
- قرآن کریم کی جو آیات رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق ہیں، مرزا قادیانی نے ان آیات کو خود پر منطبق کرنے کی ناپاک اور گستاخانہ جسارت کی ہے۔
- ان عقائد باطلہ کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی گھٹیا کردار کا مالک تھا، جو کسی بھی مجدّد یا مصلح کا کردار نہیں ہوسکتا۔عام قادیانی رعایا کو اس کا علم نہیں اور نہ ہی اُن کو اِس طرف آنے دیا جاتا ہے۔قادیانی عوام کی سوچوں پر سخت پہرے ہیں، اُن کو قادیانی خلیفہ کے پے در پے احکامات کی تعمیل سے ہی باہر نہیں نکلنے دیا جاتا۔
- مرزا قادیانی نے اپنے عقائد باطلہ کی بنیاد پر قادیانیت کو اسلام کے متوازی ایک مذہب بنانے کی ناکام کوشش کی ہے، لیکن اس فتنے کو اس کے مذکورہ عقائد اور گستاخانہ تعلیمات کی بنا پر کوئی مذہب قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ایک سیاسی سازش ہے، جس نے اُمت مسلمہ میں انتشار پیدا کرنے کے علاوہ کوئی کارگزاری نہیں کی۔سابقہ مرزائی مبلغین، جنہوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا ہے، کے مطابق قادیانیت ایک مافیا، ایک Cult اور Business

Model ہے، جو صرف جبری چندہ پر زندہ ہے۔ اگر آج جبری چندہ کا یہ سلسلہ بند کر دیا جائے تو قادیانیت کا وجود ختم ہو جائے گا۔

- اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ لیکن دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے لیے قادیانیت کے ایوانوں سے کبھی کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔
- حتیٰ کہ مغربی ممالک میں پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی ناموس کی بے حرمتی کے خلاف بھی یہ کوئی آواز نہیں اٹھاتے نظر آئے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزائیت کا اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔
- آخر میں قادیانیوں سے گزارش ہے کہ دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کریں، اگر طلب سچی ہوئی تو ان شاء اللہ دین اسلام کی ہدایت مل کر رہے گی، جس طرح دیگر مربیوں کی ملی ہے۔ کیونکہ اللہ عزّوجل کا وعدہ ہے کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے:

ہم نے تو دیا جلا کے سرِعام رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

حرفِ آخر

گذشتہ صفحات میں جن گروہوں کا ذکر کیا گیا، ان کے پیدا ہونے میں دو چار دن نہیں لگے، بلکہ اس کے پیچھے مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کی سال ہا سال کی محنت شاقہ کارفرما ہے، اور اپنوں کی ریشہ دوانیاں اس کے سوا ہیں۔ Samuel Marinus Zwemer (1952-1867) نامی شخص ایک امریکی مشنری تھا، وہ حکومتی سرپرستی میں بصرہ، بحرین، عرب اور دیگر مقامات پر ایک مشنری کے طور پر کام کرتا رہا، جہاں اُس نے مسلمانوں کے ساتھ مکالمے بھی کیے اور اُن میں مسیحی لٹریچر بھی تقسیم کیا۔ اُس نے ایران، عراق، انڈونیشیا، جاوا، سماٹرا اور چین کے دورے بھی کیے، غرضیکہ دنیا میں بسنے والے تمام مسلمانوں تک پہنچنے کے لیے وہ کہیں بھی سفر کے لیے تیار تھا جہاں مسلمان ہو سکتے تھے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اُس نے عیسائیوں کو اسلامی ممالک میں مشنری کے طور پر کام کرنے کے لیے بھی متحرک کیا۔ وہ قاہرہ میں بھی قیام پذیر رہا تاکہ وہ مسلمانوں کے لیے عیسائی لٹریچر کا پیداواری مقام بن سکے۔ بظاہر اس کے یہ سفر مسلمانوں کو مسیحیت میں شامل کرنے کے لیے نہیں بلکہ ان کو قرآن، اسلام، ان کے شاندار ماضی، اپنے اسلاف اور ورثہ سے بدظن کرنے اور شکوک شبہات میں مبتلا کرنے کے لیے تھے۔ اُس کے تمام کام کا ملخص صرف ایک جملہ ہی خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے ہر طبقہ کے مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

زویمر لکھتا ہے:

Seven hundred miles of touring along populous rivers and historic ruins, seven hundred miles of Moslem empire awaiting the conquests of the cross......And to be occupied village after village by schools and Gospel agencies.[1]

---

[1] The Golden Milestone by Samuel M. Zwemer page: 96

یعنی سات سو میل لمبے آبادی والے دریا اور تاریخی کھنڈرات کے ساتھ، مسلمانوں کی سات سو میل سلطنت صلیب کی فتوحات کا انتظار کر رہی ہے۔ جن پر اسکولوں اور انجیل کی ایجنسیوں کے ذریعہ گاؤں کے بعد گاؤں پر قبضہ کیا جائے گا۔

یہ تو ایک شخص کی کہانی ہے، ایسے مشنریز ان گنت تعداد میں موجود ہیں، جن کا ٹارگٹ گو کہ ساری اسلامی دنیا ہے لیکن اُن علاقوں میں وہ زیادہ سرگرم رہے ہیں، جو علاقے مغربی استعمار کے زیرِ تسلط رہے۔ جن میں مصر اور برصغیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہی لوگوں کی اسلام مخالف سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے والے بعض لوگ خفیہ طور پر Atheists ہو چکے ہیں جنہوں نے اپنے الحاد کو چھپایا ہوا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو الحاد سے ارتداد کی طرف چلے گئے اور مستشرقین کے ہمنوا ہو کر کھلم کھلا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

یہ مسئلہ تو ساری اسلامی دنیا کا ہے لیکن شائد یہ کبھی بھی ہماری ترجیحات میں شامل ہی نہیں رہا۔ کم از کم حکومت پاکستان کو چاہیے کہ اپنی سطح پر اس کے متعلق مؤثر قانون سازی کرے اور ان تمام ویب سائٹس پر بھی مستقل پابندی لگائے جن میں الحادیت کا مواد موجود ہے۔ مزید برآں تعلیمی نصاب میں ایسے مضامین شامل کیے جائیں جس سے مشنریز، ملحدین اور مستشرقین کی تحریروں کے زہر کا تریاق ہو سکے۔ کیونکہ اسلامی ریاست کا لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور شریعت کی خلاف ورزی سے روکنا اس کے اغراض و مقاصد اور فرائض میں شامل ہے۔ تاہم یاد رہے بچوں کی کردار سازی میں والدین کے کردار کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک مرزائیت کا تعلق ہے۔ اس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی بھی عیسائیوں کی پیداوار تھا۔ اس کو برطانوی استعمار نے جھوٹی نبوت کے لیے تیار کیا، تا کہ وہ اُن کے مفادات کے لیے کام کرے۔ مرزا قادیانی کے دعوے اور عقائدِ باطلہ سب جھوٹ کے پلندے اور لغویات ہیں۔ عقائد باطلہ کے علاوہ اُس نے اپنی کتب میں ایسی بازاری اور گھٹیا زبان استعمال کی ہے کہ بندہ ایسی کتابیں نہ گھر میں رکھ سکتا ہے اور نہ فیملی میں بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسا بد اخلاق شخص شائد ہی تاریخ انسانی نے پیدا کیا ہو۔ ایمان داری کی بات ہے کہ مرزا قادیانی کے عقائد سے متاثر ہو کر کسی

بھی شخص کا مرزائیت قبول کرنا تو بہت دور کی بات ہے، کسی مرزائی کے لیے مرزائیت سے تائب ہونے کے لیے صرف مرزا قادیانی کے اخلاق و کردار اور تضادات کا مطالعہ ہی کافی ہے۔اس کی عمدہ مثالیں دورِ حاضر میں قادیانیت کے قدآور مبلغین کا قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا ہے، جو پیدائشی قادیانی تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں قادیانی خلیفہ مرزا مسرور کا پوتا بھی شامل ہے۔

دوسری بات، قادیانیت کے وجود کی بنیاد ہی دین اسلام کے شعائر کا مذاق، استہزاء اور توہین ہے، جو کسی بھی مسلمان کے لیے قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔لہٰذا ہمارا حکومت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 260 کو in letter and spirit نافذ کیا جائے۔

آخر میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور علماء کرام کی کوششوں سے اردو ادب میں ردِّ قادیانیت پر ایسا سرمایہ وجود میں آچکا ہے جو آئندہ زمانوں کے لیے اس طرح کے فتنوں کی سرکوبی کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔اس لیے ہم نے اس سرمایہ کو اپنی آئندہ نسل کو اپنی Contribution کے طور پر منتقل کرنا ہے۔کیونکہ حضور ﷺ کے فرمانِ اقدس کے مطابق اِس اُمت کو تیس کذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اور علماء کے خیال میں ابھی بیس یا بائیس فتنے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اُمت کو سخت پریشان کیا ہے۔اور کیا معلوم آئندہ یہ فتنہ کس ملک میں سر اٹھائے؟ لہٰذا اُردو زبان میں مرتب شدہ اس سرمایہ کو انگریزی اور دیگر زبانوں میں بھی شائع کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ!

مصادر و مراجع

تفاسیر

1۔ اثری، عبدالکریم، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

2۔ پرویز، غلام احمد، تفسیر مطالب الفرقان، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ، لاہور۔

3۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

4۔ قرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

5۔ میاں محمد جمیل، تفسیر فہم القرآن، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

6۔ یوسف، صلاح الدین و مبارکپوری، صفی الرحمٰن، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

کتب حدیث

1۔ بخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، ایزی قرآن و حدیث، سافٹ ویر۔

2۔ مسلمؒ، ابوالحسین، بن حجاج بن مسلم النیشا پوری، ایزی قرآن و حدیث، سافٹ ویر۔

3۔ ترمذیؒ، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ایزی قرآن و حدیث، سافٹ ویر۔

4۔ ابوداؤدؒ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ایزی قرآن و حدیث، سافٹ ویر۔

5۔ نسائیؒ، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب، سنن نسائی، ایزی قرآن و حدیث، سافٹ ویر۔

6۔ ابن ماجہؒ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، القزوینی، سنن ابن ماجہ ایزی قرآن و حدیث، سافٹ ویر۔

7۔ احمد بن حنبلؒ، ابوعبداللہ، الشیبانی، مسند احمد بن حنبل، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

8۔ خطیب تبریزیؒ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ محمدیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، 2009ء، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

9۔ ابن ابی شیبہؒ، حافظ ابوبکر، مصنف ابن ابی شیبہ، ایزی قرآن و حدیث سافٹ ویر۔

موضوع کے لحاظ سے کتب

1۔ ابُو زھرہ، محمد، آثارِ شافعیؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور، 1961ء

2۔ برنی، سیّد محمد الیاس، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، جدید ایڈیشن، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، جنوری 2001ء

3۔ پرویز، غلام احمد، ابلیس و آدم، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ 2، لاہور۔

4۔ پرویز، غلام احمد، شعلۂ مستور، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ 2، لاہور۔

5۔ پرویز، غلام احمد، قرآنی فیصلے، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ 2، لاہور۔

6۔ پرویز، غلام احمد، لغات القرآن، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ 2، لاہور۔

7۔ پرویز، غلام احمد، مقام حدیث، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ 2، لاہور۔

8۔ پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، طلوع اسلام ٹرسٹ رجسٹرڈ، 25-B، گلبرگ 2، لاہور۔

9۔ صبحی صالح، ڈاکٹر، علومِ حدیث (اُردو ترجمہ)، ملک سنز پبلشرز، کارخانہ بازار، فیصل آباد، بارپنجم، 1988ء

10۔ علوی، ڈاکٹر خالد، حفاظتِ حدیث، المکتبہ العلمیہ، 15۔ لیک روڈ، لاہور۔

11۔ قاسمی، ڈاکٹر حافظ محمد دین، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ، (جلد دوم) ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، مارچ 2009ء

12۔ کاشمیری، آغا عبدالکریم، شورش، تحریک ختم نبوت، چٹان پریس لاہور۔

13۔ کشمیری، محمد انور شاہ، خاتم النبیین ﷺ، مجلسِ تحفظ ختم نبوت، پاکستان، تغلق روڈ ملتان 1397ھ

14۔ مدنی، پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد، اسلام کی بنیادی احادیث، ادارہ اشاعتِ اِسلام، 408، گلشن بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور 2014ء

15۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، یہودیت قرآن کی روشنی میں، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، طبع چہارم، 2000ء

16۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی۔

سیرت، تاریخ و متفرق

1۔ ابن سعد، ابو عبداللہ محمد، طبقات ابن سعد، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، سن ندارد

2۔ احسان الحق، تاریخ اسلام، علمی کتب خانہ اردو بازار، لاہور

3۔ اکرم ضیاء العمری، ڈاکٹر، سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ، نشریات، 40اردو بازار، لاہور۔

4۔ ترمذیؒ، ابوعیسیٰ، شمائل ترمذی، ایزی قرآن وحدیث سافٹ ویئر۔

5۔ جعفر، محمد بن جریر، تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، 2004ء

6۔ حق، ڈاکٹر حقی، ہُوئے تم دوست جس کے، شفیق پبلیکیشنز، شفیق بک سنٹر، چوک گڑھی شاہو، لاہور پاکستان، مئی 2007ء http://urdulibrary.paigham.net

7۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور۔

8۔ خادم حسین الٰہی بخش، جامعہ اُم القریٰ، الطائف، دراسات فی الفرق، القرآنیون وشبھاتھم حول السنّۃ ناشر مکتبہ الصدیق، طائف، سعودی عرب۔

9۔ رضوی، سید محبوب، مکتوباتِ نبوی، ادارہ اسلامیات، 190انارکلی، لاہور 1978ء

10۔ علوی، ڈاکٹر خالد، انسانِ کامل ﷺ، الفیصل نشران وتاجران کُتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، طبع دوم، مئی 1997ء

11۔ گیلانی، سیّد مناظر احسن، النّبی الخاتم، مکتبہ خلیل، یُوسُف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور، 2012ء

12۔ لیوس مور (Levis Mor)، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا (اردو ترجمہ)، نگارشات پبلشرز، 24مزنگ روڈ لاہور 2006ء

13۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمانؒ، رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران وتاجران کُتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، مئی 1991ء

14۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سیرت سرورِ عالم ﷺ، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، طبع چہارم۔

15۔ نعمانی شبلی وندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ دارالاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، 1985ء

16۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ترمیم شدہ، 2015ء

17۔ ضیائے حدیث، جلد 18، شمارہ 4,5، اپریل، مئی 2009ء

18۔ طلوع اسلام لاہور، B-25، گلبرگ، لاہور۔

19۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور 3، 4 نومبر، 2019ء

20۔ روزنامہ جنگ، لاہور 24 جون، 2020ء

21- Heroes and Hero Worship, by Thomas Carlyle.

22- Lost History, by Michael Hamilton Morgan, National Geographic Society, N.W. Washington D.C. 20036.

23- The Making of Humanity by Robert Briffault, London: George Allen & unnwin Limited, Ruskin House, 40 Meusem Street, W.C 1.

24- The Last Mughal by William Dalrymple

25- The Mind Al-Qur'an Builds, Dr. Syed Abdul Latif, Idarah-I-Adbiyat Delhi-6

26- The Golden Milestone, Samuel M. Zwemer and James Cantine, New York, Fleming H. Revell Company London and Edinburgh.

27- www.brecorder.com/27/9/2019/52485

28- https://www.youtube.com/watch?v=nCACHWP 29BU

29- https://globalresearch.ca-the-irish-slave-trade

30- https://Express.pk/story/2048979

31- https://fridayspecial.com.pk/2019/11/08/246302/

32- http://www.alarabiya.net/articles/2007/03/01/

33- https://en.wikipedia.org/wiki/Wafa_Sultan

34- https://en.wikipedia.org/wiki/Irshad_Manji

35- http://mpc.journal.org/blog/2017/12/12/silent-atheist-in-muslim-majority-contries

36- Stanley Lane-Poole, Islam, Prelection delivered before the university of Dublin March 10, 1903.

لغات

1۔ انیس، ابراہیم، الدکتور، المعجم الوسیط، دار الفکر، بیروت

2۔ ابن منظور، افریقی، لسان العرب، بیروت

3۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، دار الکتب العلمیہ، ایران

4۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، دار المعرفہ بیروت، لبنان

5۔ سرور، محمد اویس، علوی، عبدالنصیر، المعجم الوسیط، اردو، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

6۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، لبنان، بیروت

7۔ فیروزُ اللُغات، عربی اردو، فیروز سنز، لاہور۔

8۔ مرتضی زبیدی، تاج العروس، منشورات، دار المکتبۃ، لبنان

9۔ وحید الزماں قاسمی، القاموس الجدید، ادارہ اسلامیات، لاہور۔